کلمات الشعرا

یعنی

تذکرہ سرخوش

دلاوری

ملنے کا پتہ
نظامی پریس بک ایجنسی بدایوں یوپی

کلماتُ الشعراؑ

مشتمل بر ذکر شعرای عصر جہانگیر تا عہد عالمگیر

تالیف

محمد افضل سرخوش

بتصحیح

صادق علی دلاوری ایم۔اے ایلفریڈ پٹیالہ ریسرچ سکالر پنجاب یونیورسٹی لاہور

سے

شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری گیٹ لاہور

نے

عالمگیر پریس تحصیل بازار لاہور میں باہتمام

حافظ محمد عالم پرنٹر چھپوایا

تعارف

از

جناب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔ اے پی ایچ ڈی پروفیسر پنجاب یونیورسٹی لاہور

تذکرہ کلمات الشعراء جس کی شائد یہ پہلی اڈیشن ہے فارسی کے مشہور تذکروں میں سے ہے، اس میں عہد جہانگیر سے لے کر عالمگیر کے زمانے تک کے فارسی شاعروں کے حالات لکھے گئے ہیں۔ اس کا مصنّف محمد افضل سرخوشؔ عالمگیر کے عہد میں گزرا ہے۔ اس لئے بہت سے ایسے شاعروں کا ذکر اُس نے کیا ہے جو اس کے معاصر تھے اور جن سے وہ خود ملا ہے۔ اس بات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس تذکرے کی کتنی بڑی اہمیت ہے۔

فارسی شعراء کے تذکرے بیشمار ہیں[1] لیکن ان میں سے جو اب تک طبع ہوئے ہیں ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ بالخصوص وہ تذکرے جن میں ہندوستان کے فارسی شاعروں کے حالات ہیں اب تک شائع نہیں کئے گئے۔ میرے نزدیک اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ فارسی شاعری سے ذوق رکھنے والوں میں کثیر تعداد اُن لوگوں کی ہے جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ فارسی کے آخری بڑے شاعر مولانا جامیؒ تھے۔ کیونکہ ہندوستان میں فارسی کے عروج کا زمانہ اس سے متاخر ہے لہٰذا مورخین کی توجہ اس کی طرف مبذول نہیں ہوئی۔ علاوہ اس کے چونکہ اہلِ ایران اور یورپ کے مستشرقین ہندوستان کی فارسی شاعری کو چنداں اہمیت نہیں دیتے اس لئے علمی دنیا میں اس کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ ہندوستان میں فارسی زبان کی جو خدمت گذشتہ سات سو سال میں ہوئی اس پر بحث کرنے کا یہ موقع نہیں ہے۔ ہم صرف اتنا کہیں گے کہ ایرانیوں کا تعصب اور اہل یورپ کی

---

[1] رسالہ اورینٹل کالج میگزین بابت سال ۱۹۲۴ء تا ۱۹۳۲ء میں تقریباً ایک سو چالیس فارسی تذکروں کی مفصّل فہرست شائع ہوئی

بد مذاقی اس بے توجہی کے دو بڑے سبب ہیں،

ہندوستان کے فارسی مصنفین کے کارناموں کو منظرِ عام پر لانا ہم ہندوستانیوں کا اپنا فرض ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمارے ملک میں علمی اور ادبی بیداری روز افزوں ہے۔ اور اس اہم فرض کی ادائیگی میں حصّہ لینے والوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔

مسٹر صادق علی دلاوری نے تذکرۂ کلمات الشعراء کو شائع کر کے ایک بڑی علمی خدمت انجام دی ہے جس پر وہ ہمارے شکریّہ کے مستحق ہیں۔ یہ تذکرہ ہندوستان میں ہمیشہ بہت مقبول رہا اور یہی وجہ ہے کہ اس کے نسخے ہر کتب خانے میں موجود ہیں۔ ایسی مقبول اور مفید کتاب کو شائع کرنا ازبس ضروری اور مستحسن تھا۔ مطبوعہ متن پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے پانچ قلمی نسخوں پر مبنی ہے۔ اگر موجودہ حالاتِ جنگ مانع نہ ہوتے تو بعض اور لائبریریوں کے نسخوں سے بھی ضرور استفادہ کیا جاتا اور شاید اس سے بہتر متن مرتب ہو سکتا۔ لیکن جو کچھ بھی ہو سکا اس کے مفید ہونے میں کوئی شبہ نہیں،

ہمیں جناب شیخ مبارک علی صاحب کا بھی ممنون ہونا چاہیئے کہ انھوں نے انتہائی فراخ حوصلگی سے کام لے کر اس کتاب کو ایسے وقت میں شائع کیا ہے جبکہ موجودہ عالمگیر جنگ کی بدولت کاغذ کی گرانی بلکہ نایابی کتابوں کی اشاعت کو تقریباً ناممکن بنا رہی ہے۔

محمد اقبال

لاہور۔ ۲۷ ستمبر ۱۹۴۲ء

محمد افضل سرخوش

سنہ ۱۰۵۰ھ میں بعہد شاہجہان کشمیر میں پیدا ہوئے۔ قوم کے مغل تھے۔ آپ کے جد امجد میر لعل بیگ بدخشاں کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام محمد زاہد تھا اور وہ عبداللہ خان زخمی شاہجہانی کی بارگاہ کے متوسلین میں سے تھے محمد زاہد کے پانچ بیٹے تھے جو عبداللہ خان کی وفات کے بعد سب کے سب شاہی خدام کے زمرہ میں منسلک ہوئے۔ سرخوش محمد زاہد کے دوسرے بیٹے تھے۔ سرخوش اگرچہ کشمیر میں پیدا ہوئے لیکن ان کی تربیت علاقہ سرہند میں ہوئی بچپن میں ہی شعرگوئی کا شوق تھا۔ ناصر علی سرہندی سے بھی بچپن ہی میں دوستی ہوگئی تھی چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ ناصر علی "از یاران قدیم بود و در خورد سالگی یکجا بہم مشق سخن میکردیم و صحبتہا میداشتیم"۔ شروع میں اپنے برادر بزرگ خیرالدین محمد المتخلص بہ عجزی کی صحبت میں مشق سخن کرتے رہے۔ ابتدائی عمر میں ہی آپ کے اشعار ارباب سخن کی توجہ اپنی طرف کھینچنے لگے۔ چنانچہ آٹھ دس سال کی عمر ہوگی کہ ایک روز بازار میں سے گذر رہے تھے۔ ایک خوبصورت خواجہ سرا کو دیکھا جس کے چاہ زنخدان کے اوپر ایک خال تھا اُس کو دیکھ کر فی البدیہہ یہ مطلع کہا ؎

برزنخدان تو خالِ سیہی افتادہ است — ہمچو دلیست کہ بالای چہی افتادہ است.

گھر پہنچ کر یہ مطلع برادر بزرگوار کو سنایا وہ بہت خوش ہوئے۔ اس ہونہار بچے کو چھاتی سے لگایا پیشانی پر بوسہ دیا اور اس روز سے ان کی اصلاح کی طرف زیادہ توجہ دینے لگے۔

گیارہ سال کی عمر میں کرانہ میں ایک حسین و جمیل رسن باز لڑکی کو دیکھ کر یہ رباعی کہی۔

آں دلبر بوالعجب کہ ماہ زیباست — بالای علم چو گل بشاخ رعناست

نی نی غلطم کہ آفتاب محشر — یک نیزہ برآمدہ قیامت برپاست

اس رباعی سے تمام میان دواب میں ایک غلغلہ بپا ہوگیا۔ اس سرزمین کے ارباب ذوق قاضی پیر محمد ربانی وغیرہ سرخوش کے والدین کی خدمت میں آئے اور کہا کہ یہ بچہ کچھ دنوں میں آفتاب کی طرح

چمکنے والا ہے۔ اس کے حال سے غافل نہ رہنا۔

تخلّص

سرخوش نے جب اپنے لئے تخلّص اختیار کیا تو سب سے پہلے ملّا جامی بیخود لاہوری کی خدمت میں اسکا اظہار کیا۔ انہوں نے بہت پسند کیا اور فاتحہ خیر پڑھ کر اس کو مقرر کیا۔

مرزا محمد علی ماہرؔ کی شاگردی

تھوڑے عرصہ کی مشق سے کلام میں اس قدر پختگی پیدا ہوگئی کہ اب ان کی اصلاح بھلائی کے بس کا کام نہ رہا۔ ملا بیخود لاہوری ان کو مرزا محمد علی ماہرؔ کی خدمت میں لے گئے۔ ان کی صحبت طبیعت سے اس قدر موافق نکلی کہ تمام عمر کا ساتھ ہوگیا۔ شعر کہتے انکی خدمت میں پیش کرتے اور اصلاح حاصل کرتے رہے۔ لطف یہ ہے کہ خود شاہ ماہرؔ پر سرخوش کی قابلیت و مہارت کا یہ اثر تھا کہ آپ اکثر کہا کرتے تھے کہ اس نوجوان کی شگفتگی طبع نے مجھے حیران کر رکھا ہے نت نئے معنی پیکر آتا ہے۔ یہ اُستاد شاگرد کا معاملہ بھی عجیب تھا۔ سرخوش کہتے ہیں کہ میں شاہ ماہر کا شاگرد ہوں۔ شاہ ماہر فرماتے ہیں کہ مجھ میں یہ لیاقت کہاں کہ سرخوش جیسے شاعر بیمثال کا اُستاد کہلا سکوں۔ اس سلسلے میں سرخوش نے کلمات الشعراء میں ایک حکایت بیان کی ہے پڑھیے اور دونوں کے خلوص کا اندازہ کیجئے۔ سرخوش لکھتے ہیں۔

"روزی بخانۂ میرزا قطب الدین مائل مجلس شعر خوانی گرم بود۔ حکیم صاحب و ملا محمد سعید اشرف و غیاث الدین منصور فکرت باہم صحبت میداشتند۔ بفقیر تکلیف شعر خواندن کردند۔ این مطلع تازہ گفتہ بودم۔ خواندم ؎

کی توانم دید زاہد جام صہبا بشکند میپرد رنگم حبابی گر بدریا بشکند

ہمہ صاحب سخنان زبان آفرین و تحسین کشودند و حکیم صاحب تا نصف شب این مطلع بر زبان داشت ومیگفت سبحان اللہ در ہند مردی پیدا شود کہ چنین شعر میگوید۔ روز دیگر در خانۂ دانشمند خان بشاہ ماہر دوچار شدہ گفت دیروز سرخوش شاگرد شما مارا محظوظ کردہ۔ بسیار صاحب تلاش و خوش فکر است۔ بارک اللہ خوب تربیت کردہ اید۔ شاہ گفت او کی شاگرد من است۔ ما باہم یاریم پیش یکدیگر شعر میگذرانیم۔ حکیم گفت او بجد میگفت کہ من شاگرد شاہ ماہرم۔ فرمود کہ از راہ بزرگ زادگی خود تواضعاً میگفتہ باشد والا من کی لیاقت استادی او دارم۔ چون فقیر بخدمتش رفت۔ فرمود کہ چرا گفتید کہ من شاگرد ماہرم۔ این برای شما خوب نیست و مرا خود فخر است کہ چون تو شاگرد داشتہ باشم۔ جمعی بلند فکر نیز ہستند کہ مرا و شعر مرا در نظر نمی آرند۔

شاگرد مرادر چشم ایشان چہ قدر و منزلت خواہد بود شعرا شاگرد خدا یند۔"

مرزا محمد علی ماہر کے علاوہ سرخوش خورد سالگی کے زمانہ میں کچھ دن منعم حکاک شیرازی کی خدمت میں بھی مشق سخن کرتے رہے۔ نیز میر معز موسوی خان کی صحبت سے بھی فیض حاصل کیا۔ بلکہ خان آرزو لکھتے ہیں۔ کہ ہر چند شاگرد محمد علی ماہر است اما استفادہ تمام در خدمت میر معز فطرت المخاطب بموسوی خان نمودہ" میر معز بھی سرخوش کی خداداد قابلیت سے بہت متاثر تھے۔ اور اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ "در ہندستہ شاعر دیدم غنی و ناصر علی و سرخوش۔"

ملازمت

شروع میں عبداللہ خان زخمی شاہجہانی کی سرکار میں بعض کارخانجات کی خدمات انجام دیتے رہے۔ خان مذکور کی وفات کے بعد شاہی ملازمت اختیار کی اور صاحب منصب ہوئے۔ اس منصب کی نوعیت معلوم نہیں۔ صرف اتنا معلوم ہے کہ یہ منصب آپ کو نواب بخشی الممالک روح اللہ خان کی وساطت سے حاصل ہوا۔ چنانچہ خود لکھتے ہیں۔

"دران ایام کہ خدمت خان سامانی سرکار عالم مدار داشت فقیر در مدحش قصیدہ . . . . فرستاد۔ نواب خوشوقت شدہ برای فقیر خدمتیکہ دلخواہ بود تجویز فرمود حاکم معزول پیغام داد کہ اگر بحال شوم دو ہزار روپیہ نذر میگذرانم۔ فرمودہ کہ حالا بسرخوش دادم۔ بیست و ہفت سال است کہ بسبب آنخدمت در دارالخلافہ بآسودگی تمام بسر بردہ ہزاران بہم رسانده و خوردہ۔"

۱۰۸۷ھ میں آپ کو حسن ابدال میں مشرفِ عدالت کا عہدہ تفویض ہوا جس کی تاریخ آپ نے "اشراف عدالت" بیان کی ہے۔

گوشہ نشینی

سرخوش کی طبیعت شروع سے ہی درویشانہ تھی۔ اہل اللہ کی خدمت کا جذبہ آپ کو والدین کی طرف سے وراثت میں ملا تھا۔ رفتہ رفتہ طبیعت کا یہ میلان بڑھتا گیا اور آخر کار گوشہ نشینی اختیار کر کے خدمت درویشاں میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔ لیکن ان کی گوشہ نشینی سے ترک دنیا مراد نہیں۔ بلکہ ان ایام میں بھی باقاعدہ اپنے فرائض منصبی بجالاتے رہے۔ چنانچہ خود لکھتے ہیں۔

"کچند در عالم جوانی درپی دولت و دُنیا و تلاش منصب و جاہ سرگردانی بسیار کشید۔ آخر بتوفیق اللہ در شاہجہان آباد گوشۂ عزلت اختیار نمودہ خدمت درویشانرا سرمایہ سعادت دانست۔"

ایک نسخہ میں یہ الفاظ ملتے ہیں۔

"آخر چون دید کہ سعی بجای نرسید بوسیلہ خدمتی بعلوفہ قلیل قناعت نمودہ در شاہجہان آباد پای در دامن عزلت کشید۔"

تصوّف و عرفان

سرخوش شاعری کے علاوہ عرفان کے میدان کے شہسوار بھی تھے۔ میر معزؔ اور دیگر معاصرین آپ کی بزرگی کے قائل تھے۔ جب کبھی میر معزؔ کے ہاں تشریف لیجاتے میر صاحب درس علوم عربی موقوف کر دیتے اور طلباء سے کہا کرتے تھے کہ کتابیں اُٹھا لو۔ اب ہم سرخوش سے شعر و علم تصوف کے متعلق باتیں کریں گے۔ سرخوش نے کلمات الشعراء میں اپنی خلافت و سجادہ نشینی کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

"فقیر تاریخ خلافت و سجادہ نشینی خود را بیان واقع بتعمیہ لطیف درست کردہ در رُباعی بستہ۔

سرخوش چو رسید کار فقرش بکمال — مرشد دادش خلافت از استقبال
روی طلب آورد جہانی بہ نیاز — تاریخ شدہ خلیفۂ شاہ جلال"

کار خیر

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ سرخوش آسودگی و خوشحالی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ مال و زر کی کمی نہ تھی۔ اپنی رہائش کے لئے دو حویلیاں حوض و فوّارہ وغیرہ بنوائے ہوئے تھے۔ اسکے علاوہ طبیعت میں فیّاضی کا مادہ کثرت سے تھا۔ کار خیر میں فراخدلی کے ساتھ حصّہ لیتے تھے۔ چنانچہ ایک مسجد کا ذکر کلمات الشعراء میں کرتے ہیں۔ جو انہوں نے اپنے مکان کے سامنے تعمیر کرائی اور جس کی تاریخ مندرجہ ذیل رُباعی میں بیان کی۔

چون گشت زفضل ایزد عزّ و جل — آراستہ این مسجد پر زیب و حلل
اندیشہ ز طبع سال اتمامش خواست — دل گفت کہ مسجد محمد افضل

۱۱۱۰ھ

شکایت زمانہ

باوجود بزرگ زادگی و قناعت پیشگی سرخوش امرائے عہد کی ممسک مزاجی کے شاکی ہیں۔ فرماتے ہیں۔

"وحق تعالیٰ ما را در زمانہ انداختہ کہ ہر چند زمین را بآسمان دوختم روی ولی بلکہ توجہی ہم از کسی ندیدم تا بہ صلہ چہ رسد ؎

بران گروہ بہ باید گریست کز پس ما حکایت کرم روزگار ما گویند"

کلمات الشعراء میں اس قسم کی متعدد مثالیں ملتی ہیں جہاں سرخوش نے اپنے ممدوحین سے شاعرانہ حسن طلب کے ذریعہ عنایت و کرم کی درخواست کی اور جب کچھ نہ ملا تو ہجو لکھ کر دل کا بخار نکالا۔ یہاں صرف ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

"یکی از صاحب ہمتان زمانہ ما بخشی الممالک ہمت خان بود۔ فقیر مدتی خدمت او کردہ۔ ساقی نامہ و تعریف خسخانہ بنام وی گفت۔ دران مثنویہا داد معنی دادہ تلاشہا کردہ۔ این دو بیت از خسخانہ است ؎

سرانگشتش بجود از یک اشارت زہد سرمایہ دریا بغارت

بُدرہ کی ہمتش دستی رساند کہ آب بستہ را ناپاک داند

یک روز مہربان شدہ فرمود کہ چو بہار ی رفتہ خانہ سرخوش دیدہ بیاید۔ رو بمن کرد و گفت یکدست خلعت و یک راس اسپ برای شما علیحدہ کردہ ام۔ چون مختصر بیست بخانہ شما میفرستم۔ دیگر بہ در تغافل زد۔ چند روز فقیر از خانہ برنیامد کہ مبادا عطیۃ الیشان بیارند و مرا در خانہ نیابند انتظارہا کشید آخر معلوم شد کہ قول آن ترک بکار بردند کہ شاعری در مدحش قصیدہ گفتہ آوردہ در مجلس برخواند ترک شنیدہ محظوظ شد و گفت فردا بیا چند من غلہ بتو میدہم۔ شاعر دوم صبح بار بردار و جوال و ریسمان بر در خانہ اش برد۔ ترک از خواب بیدار غ برخاستہ بیرون آمد شاعر گفت بموجب فرمودہ بار بردار وغیرہ لوازم برای بردن غلہ آوردہ ام۔ امیدوار عنایتم۔ گفت عجب مرد ابلہ بودہ تو دیروز حرفی گفتی مرا خوش آمد۔ من نیز حرفی گفتم ترا خوش آمد۔ بار بردار و جوال و ریسمان چہ دخل دارد۔

فقیر نیز بیک رُباعی رسوای عالمش ساخت

ای پنجۂ تو ز دامن ہمت دور — بر دولت بی فیض و دماغ مغرور
بی ہمتی و نام تو ہمت خان است — بر عکس نہند نام زنگی کافور"

اولاد

سرخوش نے کلمات الشعرا میں صرف ایک لڑکے کا ذکر کیا ہے۔ جس کی پیدائش کی تاریخ "اکملِ محمد افضل" بیان کی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ فرزند ۱۰۹۴ھ میں پیدا ہوا اور اس کا نام غالباً محمد اکمل ہوگا۔ خان آرزو نے بھی سرخوش کے ایک بیٹے کا ذکر کیا ہے جس کا نام فضل اللہ بتلاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ

"بعد از و شعر میگفت و ہنر تخلص مینمود و در عین شباب جہان گذران را وداع نمود"

گلِ رعنا کے مصنف نے فضل اللہ کا تخلص خوش تر لکھا ہے۔ اور اس کو پسر میانہ بیان کیا ہے۔

شاگردان

سرخوش کے شاگردوں میں سے زیادہ شہرت سفینۂ خوشگو کے مصنف بندرابن داس خوشگو نے حاصل کی جو خود اپنے بیان کے مطابق چودہ سال کی عمر میں ان کے شاگرد ہوئے۔ ان کا تخلص خوشگو بھی سرخوش کا مقرر کردہ ہے۔ (یہی خوشگو بعد میں خان آرزو کے شاگرد ہوئے) ان کے علاوہ جن شاگردوں کا ذکر کلمات الشعرا میں درج ہوا اُن کے اسماء یہ ہیں:۔

حافظ محمد جمال تلاش۔
بیغم بیراگی۔ (یہ بھی ہندو تھے)
شیخ سعد اللہ گلشن۔
عبدالرحیم کمگو کشمیری و حکم چند ندرت

وفات

سرخوش نے ۷۰ سال کی عمر میں محمد فرخ سیر بادشاہ کے عہد میں ۱۱۲۶ھ میں دہلی میں وفات پائی اور متصل قدم رسول مدفون ہوئے۔ لالہ سکھراج سبقت نے "افضل دہر" سے اور حکم چند ندرت نے "از جہاں رفت آہ عارف پاک" سے تاریخ وفات نکالی۔ آخری عمر میں ضعف بصارت کی وجہ سے

لکھنے پڑھنے کا کام موقوف ہو چکا تھا۔ اور آپ بالکل خانہ نشین ہو گئے تھے۔ خان آرزو نے اوائل عہد فرخ سیر یعنی سرخوش کی وفات سے دو تین سال قبل ان سے ملاقات کی اس ملاقات کے تاثرات خان آرزو نے اس طرح بیان کئے ہیں۔

"سرخوش از شعرائے قرار دادۂ ہندوستان است۔ نسخہ کلمات الشعرا تصنیف نمودہ خیلی معنی یاب و انصاف گزین بود فقیر آرزو در اوائل سلطنت محمد فرخ سیر بادشاہ شہید بہ خدمت او رسید و چوں از حلیہ بصارت در آن وقت مردم چشمش عاری شدہ بود۔ دیوان خود را بالفضل اللہ نام پسر خود کہ بعد از شعر میگفت و ہنر تخلص می نمود و در عین شباب جہان گذران را وداع نمود۔ داد کہ پیش فقیر بخواند۔ فقیر گفتم میرزا صاحب نور چشم این معنی دارد۔ باری بعد از فراغ خواندن باین عاجز تکلیف شعر فرمود۔ من جوان بودم از راہ ادب عذر ہمراہ نداشتن سفینہ آوردم۔ آن مرد بزرگ بجد شد ناچار این بیت خواندم ؎

افتادگیست مایۂ نشو و نمای من
تخلم چو گرد باد ز خاک آب میخورد

و این رباعی نعت

امی لقبی کہ ہست دارای سخن از عجز کلیم شد بوصفش الکن
از بسکہ جہاں کرد از و کسب علوم گردید سواد سایہ اش ہم روشن

بمجرد شنیدن سر مرا در کنار گرفت و بر پیشانی بوسہ داد و فرمود کہ تا حال فکر ہیچ نوجوانی باین پایہ ندیدہ ام۔ بہر حال خدا لیش بیامرزاد۔ انصافی کہ در مزاج آن عزیز بزرگ دیدہ شد کم بنظر آمدہ۔ در طبع میرزا بیدل خود عشر عشیر آن نبود۔ شعرش با یران رسیدہ و نصر آبادی داخل تذکرہ نمود۔ ہر چند شاگرد محمد علی ماہر است اما استفادۂ تمام در خدمت میر معز فطرت المخاطب بموسوی خاں نمودہ و کفی بہ شرفا با میرزا عبد القادر بیدل معاصر و ہمطرح بود رباعیات او خیلی معانی تازہ دارد و بسیار عارفانہ گفتہ۔ سال سیوم یا چہارم محمد فرخ سیر بادشاہ از جہان رفتہ۔ رحمۃ اللہ علیہ مطلع غزل سر دیوان او اینست و بسیار خوب و با دا گفتہ ؎

بہم ناید چو گل از خندۂ شادی دہان ما
چہ خوش نامی برآمد اللہ اللہ از زبان ما

منصف مزاجی

خان آرزو نے سرخوش کے انصاف کی بہت تعریف کی ہے۔ یہاں پر ایک مثال بیان کی جاتی ہے جس سے آپ کی منصف مزاجی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ کلمات الشعرا میں میر معز کے ذکر میں لکھتے ہیں۔

"در حسن ابدال غلغلہ ایں مطلع در شعرای پای تخت انداخت ؎

میر معز — ہیچکس آگہ ز شرح اشتیاق ما نشد — نامۂ ما چون زبان لال ہرگز وا نشد

سرخوش — ہیچ دل از زینت دنیا نشاط افزا نشد — عقدۂ کار کس از دندان گوہر وا نشد

اکثر شعرای اردوی معلی مثل شیخ عبدالعزیز عزت تخلص و میر محمد زمان راسخ وغیرہ بجد میگفتند کہ تو بہ از میر گفتہ من گفتم کہ میر بہ از من گفتہ۔ فکرہا میکردند و غورہا می نمودند کہ آیا بچہ سبب مطلع میر بہ از مطلع اینست۔ میر ہم شنید ہیچ در نیافت بعضی میگفتند کہ چوں وے از شاگردی میر میزند تواضعاً میگوید۔ آخر ہمہ گفتند کہ ما در نمی یابیم باری خود بیان کن گفتم کہ تشبیہ میر کہ نامۂ پیچیدہ را بزبان لال دادہ تازہ است و از من متعارف ہزار کس گوہر را بدندان و دندان را بگوہر تشبیہ دادہ۔ میر بسیار محظوظ شد و یاران نیز قبول کردند و گفتند زہی طبع منصف۔"

تصنیفات

بندرابن داس خوشگو اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ سرخوش کی کلیات قریباً پینتالیس ہزار اشعار پر مشتمل ہے اور ان کی دیگر تصنیفات مندرجہ ذیل ہیں:۔

(نظم) مثنوی نورٌ علیٰ نورٌ۔ جو انہوں نے مولانا روم کی مثنوی کے تتبع میں لکھی:۔

مطلع:۔ شیشہ از قلقل حکایت می کند۔ غمزۂ ساقی روایت می کند

مثنوی حسن و عشق مشتمل بر قصۂ سسی و پنوں

ساقی نامہ

مثنوی قضا و قدر

مثنوی در بعض خصوصیات ہندوستان
جنگ نامہ محمد اعظم شاہ
(نثر) جوش و خروش
کلمات الشعراء

دیباچۂ دیوان
(دیوان میر معزو ناصر علی سرہندی کی تدوین بھی سرخوش نے کی)
ان کے علاوہ خود سرخوش نے کلمات الشعرا میں اپنی مزید دو تصنیفات کا ذکر کیا ہے۔
(۱) مثنوی در تعریف خسخانہ۔
(۲) رسالہ روائح کہ در تتبع لوائح مولوی جامی نوشتہ۔

گل رعنا کے مصنف کا بیان ہے کہ سرخوش کے دو دیوان تھے شعر قدیم و شعر جدید جن میں قصائد، غزلیات، رباعیات اور متفرق نظمیں تھیں لیکن یہ تصنیفات سرخوش کے فرزندوں کی بے احتیاطی کی وجہ سے تلف ہو چکی ہیں۔

جملہ تصنیفات میں سے صرف تذکرۂ کلمات الشعرا ہے جو دستبرد زمانہ سے بچ کر آج ہمیں سرخوش سے روشناس کراتا ہے۔ باقی تصنیفات کے اتلاف کا باعث خواہ وہ ہو جو گل رعنا میں درج ہے یا کچھ اور یہ حقیقت ہے کہ ان کا وجود صفحۂ ہستی سے ناپید ہو چکا ہے۔ دیوان کے متعلق سرو آزاد کے ایڈیٹر نے حاشیہ پر لکھا ہے کہ کلکتہ میں طبع ہوا لیکن باوجود سعی بسیار اس بات کی تصدیق نہ ہو سکی[1]۔

خصوصیات کلام

اب ہمارے پیش نظر سرخوش کے کلام کا صرف وہ حصہ رہ جاتا ہے جو مختلف تذکروں میں درج ہے (یہ صرف معدودے چند اشعار ہیں) یا خود کلمات الشعرا میں جو کچھ درج ہے۔ اس قلیل مواد پر سرخوش کے کلام پر قطعی رائے قائم کرنا دشوار بھی ہے اور نامناسب بھی۔

---

[1] غالباً سرو آزاد کے ایڈیٹر نے مرزا یحییٰ خان سرخوش کا دیوان دیکھا ہے جو ۱۹۰۶ء میں حبل المتین پریس کلکتہ میں طبع ہوا تھا۔ یہ سرخوش مظفر الدین شاہ قاچار کے عہد کا ایرانی شاعر ہے۔

تاہم معاصرین اور قریب الوقت تذکرہ نگاروں کے الفاظ کی روشنی میں سرخوش کے باقی ماندہ کلام سے جو کچھ اخذ کیا جاسکتا ہے۔ سپرد قلم کیا جاتا ہے۔

پختگی، برجستگی و جدّت طرازی سرخوش کے کلام کی امتیازی خصوصیات ہیں۔ قدما کی طرز سے رغبت نہ رکھتے تھے۔ طبیعت کا میلان تلاش معانی کی طرف زیادہ تھا میر معز اور میرزا محمد علی ماہر اکثر ان کی تلاش کی داد دیا کرتے تھے۔ ان دونوں بزرگوں کے علاوہ میرزا بیدل اور ناصر علی سرہندی سے اکثر طرحی مشاعرات ہوتے رہتے تھے جن میں تمام معاصرین سرخوش کی غزلوں کو بہت سراہا کرتے تھے۔ ان کا کلام زیادہ تر عارفانہ ہوتا تھا۔ بدیہہ گوئی میں ان کو خاص مہارت حاصل تھی۔ خود سرخوش کو اس بات کا احساس تھا کہ معاصر شعرا میں ان کا کوئی عدیل نہیں۔ اس احساس کا اظہار خود کلمات الشعرا میں اس طرح کرتے ہیں۔

"شبی فقیر در خواب می بیند کہ مرد بزرگ عصا در دست گرفتہ ایستادہ است۔ میرزا خلیل مذکور (یہ سرخوش کے ہمعصر تھے۔ ان کا ذکر کلمات الشعرا میں درج ہے) فقیر را ملازمت ایشاں میکنانند و میگوید حضرت سلامت سرخوش است شاعرے از میرزا میپرسم کہ ایں کدام بزرگی است۔ میگوید حضرت مرتضیٰ علی ولی اللہ کرم اللہ وجہہ۔ من دویدہ سر بر قدم مبارکش گذاشتم۔ دست بر پشت من زدہ سرا بر داشتہ فرمودند کہ سرخوش ہمچو تو شاعری در عہد تو کس نخواہد بود و فقیر مدتی در تردد بود کہ قول شاہ ولایت چنیں است حال آنکہ ہمچو من در عصر من اکثر اعزّہ ہستند۔ میرزا محمد کہ ہکسر کہ از اہل اللہ بود گفت کہ تو ہم شاعر و ہم عارف صاحب وصفت کمالی بیت

قدرہا باید کہ تا یک کودکی از راہ عقل عارف کامل بود یا شاعر شیریں سخن

میرزا بیدل گفت شاعری عبارت از معنی تازہ یابست ہمچو تو صاحب تلاش در عہد تو نیست"

تاریخ گوئی

سرخوش کو تاریخ گوئی میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ راسخ۔ ملا مفید بلخی۔ صائب۔ ناصر علی سرہندی محمد علی ماہر۔ میر معز وغیرہ بہت سے اعزّہ کی تاریخ وفات نہایت لطیف پیرایہ میں بیان کی۔ یہ سب اور ان کے علاوہ بہت سی تاریخیں کلمات الشعرا میں درج ہیں۔

ہجو

ہجوگوئی کی ایک مثال اوپر درج ہو چکی ہے۔ یہاں ہجو کے متعلق سرخوش کا عقیدہ درج کیا جاتا ہے۔
"اگرچہ ہجو گفتن شعار نیست و زبان را بمذمت این ناکسان آلودن عار می داند و مقرر شعر است که قابل مدح را قابل ہجو نیز میدانند و دولتمندان این زمانہ نہ قابل مدح اند و نہ قابل ہجو اما بہر حال ہجو شان لازم است ؎

جز ہجا کلک سزاوار نیست | مار کہ زہرش نبود مار نیست
گاو لیست زبین گرفتہ بر شاخ | بر پوزش عقربی نمایان
پیچد بسرش چو باد نخوت | نیشی زندش با مر یزدان
آن گاو پیش اہل دانش | صاحب دولت بود بدوران
اینہم ز غرور حشمت و جاہ | بر تابد چونکہ سر ز فرمان
بر پوزش ہست نیز لازم | نیش ہجوی ز نکتہ سنجان

خودستائی

اگرچہ نقاد نگاہوں کو سرخوش کی تحریر میں جا بجا خودستائی کی جھلک نظر آئیگی لیکن اسکے لئے سرخوش کو مطعون کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ تنقید کرتے وقت مبحث کے ماحول اور رواج زمانہ کو نظر انداز نہ کرنا چاہیئے۔ سرخوش بدقسمتی سے ایسے زمانہ میں ہوئے جبکہ ہندوستان میں شعر و شاعری ارباب دولت کی سرد مہری کا شکار ہو چکی تھی۔ بادشاہ کا زہد خشک شاعروں کی تر دامنی کا متحمل نہ تھا۔ اور بمصداق الناس علی دین ملوکہم امرائے عہد اپنے بادشاہ کی روش کی پیروی کرتے ہوئے شاعروں کی قدر افزائی تو درکنار ان کے پرسان حال بھی نہ ہوتے تھے۔ ان دنوں حالات اگر سرخوش کو اپنے مرتبہ شاعری کا اظہار کرنے کے لئے دو چار کلمات کہنے پڑے تو اس کے لئے انہیں مطعون کرنے کے بجائے ہمیں ان کا ممنون ہونا چاہیئے۔

کلمات الشعرأ

سبب تالیف

کلمات الشعرا کا سبب تالیف خود سرخوش نے وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔
پوشیدہ نماند عزیزانی کہ پیشتر بتالیف وترتیب تذکرۂ شعرا پرداختہ اند ابتدا از احوال و
اشعار حکیم رودکی کردہ تا بسخنوران عہد خویش رساندہ اند۔ اکثر تواریخ و تذکرہ تا زمان عرش
آشیان اکبر بادشاہ رقمی گشتہ در ہر تاریخ احوال ایشان مسطور است و در ہر تذکرہ
ذکر ہمیں ہا مرقوم۔ بخاطر فاتر گذشت کہ از روی نوشتہ یکدیگر سواد برداشتن و
نقل نویسی کردن لطفی ندارد ے

مکرر گرچہ سحر آمیز باشد
طبیعت را ملال انگیز باشد

مناسب چنان می نماید کہ چوں دریں ایام رواج سخنان رنگین خیالان و معنی تازہ یابان
بسیار است و اشعار جواہر عیار ایشان بیاضی بر روی کار اگر بترتیب احوال و تدوین اقوال
ایشان سعی نمودہ آید بہ بجاست لہٰذا شمۂ از احوال و اقوال سخن سنجان عصر نورالدین
جہانگیر بادشاہ تا نازک خیالاں عہد عالمگیر شاہ کہ پایۂ معنی یابی را بمعراج کمال رساندہ
اند و فقیر سرخوش فیض صحبت اکثری دریافتہ و با بعضی نسبت ہمعصری داشتہ
آنچہ بگوش خوردہ کم و بیش موافق ترتیب حروف تہجی بقید قلم و ضبط رقم در آوردہ بہ
کلمات الشعرا موسوم گردانید و تاریخش نیز از نام برآوردہ ؎

سن تصنیف

مندرجہ بالا عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ کلمات الشعراء تاریخی نام ہے۔ اس کے
معنی یہ ہیں کہ یہ تذکرہ ۱۰۹۳ھ میں لکھا گیا۔ لیکن اس میں بعض حالات ۱۱۱۵ھ تک کے

ملتے ہیں مثلاً اس میں ناصر علی کی وفات کا ذکر ہے جو سنہ ١١٠٨ھ میں واقع ہوئی نیز سرخوش اپنے ایک برادر زادہ جس کا نام اسد اللہ ہے کی تاریخ پیدائش "شیر خدا" لکھتے ہیں جو بحساب ابجد سنہ ١١١١ھ ہوتی ہے۔ ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تذکرہ سنہ ١١١٥ھ میں یا اس کے بعد دوبارہ مرتب کیا گیا۔ اس بات کی تصدیق مندرجہ ذیل الفاظ سے بھی ہوتی ہے جو نسخہ (ہ) کے خاتمہ پر تحریر ہیں ۔

"از وقتیکه به تسوید این نسخهٔ غریبه پرداخته ام چهار پنج مسوده بدستخط خود نگاشته مرتب ساخته ام۔ هر مسوده را یاران از غایت شوق بی رفت و روب نظر ثانی دست بدست نقل گرفته بردند و جا بجا شهرت داده۔ اگرچه مقصود حاصل گشت اما در کثرت عبارات تغیر و تبدیل واقع گشته و اشعار بعضی اعزه دیگر داخل شده۔ قصه کوتاه که این نسخه ناسخ جمیع مسوده هاست هر که سابق دارد بشوید و این را بجای آن برابر دارد۔ از کاتب این نسخه التماس آنکه بنوعی که فقیر قطعه را نظم و نثر را نثر نوشته همین قسم سطر موافق سطر بنگارد۔ والسلام[١]۔

شہرت و اہمیت

سرخوش کی زندگی میں ہی اس تذکرہ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ لوگ ہاتھوں ہاتھ اس کی نقلیں اتار کر لے جاتے اور دور و نزدیک اس کی اشاعت کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ سرخوش کی دیگر تصنیفات کا جو حشر ہوا یہ تذکرہ اس سے بچ گیا۔ اور آج اس کے نسخہ جات اس کثرت کے ساتھ پائے جاتے ہیں کہ کوئی مجموعہ مخطوطات فارسی ایسا نہیں جس میں اس کے نسخے موجود نہ ہوں نیز فارسی تذکروں میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جس کے نسخے اس کثرت سے ملتے ہوں ۔

اس کی اہمیت کے متعلق صرف یہی کہنا کافی ہے کہ یہ اپنی قسم کا واحد تذکرہ ہے جو اس زمانہ کے شعرا کے حالات سے ہمیں روشناس کراتا ہے جبکہ یہ طبقہ کس مپرسی

---

[١] افسوس ہے کہ کاتب نسخہ (ہ) نے مصنف کی التجا کو ملحوظ نہ رکھا کیونکہ اس میں بھی وہی خامیاں پائی جاتی ہیں جنہوں نے سرخوش کو دوبارہ نظر ثانی پر مجبور کیا مثلاً اس نسخہ میں بھی آمالی کے بیان میں نظیری نیشاپوری کے شعر درج ہیں ۔

کے عالم میں تھا۔ اور امرائے عہد کی زہرہ گداز بے اعتنائی کے طفیل اپنی روشنی طبع کا ماتم کرتے ہوئے تقریباً ہر شاعر عزلت گزین ہو چکا تھا۔ کلمات الشعرا کی ورق گردانی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ عالمگیر کا زمانہ ہندوستان میں شعر و سخن کی کسادبازاری کا زمانہ ہے۔ لیکن اس زمانہ میں اچھے شاعروں کی کمی نہ تھی کمی تھی تو محض قدردانوں کی۔

مآخذ

کلمات الشعرا میں جن شاعروں کا ذکر ہوا ہے اُن میں سے اکثر و بیشتر سرخوش کے ہمعصر تھے۔ بہت سے ایسے تھے جن سے سرخوش کو ملاقات کا شرف حاصل تھا۔ اس لئے یہ تذکرہ زیادہ تر مصنف کے چشمدید حالات پر مبنی ہے۔ مزید برآں اس کو مرتب کرنے میں سرخوش نے میر معز موسویخاں کی بیاض موسوم بہ گلشن فطرت۔ بیاض محمد علی ماہر اور بیاض محمد زمان راسخ سے کافی مدد حاصل کی۔ اس میں جو اشعار درج ہیں وہ انہی تین استادان سخن کے انتخاب کردہ ہیں۔

طرزِ تحریر

یہ تذکرہ بہت آسان وسادہ عبارت میں لکھا گیا ہے۔ سرخوش نے عام فہم لیکن صاف و شستہ انداز میں اختصار کے ساتھ اپنا مطلب بیان کیا ہے۔ غیر ضروری عبارت آرائی اور لفاظی سے حتّی الامکان پرہیز کیا گیا ہے۔

نسخہ جات

میرے تصرّف میں کلمات الشعرا کے پانچ نسخے تھے۔ چار نسخے پروفیسر شیرانی کے مجموعہ میں ہیں اور ایک پنجاب یونیورسٹی کے مجموعہ میں۔ یہاں پر ان نسخوں کے متعلق چند الفاظ تحریر کرنا غیر مناسب نہ ہوگا۔

نسخہ (ا) مجموعہ شیرانی عـــ۱۴۹۲ خوشخط نستعلیق کل ورق ۱۰۹ نقطے ندارد۔ جہاں دیئے بھی ہیں تو بے ترتیبی سے۔ کہیں کہیں املا کی غلطیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ کاتب کا نام اور نسخہ کی تاریخ درج نہیں۔ خاصا پرانا معلوم ہوتا ہے۔ مکمل ہے۔

نسخہ (ب) مجموعہ شیرانی عـــ۱۴۹۳ نہایت خوشخط نستعلیق۔ شعرا کے نام سُرخ سیاہی سے

لکھے ہیں۔ شروع میں کئی نام چھوٹے ہوئے ہیں۔ طرزِ تحریر (ا) سے بالکل مختلف ہے۔ کہیں کہیں ترتیب میں بھی فرق ہے۔ حالات و واقعات میں بھی کمی بیشی پائی جاتی ہے۔ کاتب کا نام و سنِ تحریر درج نہیں۔ زیادہ پرانا معلوم نہیں ہوتا۔

نسخہ (ج) مجموعہ پنجاب یونیورسٹی۔ نسخہ دہم شہر رمضان ۱۲۶۱ھ معلوم ہوتا ہے کہ کاتب نے اختصار سے کام لیتے ہوئے بہت سے حالات و واقعات کو نظر انداز کر دیا ہے۔

نسخہ (د) مجموعہ شیرانی ع ۱۹۹۹ ناقص ہے۔ تاریخ درج نہیں۔ کافی پرانا معلوم ہوتا ہے۔ کچھ صفحات کم ہیں۔ ترتیب غلط ہے۔ اس پر ایک مُہر ثبت ہے جس پر "غلام حسین ۱۲۴۱ھ" لکھا ہے۔

نسخہ (ہ) مجموعہ شیرانی ع ۱۴۹۴ مکمل ہے۔ نسخہ (ا) سے بہت ملتا جلتا ہے۔ دستخط کی عبارت یہ ہے۔

"ہزاران شکر و سپاس بجناب رب الناس کہ بمین توفیق رفیقش نسخہ کلمات الشعرا تصنیف محمد افضل متخلص سرخوش بعون اللہ تعالیٰ مالک الملک ذی الجلال والکرام بیدک الخیر وھو علیٰ کل شیٍ قدیر۔
بتاریخ پنجم ماہ رجب المرجب ۱۲۵۴ھ از دست خیریت خان صورت اتمام پذیرفت"

ان نسخوں کا آپس میں اس قدر اختلاف ہے کہ مجھے اس کے مرتب کرنے میں جو دقتیں پیش آئیں وہ میں ہی جانتا ہوں اسی وجہ سے اس پر بہت سا وقت صرف ہو گیا۔ اس کے باوجود بہت سے مقامات ایسے رہ گئے جو صاف نہیں ہوئے۔ ایسے مقامات نقل کر کے اپنے دوست مولوی غلام احمد نگلیبی کے پاس حیدر آباد میں بھیجے تاکہ وہ کتب خانہ آصفیہ کے نسخہ سے ان کا مقابلہ کر کے درست کریں۔ لیکن معلوم ہوا کہ کتب خانہ آصفیہ کا نسخہ نہایت بدخط شکستہ و ناقص ہے۔ جس کی عبارت پڑھی نہیں جاتی۔ تاہم انہوں نے کوشش کر کے ان عبارات کا مقابلہ کیا اور جو لفظ پڑھے نہ گئے اُن کی شکل اُتار کر بھیجی۔ افسوس ہے اس سے چنداں فائدہ نہ ہوا۔ بہرحال میں نے اپنی طرف سے پوری کوشش تصحیح پر صرف کی۔ اس میں مجھے کہاں تک کامیابی ہوئی یہ آپ دیکھ سکتے ہیں۔

دلاوری

فہرست کتب

فہرست مجموعہ مخطوطات انڈیا آفس
فہرست مجموعہ مخطوطات عجائب خانہ لندن۔ ریو
فہرست مجموعہ مخطوطات بانکی پور
فہرست مجموعہ مخطوطات اودھ۔ سپرینگر
جرنل رائل ایشیاٹک سوسائٹی جلد نہم
ماثر الکرام جلد دوم
نشتر عشق
مجمع النفائس
تذکرہ طاہر نصر آبادی
تذکرۂ حسینی
مرات الخیال
مخزن الغرائب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سخن جانست و دیگر گفتگو جانان[1] زمن بشنو   اگر می بخشد جان تازہ[2] خواہی سخن بشنو

بعد حمد سخن آفرینی کہ تقیفت[3] انسانی را بشرافت امتیاز نطق اشرف مخلوقات ساختہ و نعت نبی امی کہ نوک[4] قلم از عار شق نکردہ و بشق القمر پرداختہ۔ فقیر حقیر سرخوش واضح می کند و اند کہ سخن قدیم است ولایزال زیرا کہ کلام از جملہ صفات سنیۂ الٰہی است و چوں ذات قدیم ولایزال است صفاتش نیز می باید کہ قدیم ولایزال باشد۔ غرض تا بہار نطق در جوش است ہر زبان بالفاظ رنگا رنگ گلفروش۔ در جمیع افواہ و السنہ رتبۂ کلام موزون از ناموزون و نظم از نثر زیادہ و افزون است۔

بیت   آب بود معنی روشن غنی   خوب[5] گر بستہ شود گوہر است

گواہ صدق ایں دعوی مصرعۂ برجستۂ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ کہ دیباچہ طراز و عنوان آرای قرآن است و بیت برجستۂ بلند ابروان راجای بالای چشم ہای خوبرویان خوش نگاہان۔ حکما گویند کہ در بدن آدمی عجائب بسیار است۔ اما دو چیز بغایت غریب و نادر است کہ عقل در ادراک آں عاجز و قاصر است۔ اوّل جستن نبض کہ بی نطق خبر از اعتدال و اختلاف امزجہ میدہد و اطبا از ان سقم و صحت ابدان مطلع میگردند۔ دوم شعر یعنی کلام موزوں کہ گرہی بر باد بیش نیست۔ بیچہ فصاحت و بلاغت و لطافت و نزاکت ترکیب می یابد کہ موجب یادگار و باعث زندگی تام در روزگار میگردد۔ سخن سنجان بہ نسبت آن از ہمہ گہ ممتاز ند و بتلمیذ الرحمانی معزز و سرفراز چنانچہ ملا ظہوری فرماید۔

بیت   ز حیوان بنطق آدمی برتر است[6]   پس آدم ترا آنکو سخن ور تر است

نسبت شعرای کرام با نبیا علیہم السلام اقرب واقع است زیرا کہ رجوع ہر دو طائفۂ عالیہ ہمیشہ بمبدء فیاض و عالم غیب است چنانچہ مولوی نظامی در مخزن اسرار فرماید ؎

پیش و پس قلب صف کبریا   پس شعرا آمد و پیش انبیا

---

[1] د۔ جانان من بشنو [2] د۔ تازہ میخواہی [3] ج۔ خلقت [4] د۔ کہ از شق نوک قلم عار کردہ [5] ج صاف [6] د۔ بہتر

بیقین باید دانست که ذکر احوال و استماع اقوال این عالی فطرتان خالی از فائده کلی و منفعت تام نخواهد بود. و پوشیده نماند که عزیزانی که پیشتر بتالیف و ترتیب تذکرهٔ شعرا پرداخته اند ابتدا از احوال و اشعار حکیم رودکی کرده تا بسخنوران عهد خویش رسانده اند. اکثر تواریخ و تذکرهٔ تا زمان عرش آشیان اکبر بادشاه رقمی گشته. در هر تاریخ احوال ایشان مسطور است و در هر تذکره ذکر همین ها مرقوم بخاطر عاطر گذشت که از روی نوشتهٔ یکدیگر سواد برداشتن و نقل نویسی کردن لطفی ندارد ؎

مکرر گرچه سحر آمیز باشد طبیعت را ملال انگیز باشد

مناسب چنان می نماید[۱] که چون درین ایام رواج سخنان رنگین خیالان و معنی تازه یابان بسیار است و اشعار جواهر عیار ایشان بیاضی بر روی کار. اگر بترتیب احوال و تدوین اقوال ایشان سعی نموده آید بر بجاست[۲] لهذا شمهٔ از احوال و اقوال سخن سنجان عصر نور الدین جهانگیر بادشاه تا نازک خیالان عهد عالمگیر شاه که پایهٔ معنی یابی را بمعراج کمال رسانده اند. و فقیر سر خوش بفیض صحبت اکثر[۳] دریافته و بالبعض نسبت همعصری داشته. آنچه بگوش خورده کم و بیش موافق ترتیب حروف تهجی بقید قلم و ضبط رقم[۴] در آورده به "کلمات الشعرا" موسوم گردانیده و تاریخش نیز از نام بر آورده. هر که از نعمت الوان این خوان احسان فائده بردارد امید که این ریزه چین نزلهٔ کرم را بالفاتحهٔ خیر یاد آرد ؎

داخل[۵] اهل سخن نیست به پیش دانا هر که نامش نه بود در کلمات الشعرا

[۱] میر الهی

در عهد جهانگیر بادشاه از ولایت همدان بهندوستان آمده. شاعر نازک مزاج و خوش خیال بوده. دیوانی مشهور دارد. چون نام مبارک الهی تخلص کرده تعظیماً ابتدا از وی نموده شده. از وست ؎

روی در هم میکشد[۶] از روی ما آئینه هم چین پیشانیست گویا آیهٔ[۷] در شان ما

دهر انتقام آن کشد اکنون ز دشمن که داشت آسوده چند روز به پشت پدر مرا

نیم جو کام از فلک حاصل نشد کان تنگ چشم خوشه سان در کیسه پنهان میکند هر دانه را

ز بس طراوت رویش نمیتوان دانست که شبنم است بگل یا گره به پیشانی

---

[۱] ج: نماید [۲] برجاست [۳] لا: بعض [۴] تحریر شده [۵] د: داخل اهل سخن نیست بر اهل ذکا. آنکه فیضی نبرد از کلمات الشعرا [۶] د: میکند [۷] ب: آیتی [۸] ب: ما

۲ میرزا جلال اسیر

از نجبای ایران بود بهند نیامده. دیوانش مشهور است. اشعارش خالی از وقت آفرینی نیست از وست ؎

کدام روز که سرمشق انتظارم نیست — کدام شب که سر گریه درکنارم نیست
خاطرم زیر فلک از جوش تنگی گرفت — دامن این خیمهٔ کوتاه را بالا زنید
گشتم غبار و از سر کویت نمی روم — دیگر چه خاک بر سر طاقت کند کسی
شکستی کز دل افتادگان خیزد خطر دارد — مبادا شیشهٔ یارب ازین طاق بلند افتد

میان ناصر علی این دو بیتش را اکثر بر زبان داشت و محظوظ بود ؎

نکند فیض ادب رنج خموشی ضایع — هر سوالی که نکردیم جوابی وارد
شش جهت مشت غباری شد پر از گرفت — برق جولان که در خرمن خاک افتاد است

فقیر بجائی مشت غبار، مشت شرار مناسب تر میداند. گر قبول افتد۔

۳ میرزا ابراهیم ادهم

سید عالی نسب صفوی نژاد است. در زمان شاهجهان بادشاه بهند آمده. دیوانه مشرب و بی باک بود جنون ساخته داشت. با همه بزرگان بشوخی پیش می آمد طبعش بطرز ایهام میلی تمام داشت واز تمامی مثنوی زلالی سه بیت انتخاب کرده. الحق آن هرسه بیت انتخابیست. یکی در تعریف باغ و بهار گفته ؎

نزاکت آنچنانش نخل بستی — که بار رنگ شاخ گل شکستی

دویم در وصف اسپ باد رفتار گفته است ؎

ز جستن جستن او سایه در دشت — چو زاغ آشیان گم کرده میگشت

سویم در تاریکی شب دیجور میگوید ؎

کواکب می نمودی در زمانه — چو چشم گربه در تاریک خانه

گویند روزی در مجلسی وارد میشود. امرد پسری را در پهلوی عزیزی می بیند. رفته در طرف دوم آن عزیز

سه ب. کوپش سه لا. نقش،

می نشیند و اظهار گرمجوشی میکند و آشنائی بهم میرساند و آهسته گوشش میگوید که چه نسبت که این پسر را برای ماشته کنی؟ او گفت «صاحب چه می فرمایند این خود پسر منست» می گفت «همچنین اپس غلط کردم بدیگری می باید گفت» یک بیت در تعریف فقر خوب گفته از وست ؎

ایکه آرام دل خود بجهان می خواهی بعد درویشی اگر هیچ نباشی شاهی

من اشعاره ؎

جامه گلگونی که از خونریزیم آزرده نیست گر بنش دامن بگیرم[۲] خون من خنجر مژه نیست

چمن جویای وصل کیست کز جو در خیابانش سراسر سرو در چاک گریبان تا بدامانش

برای نثارش ز شرمندگیها اگر جان نمیداشتم مرده بودم

او هم صبح است وقت می نوشیدن شوم است بمخمور سحر خوابیدن

آن نشه که در می صبوحی بینی برخیز که در خواب نخواهی دیدن

امانی[۴]

۱ خان زمان خلف مهابتخان خانخانان سپهسالار طبع رسا داشت دیوانی رنگین گذاشته[۵] از وست ؎

گرنیم مائل رخسار تو حیرانی چیست ور ندارم سر زلف تو پریشانی چیست

در ره عشق صلاح از من سودا طلب کافر عشق چه داند که مسلمانی چیست

بیا دکعبه چه سر میزنی خدا اینجاست بطوف مرده کجا میروی صفا اینجاست

در باغ چسان توبه توان کرد امانی هر شاخ و گلی ساقی پیمانه بچنگ است

ظفر خان احسن[۵]

خلف رکن السلطنت خواجه ابوالحسن[۶] صاحب طبع عالی بود دیوانی رنگین با مثنوی پر مضامین ترتیب داده اکثر بصاحب صوبگی کشمیر و کابل عشرت اندوزی داشت وقتیکه ناظم کابل بود میرزا محمد علی صائب

---

[۱] ۸۔ بهاگنی۔ ب "تعینه" گنی۔ تنبه شدن در اصلاح بعضی بمعنی قبول کردن و راضی شدن است ما شدن تن در دادن (فرهنگ آنندراج) [۲] ج۔ بگیرم [۳] ب۔ جویان [۴] ب و ه۔ "در طبابت نیز وقوف راکار میفرمود" [۵] د۔ شیدا [۶] بعض نسخه ها مثل ب و ج۔ این دو بیت نیز دارد۔ ولی این هر دو بیت ازان نظیری نیشاپوری است۔ رجوع شود بدیوان نظیری ؎
زپای تا بسرش هر کجا که می نگرم کرشمه دامن دل میکشد که جا اینجاست
بغیر دل همه نقش و نگار بیمعنی ست همین ورق که سیه گشته مطلب اینجاست
[۷] د۔ هر شاخ گلی [۸] ج۔ ابوالحسن قزوینی۔ ۸۔ ابوالحسن تربتی

تبریزی بشوق دریافت صحبتش از ایران آمده مدتها گذرانیده خان قدردان در احوال پرداز لیش سعی موفوره بجا آورده بانواع مراحم و الطاف پیش می آمدند تذکرهٔ اشعار شعرای کامل که باوی رابطهٔ آشنائی داشتند مثل صائب و کلیم و سلیم و قدسی و سالک یزدی و قزوینی و دانش و میر صیدی وغیرهم که دران زمان کوس سخنوری مینواختند انتخاب هرکدام بخط او نویسانیده برپشت هر ورق صورت آن صاحب سخن نیز ثبت کرده بود یک ورق که برو شبیه کلیم بوده فقیر دیده و صورتش را زیارت کرده ام. از دست ؎

به تیغ بی نیازی تا توانی قطع هستی کن — فلک تا افکند از پا ترا خود پیش دستی کن

وله
بهر کجا که بهم[۱] وصف دوستان گوییم — برای یار فروشی دکان نمی باید[۲]

وله
از سبزهٔ تیغ بر کمر گل بهاریست — گر توبه خضر وقت شود جان نمی برد

ز بهر مستیم کی کار با جام شراب افتد — مرا از گفتگوی[۳] باده سرخوش می توان کردن

٨ عنایت خان[۴] آشنا

خلف ظفرخان جوان دلچسپ بود دستی در انشاپردازی نیز داشت. احوال سی ساله پادشاهی شاهجهان بادشاه غازی را از ملا حمید وغیره فصیح[۵] تر نوشته. اما به اعتقاد فقیر از منطوقهٔ "خیر الکلام ماقل و دل" این نیز بهره نداشت. از دست ؎

درد و درمان را ده گر عرض عشق او بجا — زخم بر داریم و بگذاریم مرهم را بجا

ناقصان هم بدرش چشم طمع دوخته اند — کور پیوسته نظر جانب بالا دارد

بنشین بگوشهٔ اگر آزردهٔ ز خلق — پای شکسته تو بجای نرفته است

در سبکساریست آسائش — سایه خوابیده قطع راه کند[۶]

نقل[۷]. گویند وا امروی صاحب جمال بوده. درایامی که خط سبزه پریزاد حسنش را ورشیشه کرده.
درویشی موزون طبع برائے دیدنش آمد چون بار نیافت این بیت نوشته اندرون فرستاد ؎

ناز بیجا چه کنی چون برخت ریش آمد — شرم کن شرم که روز سیه است پیش آمد

۱ـ ب، مستی ۲ـ ب، روم ۳ـ د، شاید ۴ـ د، عنایت خان احمد ۵ـ ح، واضح تر ۶ـ "الفقیر نیز ازین قبیل بیتی دارد - سرخوش. بوصل دوست محالست گر رسیدن ما. نرفته است بجائی ز خویش رفتن ما" ۷ـ در نسخهٔ "ب" این حکایت به احمد قمی منسوب است "

۷ آصف قمی

دیوانی مختصر دارد. در زمان شاهجهان بادشاه بهندوستان آمده[1] هیچ جا رشدی نیافت غیر از این مطلع ندارد ؎

شعله‌ایم اما ز دود دل سیه‌پوشیم ما | چون چراغ لاله می‌سوزیم و خاموشیم ما

این بیت او هم خالی از مزه نیست ؎

یک طرف صبح وجود و یک طرف شام عدم | در میان نور و ظلمت جوهر آئینه‌ام

۸ بکمالات صوری و معنوی ممتاز مولوی محمد سعید اعجاز

مجموعهٔ مکارم اخلاق و گل سر سبد النفس و آفاق است بیشتر عمر شریف اندر تحصیل علوم معقول و منقول و اکتساب فضائل میگذرد و بیشتر اوقات بشغل درس علوم دینی و افادت و افاضت مصروف است. گاه گاه بحسب صفائی ذهن و جودت طبع بفکر شعر نیز می‌پردازد و داد خوشخیالی و نازک بندی میدهد. درین بیت ناصر علی تصرف بجا کرده که همه اعزه پسند نموده‌اند ؎

خیال بیکسی من وفا بیادش داد | بجای شمع دل آورد بر مزارم سوخت

دل آوردن و سوختن اندک تردد داشت مصرعه. بجای شمع دل یار بر مزارم سوخت. گفته درست کرده و در وقت رفتن بلاهور مطلع عارفانه بکیفیت تمام گفته بود. بیت

کشیده‌ام ز جنون ساغری که هوش نماند | دگر معامله با پیر می‌فروش نماند

فقیر در جوابش مطلعی بعرصهٔ ظهور جلوه داده ؎

سر خوشی گداخت حیرت حسن او به خروش نماند | چو برگ گل ز تبسم بهم لب خموش نماند

من اشعاره ؎

خمار آلوده شوخی از چمن پیچیده دامان شد | شکست رنگ گل مهتاب را چاک گریبان شد

تقاضای تبسم گل میکند از انفعال او | نگاهی کز حیا دزدید شوخی های مژگان شد

شب که بی رو بتو گلشن غنچهٔ دل تنگ بود | شعلهٔ آواز بلبل آتشی در سنگ بود

برق جولانی که گرم صید از بن وادی گذشت | بر طپیدن های نبض جاده صحرا تنگ بود

---

[1] ک: هیچ جا رشدی نکرده. این شعر از نسخه ب ج، افتاده است. ب، م. ج: حسرت. ب، گر،

دل غمدیده را اسباب راحت[1] میشود کلفت — فتد از مرهم کافور گل در چشم داغ من
شکستم رنگ دل آئینه داران بی نشان جستم — در بهروی خود وا کردم و محو تماشایم

۹ ملا محمد سعید اشرف

از نقش خیالان زمان است در عهد مبارک عالمگیر شاهی از ولایت بهندوستان آمده. نواب زیب النسا بیگم خلف بزرگ بادشاه دین پناه از رهی قدردانی دستگیری احوالش نموده در ملازمت خویش نگاهداشته. معنی یاب خوش خیال است. اکثر تلاش بطرز ایهام میکند. عجب صاحب قدرت است که در خانهٔ میر معز موسوی خان دیده ام که نشسته باهم حرف میزند و سخنهای همدیگر می شنود و می خواند و قلم بر میدارد و مثنوی و غزل و رباعی تازه[2] بروی کاغذی نگارد گاهی سر بگریبان تفکر فرو برده مثنوی قضا و قدر قریب هفتصد بیت بهمین دستور بحضور یاران گفته و نوشته. و در وی تلاشها کرده و معنی های تازه یافته. در ماتم سوداگرزاده که پدر با مرده گفته ـــ

نبودی چون دران دریا میسّر — کف خاکی که افشانند بر سر
بیاری از سر مهر و یتیمی — فرستادی گهر گرد یتیمی

با میرزا صائب و میرزا طاهر وحید وغیرهم از سخنوران ثقهٔ ایران صحبتها داشته. و درین مصرع میرزا صائب ع ـ عیبی بعیب خود نرسیدن نمی رسید
رد نموده و پیش دخل بیجا کرده گفت یک بای دیگر میخواهد یعنی عیبی به بعیب خود نرسیدن نمی رسد میرزا صائب[3] و دیگران از حاضران بغور و فکر بسیار بکنه دقت این خطا واقف گشتند. من اشعاره ـــ

از تغافلهای پی در پی مگر یادش کنم — باز هم چندان به بخت خود که بیدارش کنم
خاکساری سرفرازی میشود در میکشی — شور مستی چتر می سازد دم طاوس را
چون[4] آن آبی که شوید طفل روی مشقی خود را — هزاران حرف در هر قطرهٔ اشکی نهان دارم
جلوهٔ نازت رسائی داد بیداد مرا — کوه تمکینت دو بالا کرد فریاد مرا
کی شود آزاد از زلف گره گیرش کسی — دانه زنجیر در دام است صیاد مرا

---

[1] ب: الفت [2] ب وج: تازه مضمون [3] در نسخهٔ "ب" این واقعه در ذکر میر معز موسوی خان مرقوم است و در نسخه "د" در ذکر محمد سعید اعجاز نوشته شده است [4] این بیت از نسخه "ج" افتاده است.

گرد خط آخر برای چهره ات اکسیر شد   این غبار از بهر حسنت خاکِ دامنگیر شد
از پریشان حالی آخر کار من صورت گرفت   بسکه مو آمد بکلکم خامه تصویر شد
در نامهٔ زمانه بجز حرف جنگ نیست   گویا که از سیاهی لشکر نوشته اند

۱۰ محمد ابراهیم انصاف

جوان طالب علم بود طبع سخنوری نیز درست داشت بخدمت میر معز موسوی خان شعر میگذرانید معنی تازه فکر میکرد در عین جوانی بقضای ربانی ودیعت زندگانی[1] سپرد من اشعاره

سوی پستی است در هر پایهٔ رفعت نهان راهی   بود این کوه را هر تخته سنگی بر سر چاهی
نسازد غم به بیتاب محبت شادمانی هم   گران باشد بدین بیمار مردن زندگانی هم
حائل خورشید وحدت رنگ هستیهای ماست   چون زمین از پیش بر دارند روز و شب یکیست

اگر چه این معنی از مولوی روم است که فرموده اند

چون زمین برخیزد از جوّ فلک   نی شب و نی سایه[2] باشد فی دلک

اما چون بیت خوب بسته بود فقیر نیز این معنی را شوخ تر ازین بسته درست کرده

سرخوش، حائل خورشید وحدت شد غبار هستیم   چون بساط خاک بر چینند روز و شب یکیست

۱۱ محمد صادق[3] القا

در فن[4] مورخی که تعداد آن بالوف گشته[5] وقوف تمام دارد و هوای خیالات بلند در سر بیتی که قریب الفهم بود ایراد یافت

زبسکه حیرت دل شد نثار[6] پردهٔ چشم   نگه چو صورت دیباست تار پردهٔ چشم
بحق[7] فکر یازده سال از خط پشت لبش   حسن مطلع کرد پیدا مطلع ابرو نویس

۱۲ میر محمد احسن ایجاد[8]

از نجبای سادات سامانه است. در خوشخیالی و نازک بندی یگانهٔ زمانه صاحب فکرهای بلند است و از علوم متداوله نیز بهره مند غزلهای طرحی را بقدرت و سامان تمام میگوید و نثر را بطرز خاص خود می نگارد

---

[1] حیات ۱۲ ج، روز [3] ذکر این شاعر در بعض نسخه ها مرقوم نیست [4] ج و لا، تاریخی [5] ج، کشمه [6] ب، نیاز [7] این بیت از اکثر نسخه ها افتاده است [8] ج، اتحاد،

مرد لیست باخلاق حمیده متّصف وظاهر و باطن آراسته۔ وصحبتهای بزرگان دریافته و بهمه جا مقبول بوده و این چند بیت آئینه دار افکار اوست ؎

بسکه پرگردید گوشم از صدای عندلیب   بوی گل گر بشنوم دانم نوای عندلیب
گر سراغی گیری از عاشق فغان آئینه است   در غبار ناله باشد نقش پای عندلیب
شب ناله دوزخ شررم گرم اثر شد   خاکستر دل بال و پر افشاند سحر شد
طومار هوایکفلم از شعلهٔ آهم   چون کاغذ آتش زده افشان شرر شد
جلوهٔ معنی ندیدم در صفای قیل وقال   سبز شد هر جا سخن آئینه در زنگ بود
شد غبار آلود کلفتها زلال زندگی   مشت خاکی از بدن تا بر سر ما ریختند
حال سنگینی هجران توانشا کردم[۱]   سطر در صفحه فرو رفت چو زنجیر در آب

۱۳ ملّا اعلی تورانی[۲]

فقیر مشرب صاحب همین یکدو بیت[۳] بود۔ از دست ؎

هر که شد خاک نشین برگ و بری پیدا کرد   سبز شد دانه چو با خاک سری پیدا کرد

از انجا که مقرر سخنوران خوشخیال است ؎

بیک بیت دعوی اسلّم بود   اگر مصرعاش مصرعهٔ هم بود

موافق این قول درین اوراق نام اکثری مرقوم گشت۔

۱۴ میرزا عبدالرسول استغنا

شعر[۴] بطرز قدیم بسیار گفته یکدو بیت از و بخاطر است ؎

بکین[۵] چون منی آن دوستی دشمن چه می آید   غریبم خاکسارم۔ عاجزم از من چه می آید
میتوان آورد استغنا سفارش نامهٔ   چرخ کج رو را اگر دانیم از یاران کیست[۶]

---

[۱] این عبارت فقط در یک نسخه است (نسخه د) [۲] ب، کردم [۳] د۔ آملی تورانی۔ [۴] علی تورانی ایما [۵] ج و ب، صاحب همین بیت بود و بس [۶] نسخه ب، بخشی شکار شاهزاده محمّد اکبر بود [۷] ب خون من بجای چون منی نسخه (د) بجائے هر دو بیت مذکوره بالا۔ فقط همین یک بیت داده است جگر خون می کند رنج عزیزان راحت ما را فلک دولت بهر کس میدهد منّت بما دارد [۸] و بعض نسخه ها مثل ب و لا و ج، بعد ذکر این شاعر حالات شیخ بهاؤالدین بهائی و باسط درج است۔ لاکن ذکر ایشان در نسخه (د) مرقوم نیست۔ در نسخه (لا) بجائے باسط، بافر وا ماد نوشته است۔ ذکر هر دو سخنوران در نسخه (ب) این طور است۔ (بقیه حاشیه صفحه ۱۰ پر)

۱۵ بینش کشمیری

تمام دیوانش را سراسر سیر کردم غیر ازین دو بیت تلاشی بنظر نیامده از وست ـ

هر پارهٔ دلم چمنی از نگاه اوست   آئینه چون شکسته شد آئینه خانه است

در راه وصال تو ز بس چشم براهم   چون جاده بود خاک نشین مد نگاهم

۱۶ باقر تبریزی

بسیار خوش فکر بود این دو بیت او از میر معز شنیده ام از دست ـ

بی تو شب ماه تیره روزان   چون چشم سفید گشته تار است

همچو غنچه تا بکی در بند خود باشد کسی   خیمه زن چون لاله بیرون از سواد خویشتن

۱۷ ابوالحسن بیگانه

به هند نیامده دیوانش پیش میر معز موسوی خان بنظر افتاده این چند بیت او از زبان میر معز شنیده ـ

احوال شب از شمع سحرگاه چه پرسی   از سوختگان قصهٔ جانکاه چه پرسی

مهتاب ز ویرانهٔ من گرد برآورد   ای سیل بسر منزل من راه چه پرسی

آئینه ز عکس تو در آغوش گداز است   آگه نه از حال دلم آه چه پرسی

بر شیشهٔ دل خورد ز بیرنگ تو سنگی   هر پارهٔ این شیشه صدا کرد برنگی[سله]

۱۸ رفیع خان باذل

برادر زادهٔ محمد طاهر وزیر خان عالمگیر شاهی صاحب طبع رساست و جوان قابل ـ کتاب معارج النبوت[سله] در زمین شاهنامهٔ فردوسی بنظم در آورده و در انجا تلاشها کرده حملهٔ حیدری نام نهاده

(بقیه حاشیه صفحه ۹)

شیخ بهاء الدین بهائی تخلص

از فحول علماء مذهب امامیه است تصانیف عالی دارد گاهی بفکر شعر نیز می پرداز د این قطعه از وست ـ

مرا ز روی تعصب معاندی پرسید   پدر روی چه معنی نداشت روح الله   جواب دادم و گفتم که او مبشر بود   با حمد عربی جمع خلق را ز الله

مبشر از پی آن کو بشارت آرد زود   روا بود که دو منزل یکی کند در راه

باسط

از مستعدان زمانه است در ولایت ایمان علم علم افراخته ـ جامع علوم عربیه بود بفکر شعر هم توجه داشت ـ

به بی ستون نظری کردم و یقین دیدم   که کار تیشهٔ فرهاد نیست کار دل است

سله ج : بارش تبریزی سله این بیت از نسخهٔ د : افتاده است سله ج : معراج النبوة ؛

قریب به چهل هزار بیت رسیده. من اشعاره

عشق را با هر دلی نسبت بقدر جوهر است	قطره بر گل شبنم و در قعر دریا گوهر است
عارض گلرنگش از می شمع ایمن می شود	از برای آتش گل آب دامن می شود
بسکه شرح غم دل مضطرب احوال دهم	بکبوتر چو دهم نامه پر و بال دهم
هرگاه برد مستی چشم تو ز هوشم	لبریز شود چون خم می[۱] سینه ز جوشم
چه نشاط باده بخشد بمن خراب بی تو	به دل گرفته ماند قدح شراب بی[۲] تو

۱۹ ملا جامی لاهوری نامدارخانی بیخود تخلص

شاعر غرا صاحب دیوان ضخیم بود و قصاید و قطعه ها بسیار دلچسپ و رسا داشت[۳]. در تاریخ یابی کارهای دست بسته میکرد، چنانچه تاریخ تولد میرزا اسمعیل خلف ارشد نواب عمدة الملک[۵] امیر الامرا اسد خان که الحال ذوالفقار خان بهادر نصرت جنگ[۶] خطاب دارد از وست ع

"ز برج اسد رو نمود آفتاب"

تاریخ تولد شرف یار خان پسر کلان کامگار خان "شرف یار کامگار" یافته. وقتیکه در خانهٔ نامدار خان پسر اول باسم حمزه میرزا تولد شد تا شش روز جشن ملوکانه کردند. هر روز قطعهٔ تاریخی گذرانیده داد تلاش داده. چند مصرعه در مادهٔ تاریخ نگاشته می آید. از وست -

'نونهال نامدار جعفری آورد گل'
'زر کامل عیار جعفری نبیهان آمد'
'آمد دُر نامدار و شهوار'

---

۱ ب: اد ۲ ج: میخانه ۳ نسخه ب اشعار ذیل هم دارد

تو چنان رمیده ای از من که بخواب هم نیائی	بکدام امید واری بروم بخواب بی تو
دل داشتیم دادیم، جان بود عرض کردیم	چیزی که یار خواهد حاضر است مانداریم
از فدای خویش خطی کاملی بر داشتم	کز میان جان و جانان حائلی بر داشتم
صد جگر خون از کجا هر روز صرف غم کنم	منکه از ملک عدم با خود دلی بر داشتم
تخم اشکی ریختم چیدم گلی رسوائی	دانه افشانده بودم حاصلی بر داشتم

۴ ب: هم صحبتم بود ۵ ب: عمدة الملک ۶ ب: سپه سالار

"بگفت آن گوهر والا نجابت از دو سو دارد"

چنین تاریخ هرگز کس نگفته | کس از هند و عرب یک نیمه نشنفت
بمن گفتند تاریخی ادا کن | که سازد سال هندی با عرب جفت
دمم صبحی بیفکند این معمّا | بمژگان دیده راه فیض میرفت
که این یک چشمهٔ طفل آمده امان دارد | ز بطن غیب در مهد و لم خفت
پی تاریخ هند و عرب دل | ز هجرت یکهزار و شصت و نه گفت

برای تولد پسر امیری تاریخی گذرانید. ترشحی از سحاب کرمش ندیده. برعکس گفته بنقریبی گذرانید
که مادهٔ تاریخ این است ع

"...........[1]"

قصهٔ حُسن[2] و دل را نظم کرده و در وی داد سخن وری داده. که این دو بیت در تعریف ساقیان
مجلس از آن مثنوی اوست

یکی را ساده رُخ آئینه آسا | یکی را جوهر از آئینه پیدا
گلستان یکی بی سنبلستان | یکی را بوستان گرد[3] گلستان

بنام نامدار خان گفته حسن نامدار خانی نام نهاده و تاریخ تصنیف آن هم ازین نام برآورده از مشفقان
فقیر بود. وقتیکه برای خود سر خوش تخلّص پیدا کرد. اول پیش او رفته ظاهر ساخت او بسیار خوش کرده
فاتحهٔ خیر خوانده مقرّر ساخت. سجع خاتم او ع

"جامی از جام حمد بیخود شد"

بعد از وفات او فقیر از همین سجع تاریخی بی کم و کاست برآورده

رفت جامی بیخود از عالم | در ریاض جنان مخلّد[4] شد
هاتفم[5] گفت مصرعهٔ تاریخ | جامی از جام حمد بیخود شد

همین قسم فقیر تاریخ فوت[6] فضایل خان شیخ سلیمان از نام برآورده و باو امی خوش در رباعی لسته

---

[1] مادهٔ تاریخ فحش بود لهذا حذف شد [2] ج: حسن ابدال را [3] او ده. کرده [4] مجدد [5] ب و ۵ ا.
سجع او بعد فوت شد تاریخ [6]: تاریخ قضای شیخ سلیمان،

شد شیخ سلیمان بسوی دار بقا   وارست ز قید هستی بی سر و پا
هم شیخ سلیمان شده تاریخ وفات   پیمانهٔ عمر بود نامش گویا

گویند وقتیکه پیش نواب جعفر خان نوکر شده، پایه در مجلس نشستن نداشت. قطعهٔ بدین مضمون در مدح گذرانیده که دو[1] بیت ازان قطعه است ؎

بهین طاعت حق نماز است روی   گهی بنده ایستد گه از پا نشیند

اجازت نشستن و مصاحبت حاصل کرد۔

[2] روزی در خانهٔ لهراسپ بیگ بخشی نامدار خان مهمان بود، دیگچه پر از شراب در پهلو داشت۔ هر لحظه جامی بدست خود پر کرده میخورد و همچو بلبل مست شعر خوانیها میکرد۔ چون یاران بنماز برخاستند رفت و با جماعت نماز بگذارد و گفتم اخوند صاحب این چه طور نماز است. گفت بابا نماز بکیفیت[3] همین است. بعد ازان بمیرزا لهراسپ بیگ گفت شما شعرهای این جوان شنیده اید. گفت تا حال این جوان را موزون هم نمی دانستم بعد ازان بفقیر تکلیف کردند مطلعی تازه گفته بودم برخواندم ؎

کجاست دیدهٔ جویای ره کجاست ترا   وگرنه هر مژه انگشت رهنماست ترا

اخوند لب به تحسین و آفرین کشود و گفت هزار غزل ما بیک بیت شما نمی رسد. روزی نامدار خان ماربانی کلاونت که منظور نظر عاطفت ایشان بدرجه کمال بوده از حمام برآمده در جامه خانه برای رخت پوشیدن نشستند چون فارغ شدند گفتند لائق پنجهزاری منصب است. ملا بیخود حاضر بود بعرض رسانید که اگر نواب بادشاه باشند. از جملهٔ اشعار آبدار اخوند بالفعل دو رباعی بخاطر بود ایراد یافت. رباعی

هر کس که دل از مدار دنیا برداشت   عبرت ز شمار کار دنیا برداشت
گویند زمین بر سر گاو است بلی   گاو است کسی که بار دنیا برداشت

سگ سنی و خر شیعه اگر مشهور است   در خصمی شان بیکدگر مشهور است
دانا نکند[4] تعصب از هیچ طرف   دندان سگ و گوشت خر مشهور است

---

[1] در نسخهٔ (ا) همین یک بیت است که نوشته شد. در نسخهٔ (د) بیت اول این قطعه هم درج است و آن اینست۔

بود طاعت فرض همچو نمازم   بفرما گهی بنده از جا نشیند

[2] ازین جا تا آخر بیان این شاعر از بعض نسخه ها افتاده است [3] (ا) بکیف [4] (د) نکشد،

بحرِ بی ساحل[1] میرزا عبدالقادر بیدل

اُستادِ فن است بسیار گو و خوب گو[2] است امروز در دارالخلافه کوس هستی بینوا زده و بداد معنی یابی و نازک بندی میرسد دیوانها و مثنویات متعدد دارد و نثرهای رنگین نیز می نگارد و درین عهد شاعر غرّا چون او نیست[3] وجود شریف او غنیمت است[4] بسیار خوش خلق و آرمیده. بیتی در تعریف کوه از وست ـ

مزن بر سنگ او زنهار دستی — که مینا در بغل خوابیده هستی

این چند شعر از زادهای طبع او است. از زبان میر محمد زمان شنیده ام ـ

برروی ما چو صبح نه رنگی شکسته است — گردی ز دامن طپش دل نشسته است
ما لاف همّت از مدد عجز میزنیم — پرواز ما چو رنگ به بال شکسته است
بعرصهٔ آفاق جای جلوه یک ناله نیست — نی گره از تنگی این بیشه پیدا می کند
بمحفلی که دل آئینه رضا طلبی ست — نفس درازی اظهار پای بی ادبی ست
ذوق آغوش دوئی در وصل نتوان یافتن — بی خبر مجنون ما محمل[5] شد و لیلی نشد
شب که دل از پاس[6] مطلب باده در جام کرد — یک جهان حسرت بطوفان داد و آهش نام کرد
عشرت ما چون نگاه از بس تنک سرمایه است — سایهٔ مژگان تواند صبح ما را شام کرد[7]
حیرت آهنگم که می فهمد زبان راز من — گوش بر آئینه نه تا بشنوی آواز من

رُباعی

زاهد آنسوی فطرتت مردانند — در معبد شوق نیستی مردانند
یکره خبر از کاغذ آتش زده گیر — تا سوختگان چه سبحه میگردانند

---

۱ ج: سرآمد سخنوران کامل ۲۵ ب: خوش ۳۵ ب: در فقر و توکل بادشاه وقت خود است. هفت هزاری امرای نامدار در خانه اش می آیند و مثنوی های متعدد باسم محیط اعظم و طلسم حیرت و چار عنصر و طور معرفت وغیره دارد. در همه جا نکته سنجیها کرده ـ
۳ ج: تصنیفات شریفش زیاده (۱۵، پانزده) آثار در آمده. فقیر شاهنامه فردوسی و مثنوی مولوی روم را سنجیده باوجودیکه تقطیع کلان بر قلم بود. هفت و نیم آثار در آمده. پنج هزار بیت در دیوانش ردیف میم است ۵۵ ا، ضیا ۵۵ ا، لیلی شد محمل نشد ۵۷ ا، پاس ۵۸ ب، بچشم بسته خیال حضور حق بستن
اشارتیست که این جانگاه بینا نیست

رُباعی — هر تیره درونی که حسد شامل اوست ‌ ‌ بر تهمت پاکان نظر باطل اوست
روپنبه بسقف خانه آویزه ببین ‌ ‌ دودی که ز شمع سر کشد مائل اوست[۱]

برین رُباعی خود بسیار محظوظ اند۔

رُباعی — هر چند طلب بصد فنونست اینجا ‌ ‌ در یوزهٔ دیدار جنونست اینجا
از هیبت چشم و مژه غافل نشوی ‌ ‌ دستی دگر از کاسه برون است اینجا

ایضاً — آهنگ جلالی که بهش زیر شود ‌ ‌ چو و انگهی جمال تاثیر شود
آن بادهٔ شعله گون که دارد خورشید ‌ ‌ در ساغر ماه چون رسد شیر شود[۲]

فقیر سرخوش باشارهٔ میان ناصر علی چند بیت ایشان را از راه شوخیها پیش مصرع رسانیده مطلع ساخته اگرچه ایشان شنیده محظوظ نشدند از روی غیرتی که تلامذهٔ رحمانی را میباشد بدبردند اما یاران منصف پسندیدند چنانچه ایشان فرموده اند ؎

بیدل — به فرصت نگهی آخر است تحصیلم ‌ ‌ برات رنگم و برگل نوشته اند مرا
سرخوش — ز بی ثباتی عشرت سرشته اند مرا ‌ ‌ برات رنگم و برگل نوشته اند مرا
بیدل — عوارض[۳] کثرت همست فرات وحدت مارا ‌ ‌ خلل در شخص یکتا نیست گر قامت دوتا گردد
سرخوش — دوئی کی فرات وحدت را بکثرت رهنما گردد ‌ ‌ خلل در شخص یکتا نیست گر قامت دوتا گردد
بیدل — شخص پیری نفی هستی میکند هشیار باش ‌ ‌ صورت قد دوتا آئینه ترکیب لاست
سرخوش — جلوه گاه نقش پیری تخته مشق[۴] فناست ‌ ‌ صورت قد دوتا آئینه ترکیب لاست

۱ـ ب: — زندگی را از قد خم عبرت آگاه میکنم ‌ ‌ وقف رعنائی بساطی داشتم ته میکنم
صورت پرستی از خلق برد امتیاز معنی ‌ ‌ هر چند کعبه سنگ است تسکین برهمن کو
کم ظرفیم از همت خویش است و گرنه ‌ ‌ دریاست همی بخته از جام جهانم

در زمین غزل حافظ شیراز که فرموده غزلی بتغیر قافیه کرده بود در ان غزل بیتی بجنس ادا فرموده فقیر نیز بشوق آن مطلع گفته ؎

بیدل — درهای فردوس وابود امروز ‌ ‌ از بی دماغی گفتیم فردا
سرخوش — جام می عشق دادند ناگاه ‌ ‌ از خویش رفتیم الله الله

۲ـ براهت مرده ام امادیارت خانه سنگم ‌ ‌ تو می آئی بمن آسوده آتش در مزار من
۳ـ ل ا: خواص ۴ـ د: مشک

بیدل — گل جام خود عبث بشکستن نمی دهد — صاف طرب بشیشهٔ رنگ پریده است
سرخوش — دست نشاط دامن از خود رمیده است — صاف طرب بشیشهٔ رنگ پریده است
بیدل — بی تکلف مرگ هم آسان نمی آید بکف — از تماشای دو عالم چشم باید دوختن
سرخوش — نیست از شمع اجل آسان نگاه افروختن — از تماشای دو عالم چشم باید دوختن

حکایتی در مثنوی محیط اعظم میرزا بیدل به یازده بیت تمام کرده بود فقیر سرخوش در دو بیت رباعی بسته[1].

رباعی سرخوش — واعظ گفتا که نیست مقبول دعا — زان دست که آلود بجام صهبا
رندی گفتا که تا بود جام بدست — دیگر بدعا کسی چه خواهد ز خدا

از زبان میرزا محمد علی ماهر شنیده ام که زلالی با صاحب سخنی دیگر این حکایت را می گفت. که شب زمستان بود و یاران در صحرا فرود آمده بودند ناگاه آتش سرد گشت یکی از میان جمع برخاست که چوب پیدا سازد و گذرش بجانب گورستان می افتد. تابوتی در آنجا می یابد بسر برداشته می آرد. یکی در راه پرسید که از عزیزان که مرده است میگوید آتش. پس این همه را زلالی در دو بیت بسته و همیشه در میان سخنوران فخر میکرد که من چنین کار های دست بسته میکرده ام[2] و آن این است ؎

شبی رندی در ایام زمستان — بسر تابوت می بردی شتابان
یکی پرسید از و کای یار دلکش — که مرده از عزیزان گفت آتش

---

[1] ب: حکایت بیدل
نصیحت گری وعظ آماده داشت — نفس گرمی حرمت باده داشت
که بر الفت می بیفشانده دست — خمار می فضل نتوان شکست
به بزم طرب دست ساغر کمین — ندارد دعای اجابت قرین
نخستین کف از جام می ساده کن — دگر خویش را رحمت آماده کن
بجوشید رندی که ای بیخبر — ز حرفی که گفتی نبردی اثر
بمستان ز تمهید انکار می — عیان گشت تعظیم اسرار می
که تا جام می بر کف همت است — دلش هرچه خواهش کند خجلت است
دو عالم بچنگ و دعا خواستن — بساطی است در کوری آراستن
در فقر زن خواه شاهی طلب — ز مینائی می آنچه خواهی طلب
و می کآرزو شد ز می کامیاب — دعای دگر گو مشو کامیاب
دل ای جای انجم است اگر آگهی ست — بدستی که از جام و مینا تهی ست

[2] ب: کسی هست در عالم که چنین طبع آزمائی کند. یاران سوزش طبع همه سرفرو انداختند.

فقیر تمام خلاصهٔ مطلب کتاب منطق الطیر شیخ فریدالدین عطار در رباعی بسته سوای آن چندان مطالب صوفیهٔ عالیه و حکایات غریبه در رباعی‌ها بسته در رسالهٔ روائح که در تتبع لوائح مولوی جامی نوشته بتفصیل مرقوم است۔ دو رباعی خود نیز بجهت استشهاد قول خود چون دو گواه صادق در اینجا می آرد۔

رباعی
سی مرغ ز شوق بال و پر بگشودند — در جستن سیمرغ هوا پیمودند
کردند شمار خویش چون[1] آخر کار — دیدند که سیمرغ هم ایشان[2] بودند

دزدی شب تار کو بکو می گردید — از هیچ دری بمقصد دل نرسید
در خانهٔ خویش رفت و کالا دزدید — چون روز نظر کرد متاع خود دید[3]

و یک رباعی در منقبت گفته‌ام و این را باعث نجات خود میدانم۔ رباعی
در فضل و کمال مصطفی[4] بی همتاست — اسلام قوی ز یاری شیر خداست
عین[5] ایشان ثبت پنج شانند — همچو دو الف که یازده‌شان پیداست

رباعی بیدل
آن چار خلیفهٔ رسول معبود — کز ابجد وضع شان عشره شد موجود
بی نقطهٔ شک بذات یکتا بینی — چون جمع کنند یازده[6] خواهد بود

فقیر رباعی دیگر بهمین مضمون و دو دیگر در منقبت چار یار باصفا فرستاد۔ رباعی
وهمی باشد بذات پاک احمد — تفریق دوازده ز اسم احمد
کین جلوهٔ موجهای دریای صمد — چون سیزده است آشکارا ز احد[7]

رباعی
اصحاب کبار را کم از هم مشمار — یکتن یکجان بدان تعصب بگذار
دل را در سر هوای هر چار بود — دال است سر دل و عیان شد روی چار

---

[1] د، و در آخر کار [2] د، آنها [3] ب، رباعیات سرخوش
شاهی پی یاد مرگ هر شام و سحر — میکرد در آگهی بتابوت نظر
چون موی سفید دید روزی در ریش — بر داشت ز پیش چشم تابوت دگر
از شمع بسوخت بیگم عالیجاه — درخواست دعا بعد از ملا شاه
گفتا چه کشاید از دعا غیر دمی — زین حال طبیب را بکن زود آگاه
تیری برسید بر تن مرغ هوا — گفتا که بشارت بسوی من راهنما
گفتا ز تو چیز نیست بمن پیوسته — جلسی است که آن سوی تو شد بال کشا
[4] ب، ذات احمد یکتاست [5] عین انسان نتائج الناسند [6] ب، سیزده [7] از دی -

رباعی

از چار خلیفهٔ رسول مختار قائم شده چار رکن دین ابرار
والی که بود آخر احمد وال است بر اثبات خلافت این هر چار[1]

۲۱ چندربهان برهمن

طبعی درست داشت شعر بطور قدماء شسته و صاف میگفت و سلیقهٔ انشاپردازی نیز داشت در هندوان غنیمت بود[2] روزی در پیشگاه خلافت و جهانداری او را حکم شعر خوانی شد این بیت تازه گفته بود برخواند ؎

مرا دلیست بکفر آشنا که چندین بار بکعبه بردم و بازش برهمن آوردم

شاهجهان برآشفت فرمود که این بدبخت کافر مرتد است بایدش[3] کشت. افضل خان بعرض رسانید که این بیت سعدی مناسب حال اینست که فرموده ؎

خر عیسی اگر بمکه رود چون بیاید هنوز خر باشد

بادشاه تبسم کرد بطرف دیگر مشغول گشت. این را از دیوان خاص بدر کردند. این بیت بنام او مشهور است. اما بتحقیق پیوسته که از هندوی دیگر است ؎

به بین کرامت بتخانهٔ مرا ای شیخ که چون خراب شود خانهٔ خدا گردد

روزی میرزا محمد علی ماهر از وی پرسید که این شعر از شماست. گفت شاید که گفته باشم بخاطر نیست،

---

[1] ف. رباعی فقیر سرخوش که معنی آن تعلق بحکایتی دارد. تا از آن خبر نشود دریج وجه دخل نباشد. رباعی اینست

رفتند عزیزان همه زین محفل غم چون گل ندهم جام جامی از کف یکدم
خواهم که سبو سبو کشم بادهٔ ناب زان پیش که در سبو آیم من هم

قصه چنین است. گویند که بر دروازهٔ شهری بقالی دکان داشت، بر جنازه که از آن دروازه گذشتی او یک سنگریزه در سبوی انداختی تا بعد ماهی و یا سالی شمار کند و بداند که اینقدر مرده از این شهر درین مدت برآمده. قضارا بعد از چندگاه او هم درگذشت. شخصی آنجا رسیده پرسید که بقالی اینجا برای شمار مرده سنگریزه در سبو می انداخت چه شد. عزیزی گفت او هم در سبو آمده. در رباعی دیگر عجب حالی بسته ام و در توحید درست کرده ام. رباعی

باشی بسر حساب گر ای همدم وحدت نخورد ز جوش کثرت بر هم
در هندسه نه را چون مضاعف سازی هر چند که بشمری نه آید بر قسم

یعنی نه دو نه هژده بشود در هندسه نیز نه است. باینصورت که هشت و یک نه است. بهمین دستور هر قدر کسی که شمارد نه صورت میگیرد. و دیگر رباعیات نادر و غریب هر یک در محل خود قلمی خواهد شد.

[2] ذکر این شاعر از نسخهٔ ب افتاده است. [3] د: — دیوانی ترتیب داده.

[4] د، ه: جواب بایدش گفت ۔

اینجا ہم حریفی بکار بردہ۔ چون بیت برجستہ ازوی یاد نبود بہمین قدر ذکر او اکتفا نمودہ شد۔ اشعار راست براست نوشتن فقیر را خوش نمی آید[1]

۲۲ بھونت رائ[2] بیغم بیراگی

مردیست از علائق دنیوی برجستہ و از قید[3] ما و منی و تو ئی رستہ طبعکی دارد و پیش فقیر مشق سخن میکند و اصلاح میگیرد و کارش روز بروز در ترقیست این چند بیت از فکر اوست ؎

در فضای عشق جانان بوالہوس را کار نیست — ہر سری شائستۂ سنگ و سزای دار نیست

دل چو شد بیکار دست از کار باید داشتن — کار در بیکاری دل بود و دیگر کار نیست

ہمچو صبح از جیب دل خورشید می آید برون — وہ چہ جام است این کہ خورشید می آید برون[4]

مرا ابرو کمانی میکشد و ربہ دلی ترسم — کہ این در برکشیدنہا چو ناوک در رم اندازد

مدہ از دست دامان یقین وصل از یکیستر نیست — کہ این دلالہ ہم در خوبی از معشوق کمتر نیست

قصۂ از کتب ہندی در زمین شاہنامہ نظم در آوردہ و مطالب تصوّف را خوب توضیح نمودہ ۔

۲۳ ملا علی رضا تجلّی

در زمان سعادت عنوان شاہجہان از شیراز بہ ہندوستان آمدہ شاعر خوش خیال بود در قصاید و غزلیات و مثنویہا معنیہای تازہ تلاش کردہ و فکرہای بلند دارد و این اشعار از زادہای طبع اوست ؎

فغانم بینوشبہا در بحر آتشکدہ مرغ و ماہی را — بچشم صبح چون داغیست کاندازد سیاہی را

بہر جانسوز چہ یکروزہ چہ صدسالہ یکیست — نقطہ و دائرۂ شعلۂ جوآلہ یکیست

در قطرہ قطرہ خونم پیکان آبدار است — چون استخوان کہ پنہان در دانہ انار است

بکوری بگذرد بہمہ رویش عید نوروزم — بود بی نور صبحم چون بیاض چشم قربانی

---

[1] فقیر بلبنی در نعت و منقبت گفتہ و مشہور گشتہ ؎ محمد یکی با علی ولی است — چو یک کس کہ نامش محمد علی است
میرزا بیدل گفت کہ این بیت بنام میر حشمتی شنیدہ ام گفتم حشمتی صاحب این تلاش را نیست شاید توارد شدہ باشد من خود بگفتہ شما دست ازین برداشتم ہر دو داخل ثواب شدیم۔ یک بیت برہمن اندک مزہ داشت نگارش یافت ؎
چہ اختلاط با ارباب عقل شیدا را — بطور خود بگذارید لحظۂ ما را

[2] نامش بھونت رای فقط در نسخہ (ل) نوشتہ است۔ در دیگر نسخہ ہا محض بیغم بیراگی مرقوم است۔ اما ذکرش از نسخہ ب افتادہ است [3] د۔ ماہی و توئی [4] د۔ می فراشد [5] د۔ یکسالہ

بسکه دارد عضو عضوم روی خواهش سوی دوست — پای خواب آلوده ام هر خواب بیند کوی دوست
بیتو از چشم ترم شورش جیحون پیداست — چون رگ لعل مرا هر مژه در خون پیداست
بسکه در مشت غبارم یاد روش نقش بست — گرد تصویر او شد هر کجا کردم نشست
بیتو بر من ماهتاب امشب شب دیگر شده است — نور شمعم چون طلای گشته خاکستر شده است
محبت شمع فانوس است کی پوشیده می ماند — غم او عاقبت در پرده رسوا میکند ما را
چکد بدامنم از دیده لخت دل با اشک — برنگ شعله که با روغن از چراغ چکد
مرا هم مشرب تبخاله ام روز و شب دوران — بود گر سرنگون جامم همان لبریز خوناب است

محمد تقی[1] ۲۴

از تازه گویان است اما بر حقیقت حالش کماهی اطلاعی نیست یک بیت او از زبان میر معز یافته این جا ایراد می یابد ــ

مست نازی و سر خانه خرابی داری — از سر کوچهٔ ما بگذری خوش باشد

عبد اللطیف خان تنها ۲۵

دیوان صوبه پنجاب خواهر زاده میرزا جلال اسیر بسکه شعر بلند و طبع انشا پرداز می رسا داشت این چند بیت از زادهای طبع اوست ــ

یارم بکنج غمکده تنها نشانده رفت — گفتم که من بغبار تو دامن فشانده رفت
بی داغ[2] عشق خون بود از چشم دل مرا — آید بگریه طفل چو خاموش شد چراغ
بلند از جور چشم او چو مژگان گشت فریادش — ز خاموشی چه حال سرمه را آهسته پرسیدم
خشکی زاهد نشود از گریه مستی تر — بیشود از بارش دی جوش سرما بیشتر
بتی دارم که بر بالای هیچ سر گلفشانش — قبا چسبان بود از بسکه شیرینست اندامش
بجز ساغر چو موج باده کی گردد زبان تر — برنگ شیشه نازی مغز دارد استخوان من[3]

---

[1] در نسخهٔ ج: تخلص این شاعر نائب نوشته است [2] د: چرخ [3] در اینجا نسخهٔ ب هم این بیت ذیل بوده اند
جز بکشتن نشوند اهل جهان صاف بهم — صیقل آئینه گر وصف جنگ است اینجا

میر تشبیهی[۱] ۲۶

همین یک بیت رسمی از و بگوش خورده[۲] —

مست آنچنان خوش است که گوید بروز حشر ۔۔۔ من کیستم شما چه کسانید و این چه جاست

دو بیت[۳] فقیر نیز باد اگفته —

مست آنچنان خوش است که هنگام صبح حشر ۔۔۔ چون سر کشد ز خاک بگوید پیاله کو

کسی به حشر ز اندوه پاک برخیزد ۔۔۔ که با پیاله چو نرگس ز خاک برخیزد

حافظ[۴] محمد جمال تلاش ۲۷

سرگرم کار است و فکرش خالی از تلاش نیست. پیش فقیر مشق سخن میکند از وست —

بسکه در خون تحیر غوطه زد اندیشه ام ۔۔۔ چون رگ یاقوت خوابیده است پای ریشه ام

خانهٔ زاهدان و فا را ناله می باشد مدام ۔۔۔ شیون ایجاد است چینی ماتم فغفور را

بروز عید سر شاه مگدا الگم میکند خود را ۔۔۔ تو رفتی بر سمند ناز و من از خویشتن رفتم

میر مفاخر[۵] حسین ثاقب ۲۸

عموی میر محمد زمان راسخ از سادات نجیب است. طبع معنی یاب و ذهن سلیم دارد و خوش فکر و صاحب تلاش است[۶]. در سرهند سکونت داشت و همانجا درگذشت. از وست —

نیست پیدا سعی ما از عشق دامنگیر ما ۔۔۔ گم بود آواز پا در شیون زنجیر ما

غبار پرده نشیند لب بنا قابلش را ۔۔۔ که شوخیهای تنگ الرخ برانداز و نقابش را

راه ور را ه‍ نها افتادگیها می شود ۔۔۔ هر کجا پای بلغزد جاده[۷] پیدا می شود

زبسکه طاعت آلوده باگناه کنم ۔۔۔ بسجده همچو نگین نامه را سیاه کنم

قطع امید و بد قوت بازوی طلب ۔۔۔ به پر ریخته پرواز توان کرد اینجا

ز دستگیری غربت بپاست جلوهٔ من ۔۔۔ چو موج ریگ روان گرد راه خویشتنم

---

۱ ج: ملک نجار ۲ ب: دیگر بر احوالش اطلاع نیافته ام ۳ این ابیات سرخوش فقط در نسخهٔ ا است ۴ ه: حافظ محمد جلال تلاش ۵ ج: میر محمد مفاخر جام. د: میر تفاخر حسین ثاقب ۶ ب: فقیر را بکرّات ملاقات اتفاق افتاده دیگر بر احوال او اطلاع ندارم که کجا رفته و چه شد ۷ ه: راه —

روزگار عمر ہمت کرد و رچشم سیاه　　پر غبار از دامن افشانده شد کاشانه ام
اشک چشم سرمہ آلودم درین سرگشتگی　　شام غربت میبرم باخویش ہر جا میروم
بذوق[1] ناله امروز مینوان جان داد　　که عندلیب سرودی بیاد مستان داد
میبرد از دست امشب بادهٔ لعلی مرا　　آنکه در وی نشین خنده زیر لبست

جهانگیر بادشاه ۲۹

باوجود مستی و بی پروائی و شغل جهانبانی و فرمانروائی گاه گاه بحسب اتفاق و تکلیف وقت زبان الهام بیان را بگفتن رباعی و بیتی و مصرعی گلفشان میکرد طبع عالی و شوار پسند خورده گیر و وقت آفرین داشت گویند روزی شاعری قصیده در مدح این بادشاه عالیجاه گفته آورد و شروع در خواندن کرد. ہمیں که پیش مصرع مطلع بر خواند ع

ای تاج دولت بر سرت از ابتدا تا انتها

فرمود که از عروض و وزن و تقطیع شعر خبر داری. گفت ندارم. بزبان مبارک راند اگر عروض میبودی گردنت میزدم. شاعر متحیر[2] در ماند که آیا چه خطا واقع شده. پیشتر[3] خواند فرمود که این مصرع را وقتیکه تقطیع کنند چنیں بوزن در می آید۔

ای تاج دو. مستفعلن. لت بر سرت مستفعلن از ابتدا مستفعلن. تا انتها مستفعلن

بدیہی است. شاعر را باید که از ہمہ قبائح شعر باخبر باشد. خانخانان غزل ملا جامی را طرح کرده بود. که این مصرع از انست ع

بہر یک گل منت صد خار می باید کشید

بندگان حضرت عالی در باغی نشسته بودند ہوائی ابر دو وقت باده نوشی بود بدیهه این مطلع فرمودند سه

جام[4] می را بر رخ گلزار می باید کشید　　ابر بسیار است می بسیار می باید کشید

این دو رباعی از نزادهای طبع مبارک است ۔

ای آنکه غم زمانه پاکت خورده　　اندوه دل و وسوسه ناکت خورده
مانندهٔ قطره های باران بزمین　　جا گرم نکرده که خاکت خورده

---

[1] این دو بیت در بعض نسخه ها نیست. [2] ب. در گرداب حیرت افتاده [3] ب. از روی لطاف پیشتر طلبیده فرمودند [4] ه. جام ل

هرکس بضمیر خود صفا خواهد داد آئینهٔ خویش را جلا خواهد داد
هر جا که شکسته بود دستش گیر بشنو که همین کاسه صدا خواهد داد

وقتی ماه نو عید را دیده این مصرع بر زبان مبارک راند ع

هلال عید بدور افق هویدا شد

مخدرهٔ معلی نور جهان بیگم که او نیز طبع موزون و فکرهای بلند و رسا داشت. بدیهه مصرع آخرش رساند ع

کلید میکده گم گشته بود پیدا شد

بادشاه تحسینها کرد والحق مصرع خوبی رساند. روزی بادشاه پیراهن با تکمه های لعل پوشیده بود بیگم این بیت برخواند

ترا نه تکمه لعل است بر لباس حریر شده ست قطرهٔ خون منت گریبان گیر

مستحسن و پسندیده افتاد. غرض که عهد جهانگیری عجب عهدی بود. عیش و عشرت در عالم بدرجه کمال بود هر کسی خاطر جمع داشته و فراغ بالی طبع عالی بادشاه عالم پناه در همه اثر کرده. مرفه و آسوده حال بسر میبردند. روزی در شکارگاه آهوی بسیار سیر کرده. درین اثنا یوز[1] خاصه آهوئی سیاه را افگند بر زبان مبارک رفت ع

چیتهٔ بادشاه زد کاله

یعنی یوز بادشاه سیاه آهوئی را افگنده. ابوطالب کلیم حاضر بود. مصرع دیگر بدیهه رساند ع

گشت صحرا از خون[2] او لاله

پنج هزار روپیه از بهله[3] خاص همانجا انعام شد. سبحان الله چه همت و چه بخششها حق تعالی ما را در زمانه انداخته که هر چند زمین را با آسمان دوختیم روی ولی یعنی توجهی هم از کسی ندیدیم. تا به صله چه رسد

بران گروه بباید گریست کز پس ما حکایت کرم روزگار ما گویند

یکی از صاحب همتان زمان[4] ما همت خان بود. فقیر مدتی خدمت او کرده. ساقی نامه و تعریف خسخانه در مداح او گفت. دران مثنویها داد معنی یابی داده تلاشها کرده این دو بیت از خسخانه است

---

[1] ه. براوج فلک [2] ب. پلنگ [3] ز خون پر از لاله [4] بهله، پوستی باشد که باندام پنجهٔ دست دوزند و میر شکاران بر دست کشند و باز و شاهین و چرغ را بدست گیرند (هفت قلزم) [5] ب. بخشی الممالک -

سر انگشتش بجود از یک اشارت | دہد سرمایۂ دریا بشارت
به دُر کی همتش دستی رساند | که آبی بسترا ناپاک داند

یکرو[1] از مهربان شده فرمود که چوبداری رفته خانه میرزا سرخوش دیده بیاید. رو بمن کرده گفت یکدست خلعت و یک راس اسپ برای شما علیحده کرده ام چون مختصر نیست بخانه شما می فرستم. دیگر روز تغافل زد چند روز فقیر از خانه بر نیامد که مبادا عطیه ایشان بیایند و مراد بخانه نیابند. انتظارها کشید آخر معلوم شد که قول آن ترک بکار برده ند که شاعری در مدحش قصیده گفته آورده در سر مجلس بر خواند. ترک شنیده محظوظ شده گفت فردا بیا چندمن غله گندم میدهم. شاعر خوشحال شده دم صبح باربردار و جوال و ریسمان بردر خانه اش برد. ترک از خواب بیدار اغ بدغاسته بیرون آمد. شاعر گفت بموجب فرمودهٔ شما باربردار وغیره لوازم برای بردن غله آورده ام امیدوار عنایتم. گفت عجب مردابله بوده. تو دیروز حرفی گفتی مرا خوش آمد من نیز حرفی گفتم ترا خوش آمد. باربردار و جوال و ریسمان چه دخل دارد. فقیر نیز بیک رباعی رسوائی عالمش ساخت

ای پنجۂ تو زدامن همت دور | بر دولت بی فیض و باغت مغرور
بی همتی و نام تو همت خانست | برعکس نهند نام زنگی کافور

عاقل خان ناظم صوبه شاهجهان آباد بطالع مانند اسخیای روزگار بود. روزی که هزاری اضافه بی تلاش و تردد برایی آمد. قصیده برسم تهنیت و مبارکباد گذرانیدم. مطالعه نموده نفس برنیاورده گویا جان بحق تسلیم کرد. فقیر تاریخی گفت ؎

خان عاقل خطاب جاهل دل | که چون او نیست غافل نادان
بگذرانیدم قصیده در مدحش | بستد و خواند چند بیت از آن
نقش دیوار شد بشکر صله | ماند حیران چو صورت بیجان
شد یقینم که سرگشت و بمرد | ورنه میشد زبانش گرم بیان
سال تاریخ فوت او جستم | گفت هاتف بمرد عاقل خان

تاریخی برای اضافه آن بی خیر و برکت نیز گفتم. قطعه تاریخ -

---

[1] این عبارت تا آخر در بعض نسخه ها نیست ۲ یعنی غله گندم بتو صله این میدهم -

چون بزاری اضافه عاقل خان　　یافت ناکرده کوشش مطلق
دل بصد حیف گفت تاریخش　　آه آمد اضافهٔ ناحق

دیگر از کریمان عصر ما خواجه بختاور خان بود. سرائی نزدیک به دهلی[1] آباد کرده بختاور نگر نام نهاده و جمیع شعرای پای تخت را تکلیف تاریخ آن نموده. تاریخ هیچکدام پسند نیفتاد. فقیر خاطر خواه تاریخی گفت از بادشاه تا عمرای عظام هر که شنید خوش کرد و همان تاریخ بر کتابهٔ آن سرائی کندیدند ــ

در همایون عهد عالمگیر شاه　　زیب تاج و تخت و فخر دین داد
بهر تعمیر سرائی دلکشا　　خان بختاور کف همت گشاد
رونقش از گلشن مسجد[2] فزود　　آبروئی دیگر از تالاب داد
چون شد این معمورهٔ دلکش بنا　　عقل بختاور نگر نامش نهاد
خواست طبع سرخوش از جام سخن　　سال اتمامش ز فیض با مداد
شاد و خورّم روبروآمد راهرو　　گفت بختاور نگر آباد باد.

روزی از راه خوش طبعی گفتم که آنچه برین سرای خرج شده ربع آن از خود هم آئینه سزاوارم که بیابم. گفت البته مطلب از ساختن رباط و سرای نام است. که در عالم بماند. زر ما خرج کردیم و در و نام شما نیز شریک. پس نصف زر از شما باید گرفت[3]. روزی رباعی با این صنعت و خوبی گذرانیدم گفت از اتفاقات است. رباعی

ای نام خوشت نقش ضمیر سرخوش　　مدح تو همیشه دلپذیر سرخوش
دست از حالش مدار که همّت[4] دولت　　بختاور خان دستگیر سرخوش

روز دیگر این رباعی گذرانیدم التفات ظاهری بسیار کرد.

ای باطن تو ز راز شاهی[5] آگاه　　بختاوری از نام تو روشن چون ماه
تو پیرو شاه و شاه بود پیرو حق　　شاه سایهٔ کردگار و تو سایهٔ شاه[6]

باوجود این همه بی فیضی با فقیر بعد فوت او تاریخی هم گفت ــ

---

[1] ب، بدیهی [2] ب، از گلشن و مسجد [3] ب، سر فرو افگندم و گفتم راست می فرمایند [4] ب، چون شد [5] ب، راه [6] ب، فرمودند بیک واسطه ما را هم سایهٔ خدا گفتند ـ

دریغ از جهان بخت ورخان گذشت　　نماند آب در گلستان سخن
خرد خواست تاریخ فوتش زدل　　بگفتا[1] که کو قدر دان سخن

این قصه بآن می ماند که شاعری در مدح دولتمندی قصیده گفته گذرانید ترشحی از سحاب کرمش ندید بعد از چندین مثنوی بنام او گفته آورد هیچ التفات نکرد باز قطعهٔ مشتمل بر عرض احوال خود آورد چیزی اورا نبخشید. باز آمده بر در خانه اش نشست. آن دولتمند دون همت دید. گفت عجب حریصی بوده قصیده گفتی چیزی ندادم. مثنوی گفتی محروم برگشتی. قطعهٔ آوردی هیچ نبردی. حالا بچه امید بر در خانهٔ من نشسته. گفت نشسته ام که بمیری و مرثیه ات نیز بگویم -

درین دار الخلافه میر ابو علی امجد خان بخشی واقعه نگار صوبه. صاحب احسان و فیض رسان است. فقیر وقتیکه بوعلی بود قطعه گذرانید. قطعه

بوعلی آن سید عالی نسب　　بالعلی هست ولی بن ولی
شیر بود بچهٔ شیر ژیان　　بوی علی یافتم از بوعلی

مهربانی[2] زبانی بسیار فرموده. چون بخطاب پدر که امجد خانی سرفراز شد. روز محله[3] خود این رباعی برسم تهنیت و مبارکباد گذرانیدم. رباعی

زاندم که شده اختر دولت تابان　　صبح اقبال و جاه گشته خندان
چیزی که بجا شده همین شد بجهان　　کا مجد خان شد نتیجهٔ امجد خان

بمطالعه در آمده خوش وقت شد. فقیر را نزد یک تر نشاندند. از جملهٔ دو اسپ فقیر یکی را بر طرف نمودند. هر چند الحاح کردم که دو ساله طلب در سرکار است. عوض این اسپ میسر نخواهد شد که این محله[4] خود بحال باشد. اسپ دوم چاق و جوان است. ع

بدان را به نیکان ببخشد کریم

مفید نیفتاد. فقیر نیز یک رباعی هجو در کار دولت ایشان گفت. رباعی

امجد خانی که نیستش بخشش باد　　از دولت او کس نرسیده بمراد
گویند بمدح مار زر می بخشند　　این بی همت مرا جز آزار نداد

---

[1] بگو قدر دان سخن [2] این عبارت فقط در نسخهٔ (ل) است [3] د [4] همچنین در همه نسخه ها -

یک امیر در عهد ما نواب بخشی الممالک روح الله خان مرحوم بود که هجو کننده خود را نهال کرده. گویند عبدالله بیگ نام منصبداری قطعهٔ در هجوش از راه واسوختگی نظر بر رتبه و اعتبار سکندر خدمتگار انداخته مشهور ساخت مصرع آخرش اینست[1] ع

رفته رفته این قطعه به نواب رسید مطالعه نموده فرمود که او را حاضر سازند. چون بخدمت آمد آن قطعه بدستش داد و بگفت این شما فرموده اید. رنگش پرید. عرض کرد که نواب سلامت این گه را من خورده ام. تبسم کرد و گفت پریشان حال هم بسیار خواهی بود. گفت نواب سلامت پریشانی و درماندگی من خانه خراب را باین کم طالعی و بی سعادتی رهبر گشته. فرمود که مراتب او برنگارند همراه برده بنظر انور گذرانیده اضافهٔ دو چند و خدمت واقعه نگاری جای برایش گرفته و بخانه آمده یک اسپ و خلعت خاصه و هزار روپیه از طرف خود انعام داده رخصتش فرمود. دران ایام که خدمت خانسامانی سرکار عالم مدار داشت فقیر در مدحش قصیدهٔ بزمین قصیدهٔ شاه طاهر دکنی ع

تنگ چشمان شگوفه چون سپاه اوزبک

در اهل سخن آن قصیده مشهور است. گفت یک بیت فقیر اینست ؎

ترک شوخی نکند نال سلب استاد ازل   هجو اطفال کشید است فلک را بفلک

معرفت میرزا کاظم منشی و میر غیاث الدین منصور فکرت فرستاده. این هر دو بزرگ باحسن وجوه گذرانیدند و نقلی نیز درمیان آوردند که چون ملا وحشی جواب این قصیده را گفت فرزندان و مریدان ملا شاه برآشفتند پیش یک صاحب سخن رفته شکوه کردند که به بینید بی ادبی ملا وحشی را که قصیدهٔ شاه بابا را جواب گفته. آن عزیز گفت که بی ادبی دیگر آنکه به از شاه بابا گفته. نواب خوش وقت شد برای فقیر خدمتی که دلخواه بود تجویز فرمود. حاکم معزول پیغام داد که اگر بحال شوم دو هزار روپیه نذر میگذرانم. فرمود که حالا بسر خودش دادم. بیست و هفت سال است که بسبب آن خدمت در دارالخلافه بآسودگی تمام بسر برده هزاران بهم رسانده و خورده. خدایش غریق رحمت کناد.

دیگر از ریزهٔ امیران حافظ نور محمد میرسامان سرکار نواب گوهر آرای بیگم. مرد جواد زمانهٔ ماست چون قبلی از حضور با والنعام شد فقیر این رباعی گذرانیده. رباعی ـ

---

[1] فحش است لهذا حذف شد.

چون کرد شهنشاه عنایت ز حضور | فیلی که از و چشم بد و دوران دور
شد جلوه نما نور محمد بروی | چون نور تجلی خدا بر سر طور

خواند و بر سر گذاشت فقیر سر فرد افگنده بر خاستم چنانچه کلاونتی با مید تمام پیش امیری رفت و سلامی کرد آن امیر نیز دست بر سر گذاشت کلاونت بر گشت و گفت برابر شدیم حالا چه گویم و چه توقع مانده ؎

نی شمع محفلی و نی گل در چمنی | بنگر بچه روزگار افگنده مرا
در تیره خاک هند کریمی ندیده ایم | از طوطیان کریم کریمی شنیده ایم

دیگر از آشنای رازهای قدیم فقیر شیخ سعد الله نو مسلم که به پیش دستی دیوان خالصه شریفه سرافرازی دارد و پدر و عمش که خواجه رام رای مردمی تخلص همسایه بودند باهم دوستی داشتیم چون این ناخلف بدولت رسید و برای بعضی خویشان آشنایان خود خدمتها فرستاده. فقیر را نیز هوس شد برای بعضی مطالب ضروری دو کلمه بوی فرستادم. کتابت وا نکرد. تا بجواب چه رسد هر چند گذرانده ابرام نمود. گفت فرصت ندارم فقیر نیز قطعه و رباعی باین مضمون گفت. قطعه

شخصی که ندوی او نه نماید خدا بکس | سعد الله است بر غلط امروز نام او
چون کور کش بدست فتد صیدی از قضا | ناگه فتاد وحشی دولت بدام او
از سادگی نوشتمش احوال خویشتن را | این باده را ز سهو فگندم بجام او
دم بر نیایدش بجواب کتابتم | گویا که سرمه ریخت سوادش بکام او

رباعی
ای سعد الله بنحوست منسوب | حاصل نشد از تو ام جواب مکتوب
انشاء الله در همین نزدیکی | بینم چون چنبر بهوج تراهم مغضوب

اگر چه هجو گفتن شعار نیست و زبان را بمذمت این ناکسان آلودن عار میدانند و مقرر شعرا است که قابل مدح را قابل هجو نیز می دانند و دولتمندان این زمانه نه قابل مدح اند و نه قابل هجو اما بهر حال هجوشان لازم است ؎

جز بهجا کلک سزاوار نیست | مار که زهرش نبود مار نیست

۱؎ د. صورتش ۲؎ د. خویشتن ۳؎ د. نیامدش -

گاویست زمین گرفته بر شاخ | بر پوزش[1] عقرب نمایان
پیچید بسرش چو باد نخوت | نیشی زندش بامر یزدان
آن گاو به پیش اهل دانش | صاحب دولت بود بدوران
این هم ز غرور حشمت و جاه | بر تابد چونکه سر ز فرمان
بر پوزش نیز هست لازم | نیش هجوی ز نکته سنجان

استغفر الله سخن در کجا بود و بکجا کشیده ام - باز بر سر مدعا -

۳۰ آصف خان جعفر[2]

از امرای[3] جهانگیر شاهی بود سلیقهٔ سخنوری نیز درست داشت - از مثنوی خسرو شیرین صاحب دیوان است - دو سه بیت از و بسیار مشهور است

زشوقش[4] آنچه آنجا دید فرهاد | مرا اینجا قلم از دست افتاد

و راستدعای فرهاد وقت جان کندنش گفت

بتو دارم سپهرا حاجت نو | که عمر جاودان بخشی به خسرو
کنون چندان این غم دامن نگیرد | که چون من در غم او کس نمیرد

از هجوانش نیز شعری شنیده شد

هرکس که شبی نشست با تو | بسیار بروز ما نشیند

۳۱ مرزا عبدالرحیم جلیشی[5]

شاگرد ملا خیالی است - محمد علی ماهر و این هر دو پیش ملای مذکور مشق سخن میکنند رانیده نارا زوست

کسی که دل تو ز گیرد کجا نگهدارد | من و دل از تو گرفتن خدا نگهدارد

---

[1] پوز یعنی بینی چهار پایان [2] تخلص این شاعر در بعض نسخه ها مختلف است چنانچه در ج ، جانی است و در ب و ۵ ، جعفر است - اما جعفر صحیح است - رجوع شود به مجمع النفائس - خان آرزو [3] ب ، از امرای اکبر شاهی بود در اوائل عهد جهانگیر شاهی ولایت حیات سپرد [4] ج ، ز شوق آنچه آنجا دید فرهاد ، همچنین در مجمع النفائس [5] تخلص این شاعر و هم تخلص استادش در همه نسخه ها مختلف است چنانچه ج ، جنت - ۵ ، چشتی - ب ، چشتی - اما جلیشی که از نسخه ۵ گرفته شده صحیح است رجوع شود به مجمع النفائس - همچنین تخلص استادش در نسخه ب ، حالی و در ۵ ، حیاتی در ج ، جامی و در ۵ ، جلالی است - فقط در نسخه ۵ ، خیالی و این صحیح است مطابق مجمع النفائس -

آقا نجف قلی جرأت ۱۴۲

طبع رسا داشت از وست ؎

انجم افروز شب انس نالهٔ جانکاه منست　　آسمان[۲] کاغذ آتش زدهٔ آه منست

میرزا محمد ایوب جودت ۱۴۳

سرامد صاحب کمالان و سر حلقهٔ سخنوران است. مضامینش همه بلند و معنیهاش عالی جا فضلاش بمرتبه تمام و مدرکاتش بدرجه کمال. در قصاید و غزل و رباعی داد تلاش میدهد من اشعاره ؎

دلی دارم که دارد خار خار از یاد گیسویش　　برنگ خار ماهی شانه میروید ز پهلویش
نه تنها زلف او دارد گره در خاطر عاشق　　که برگردیده[۳] است از من چو مژگان هر سر مویش
چه امکان دارد از لعل تمنا گرد مطلب ها　　شرار آتش یاقوت باشد حرف آن لب ها
چه غم از دست برد نالهٔ ارد داغ هجرانم　　چو طاوس آفت از صرصر نباشد در چراغانم
راز خلق افشانه سازد هر که نرسد از خدا　　بند بند از هم جدا شد قرعهٔ رمال را
ز رفعت بیشتر باشد صلابت خاکساران را　　ز بالا هر که می بیند سوی پستی هراس آید
کیست کز جادهٔ چاک جگر آگاه بود　　ورنه تا دوست رسیدن چه قدر راه بود
هنر را آنقدر الفت بجسم ناتوانم شد　　که جوهر وار چون دندان ماهی استخوانم شد
مردان ازین بیابان رفتند لنگ لنگان　　بنگر که پای چوبین منصور را ز دار است
بزرگان را بود اسباب شهرت مایهٔ نقصان　　بچشم ماه نو در شیشهٔ افلاک مو باشد
علاج سوز پنهانم ز افلاطون نمی آید　　که هضمم از طپیدن ماند و چون یاقوت تب دارم
دلی بی کینه دارم که جز الفت نمی داند　　بود یک سورهٔ اخلاص قرآنی که من دارم

حکیم حاذق

از امرای معتبر بادشاهی بود و دیوانی فخیم ترتیب داده اشعارش بطرز قدما راست براست اما و این بیت او خالی از دردی نیست. و در سخنوران مشهور است ؎

دلم بهیچ تسلی نمی شود حاذق　　بهار دیدم و گل دیدم و خزان دیدم

---

[۱] ب و ج انجمن علی جرأت [۲] د: - آسمان کاغذ آتش زده از آه منست [۳] ب: که برگشته است از من همچو مژگان هر سر مویش [۴] ب بعد

درین دو بیت نیز تلاشی کرده مشهور است و از لطافت خالی نه ؎

بلبل از گل بگذرد گر در چمن بیند مرا　　بت پرستی کی کند گر برهمن بیند مرا[1]
در سخن پنهان شدم مانند بو در برگ گل　　میل دیدن هر که دارد در سخن بیند مرا

ولہ　نمود فاش بد انسان که گوشها نشنید　　سکوت من[2] سخن نارسیده بر لب را

حسین مشهدی ۳۴

خوش فکر بود این دو بیت او از میر معز شنیده شد ؎

یاقوت بالب تو دم از رنگ میزند　　این خون گرفته بین که چه بر سنگ میزند
از تو تا دوست یک نفس راه است　　تو حبابی و بحر الله است

میر حشمتی[3] ۳۵

در اکبرآباد یکشب با وی اتفاق صحبت افتاده بود. با شیدا صحبت داشته دیوانی فخیم بطرز قدیم دارد یک بیت او اندک مزه دارد ؎

موی سر کردم سفید و هیچ کارم سر نشد　　دست و پای میزنم اکنون که آب از سر گذشت

روزی نقل کرد که شیدا تلاش بستن الفاظ غیر متعارف بسیار داشت روزی بمن گفت میر تو در شعر بجای شکسته بند آورده‌ای. گفتم گردن شما بشکند شکسته بند بیارم[4] -

محمد بیگ حقیقی ۳۶

در گجرات بسر میبرد طبعی درست داشت از وست ؎

در حقیقت دگری نیست خدائیم همه　　لیک از گردش یک نقطه جدائیم همه

---

[1] ج وه. روزی پیش ملا شیدا این مطلع خود را برخوانده ؎ بلبل از گل بگذرد گر در چمن بیند مرا بت پرستی کی کند گر برهمن بیند مرا شیدا گفت صاحب این شعر در امردی گفته باشند حکیم برآشفت و او را در حوض غوطه‌ها داد. بیت دومش نیز خالی از ادائی نیست ؎

در سخن پنهان شدم مانند بو در برگ گل　　میل دیدن هر که دارد در سخن بیند مرا

[3] ب: این سه ۵ د: میر حشمت. ب وه: میر حشمی ؎ در اوائل مشق بسن یازده سالگی مطلع گفته بودم ؎

به چشم او خطی نه ز ابرو کشیده اند　　مدی بود که بر سر آهو کشیده اند
بالای چشم ابروی مشکین آن غزال　　مدی بود که بر سر آهو کشیده اند

یاران از دیوان فیضی مصراع آخر برآوردند و فقیر ازین بیت خاقانی بفکر این قسم معنی افتاده بود که گفته است ؎

آتاقه بفرق شه کامیاب　　چو مد الف بر سر آفتاب

یاران در جواب این مطلع فکرها کردند محمد فاروق باری مطلع رسانید ؎

قطره بگریست که از بحر جدائیم همه — بحر بر قطره بخندید که ما ئیم همه

گویند روزی مست بخانه آمد که در آنجا گذر پریان بود. شیشهٔ سبز پر از شراب سرخ در دست داشت نظر بر آن کرده گفت ع

چه رنگ است این چه رنگ است این چه رنگ است

از گوشهٔ خانه که آنجا هیچکس نبود آواز بر آمد ع

بمینای زمردگون می لعل

چنانچه همه حاضران مجلس بشنیدند۔

۳۷ شیخ محمود حیران

می خواست که بتقلید ناصر علی راه رود. راه اصلی خود هم گم کرده حیران است ؎

آهو شنیده ایم و ندیدیم جز رمی — نقش جهان بگردش چشم که بسته اند

امشب[1] که بزم بی رخ تو دل طپیده است — نور چراغ گردهٔ رنگ پریده است

ره میبرد بگوش نگه چون صدای چاک — چشم جهان ز شوق تو جیب دریده است

به نیرنگی دل صد داغ من گردید پامالش — که رقص صد چمن طاؤس نقش پای بیمالش

بخلوتخانهٔ دل یافت پیدا کرد عالم را — درین آئینه خود بنشست بیرون ماند تمثالش

۳۸ محمد ابراهیم خلیل

محمد ابراهیم[2] اصالت خان خلف سید مظفر وزیر اعظم والی حیدر آباد خلیل تخلص میکرد و طبعی درست داشت و با فقیر یار بود ؎

قطرهٔ خورشید را حکم چکیدن دهم — تشنه لب عشق را ذوق چشیدن دهم

عشق ببیش از تیغ تیزی کرده است — بی قیامت رستخیزی کرده است

---

[1] ب: از عنوان ۳۷ ذکر این شاعر از نسخه ب افتاده است. ولیکن این همه اشعار در ذکر محمد بیگ حقیقتی مرقوم است ۳۵ لا، ا. امشب که بزم بی تو رخ دل طپیده است ۳۶ لا، که شه در نسخه ب. [2] ذکر این صاحب سخن بدین طور آمده است محمد ابراهیم خلیل تخلص که اصالت خان خطاب داشت و الحال نجیب خان شده است خلف سید مظفر وزیر اعظم والی حیدر آباد است. خان مهربان قابل. دوست صاحب همت عالی مشرب عیاش طبع و خوش صحبت و خوش خلق و خوش رو است و خوش ذهن. با فقیر مولف مدتی همسایه و هم صحبت بود. گاه گاه فکر شعر هم میکرد

روزی نجابت خان برادر کلانش بایشان این بیت در خط نوشت ؎

دو نعمت است که بالاترین نعمتهاست — شراب خوردن و در پای یار غلطیدن

فقیر را طلبید رفتم، دیدم که مست شراب است و بر روی سبزه تری غلطیده مرا دیده گفت که جواب این بیت زود باید گفت که به برادر عزیز نگارم. فقیر بدیهه نظر بحالش کرده گفت ؎

خوش است جام می ناب با تو نوشیدن — چو گل شگفتن و بر روی سبزه غلطیدن

بخاقلان طرب برق چشمکی زد و گفت — برون نرفته[1] ز خود ناخوش است خندیدن

یک از فواید عزلت[2] خود این سر دست است — که پا شکسته نیارد[3] بپیاده گردیدن[4]

میرزا خلیل ۳۸

جوان قابل و خوش خلق و منشی لطبیعت رسا بود، چندی در ملازمت نواب قدسی القاب زیب النسا بیگم خلف[5] شاه عالمگیر شرف اندوزی داشت. زیب المنشآت را که تالیف آن بیگم الاصفات است ترتیب میداد[6]. منه

حاجت بگفتگوی ندارد بیان ما — سوزد چو شمع بر سر حرفی زبان ما

سامان نو بهار بر این تازگی کجاست — رنگ شکسته ریخته دارد خزان ما

برای خاطر مجنون بهشت زندان است — هوا یکیست اگر خانه گر بیابان است

غم وطن نبود در دل مسافر عشق — بچشم او چو رسد سرمهٔ صفاهان است

پیرانه سر مخوری گفتم و گر تو دانی — در ماهتاب منشین با خرقهٔ کتانی

شبی فقیر در خواب می بیند که مردی بزرگ عصا در دست گرفته استاده است میرزا خلیل مذکور فقیر را ملازمت ایشان میکناند و میگوید که حضرت سلامت سرخوش است شاعر. من از میرزا پرسیدم که این کدام بزرگی است. میگوید که حضرت مرتضی علی ولی الله کرم الله وجهه. من دویده سر در قدم مبارکش میگذارم و دست بر پشت من زده سر مرا بر داشته فرمودند که سرخوش همچو تو شاعر در عهد تو کسی

---

[1] د: برون نجسته ز خود [2] ب: غفلت [3] ا: بباید [4] ب: بسیار محظوظ شد و هر سه بیت بمیرزا در جواب نوشت. در صحبت او بسیار عیش ها کردم. خدا سلامت دارد [5] ب: صبیه کلان [6] ب: بعد از آن منصب دار بادشاهی شد و پیشدست میر بخشی شده چندی خدمت واقعه نگاری جائی داشت. حالا ودیعت حیات سپرده. با فقیر بسیار گرمجوشی ها میکرد [7] ب، د، ر

نخواهد بود[۱]

محمد حسین خالص [۱]

در عهد عالمگیر شاه از ولایت بهند آمده بطرف دکن اکثر گذرانیده. قصاید و مثنوی و دیوانی مختصر دارد. اشعارش پخته است اما بطرز قدیم. این بیت را قوالان در ترانها بسته اند و میخوانند. اما میدانستم که از شعرای قدیم است در دیوانش بر آمده ؎

غبار راه گشتم سرمه گشتم توتیا گشتم — بچندین رنگ گشتم تا بچشمش آشنا گشتم
بهر صورت که گردیدم نبردم راه در کویش — نوای بلبل و بوی گل و باد صبا گشتم
رقیبا من نمی گویم گل و باغ و بهار از من — بهار از تو گل از تو هر دو عالم از تو یار از من
مرا ای باغبان از داغ دل برگ و نوا باشد — چمن از تو گل از تو بلبل از تو لاله زار از من[۲]

نواب عبدالرحیم خانخانان [۱]

خلف بیرم خان از امرای عمده و خوانین عظام اکبر شاهی و جهانگیر شاهی بوده در شجاعت و ملک گیری یگانه و در سخاوت و بخشش حاتم زمانه. در فهم و فراست ضرب المثل و در دقیقه یابی و داد فهمی بی بدل در داد سخن دادن ادا ها نموده که چشم کسی ندیده در جود و کرم کارها دست بسته کرده که گوش احدی نشنیده چنانچه تفصیل مداحان و بخشش آنجناب در کتاب "مآثر رحیمی" که میر عبد الباقی تالیف نموده مشروحاً ایراد یافته شیخ فیضی بخشی الممالک اکبر پادشاه در مدحش چنین درفشانی کرده ؎

خانخانان عهد کانعامش — طبع را رخصت شگفتن داد
داشت چون اعتماد بر شعرا — صله پیش از مدیح گفتن یاد

ملا تقی الدین شوستری غیوری تخلص این رباعی در مدحش گفته ۔

غیوری — خانخانان سر ملایک را تاج — آوازه اش از نسیم و گل گیرد باج

---

[۱] ب و ه. بو فقیر مدتی در تردد بود که قول شاه ولایت چنین است حال آنکه هیچو من در عصر من اکثر اعزه هستند. میرزا محمد بیگ ککهر که از اهل الله بود. گفت که تو هم شاعری و هم عارف صاحب دو صفت کمالی ؎

فرق نهاباید که تا یک کودکی اندر راه عقل — عارف کامل بود یا شاعر شیرین سخن

میرزا بیدل گفت شاعری عبارت از معنی تازه یابیست و هیچو تو صاحب تلاش در عهد تو نیست ۔

[۲] ج ۱. قطرهٔ ابر چو خالص بزمین آمد گفت — خاک بر فرق کسی کز وطن آید بیرون

هر کہ بتخت معدلت بنشیند　موسی است بطور مصطفی در معراج

صاحب سخنانی کہ دران عصر بودند ہمہ بمدح و ثنای آن سپہ سالار بخت جوان رطب اللسان بودند باد فروشان دراشعار بزبان ہندی مبالغہ ہا از حد گذرانیدہ بصلات و انعامات لائقہ مفتخر و مباہی گشتہ اند۔ خود نیز گاہ گاہ طبع آزمائی میکرد در رباعی و بیتی و دوہرہ زبان را گل افشان می نمود۔ معنی "کلام الملوک ملوک الکلام" از عبارتش واضح و لائح است۔ یک رباعی و یک بیت ایشان بالفعل بخاطر بود قلمی گردید

رباعی　در قصۂ عشق مرونا گویا بہ　اندیشۂ عشق و خون دل یکجا بہ
تا قدر وصال دوست ظاہر گردد　ہمچو شب قدر وصل ناپیدا بہ

ولہ　نیم فضول کہ جویم وصال ہمچو توئی　بس است ہمچو منی را خیال ہمچو توئی

فقیر سرخوش در جواب این بیت گفتہ ؎

کجاست در رگ حقیقت مجال ہمچو توئی　بود ز خویش گذشتن کمال ہمچو توئی

چون ذکر احوال کریمان محرک سلسلۂ شوق جود و عطاست۔ و باعث سرنگونی ممسکان حیلہ گر بی حیا۔ نقلی چند از سخاوت و احسان آن کان کرم بقید رقم در می آید۔

نقل۔ برہمنی بی برگ و نوا بدست یکی از مقربان معروضداشت کہ من و تو ہمزلفیم از حال من اینقدر غافل چرائی۔ نواب سپہ سالار شنیدہ او را طلبیدہ بر پہلوی خود نشاندہ تفقد احوالش نمود وقت رخصت نقد و جنس آنقدر بخشید کہ از ورطۂ افلاس بر آمد۔ مقربان التماس نمودند کہ این ہندو چگونہ نسبت ہمزلفی بنواب دارد۔ فرمود کہ سمپدا[1] و بپتا ہر دو خواہرانند۔ سمپدا کہ عبارت از تونگری باشد در عقد من است و بپتا کہ معنیش مفلسی باشد در حبالۂ اوست۔

نقل۔ گویند ملا نوعی کہ یکی از مداحان این خدیو کشورکشا بود۔ قصاید و ساقی نامہ در مدح آن سپہ سالار گفتہ۔ مکرر صلات و انعام لائقہ یافتہ۔ یکدفعہ بجائزہ دہ ہزار روپیہ نقد و خلعت خاصہ و یک زنجیر فیل و اسپ عراقی سربلند گشتہ۔ چنانچہ ملا رستمی گوید ؎

ز نعمت تو بنوعی رسید آن مایہ　کہ یافت میر معزی ز دولت سنجر

---

[1] سمپدا و بپتا ہر دو الفاظ زبان ہندی است۔

زگلبن املش صد چمن گل امید　　شگفت تا که بمدح تو شد زبان آور

عرفی و نظیری و غیرہما هر که مدحت این ستوده زمانه گفته صله و جائزه بکام آرزو یافته ـ

نقل. گویند جهانگیر بادشاه بادفروشی را بسبب تقصیری فرمود که زیر پای فیل اندازند. بادفروش فریاد برآورد که بادشاه سلامت من بادفروشم ضعیف و حقیر چه لائق پای فیلم مرا در پای بلبلی و کنجشکی و صعوهٔ باید انداخت. زیر پای فیل خانخانان را باید انداخت. بادشاه تبسم نموده از سر قتلش در گذشت. نواب سپه سالار شنیده چند هزار روپیه انعام بآن بادفروش فرستاد ـ

نقل دیگر گویند بادفروشی شعری بزبان هندی گفته آورد مضمونش آنکه جفت سرخاب که روز وا اصل و شب از هم جدا می باشند نر با ماده میگوید که وقت آن رسید که شب که در میان من و تو پردهٔ مفارقت می انداز داز عالم برطرف شود ما را وصال دائمی میسر آید. ماده گفت چگونه. گفت نواب خانخانان جواد دست به بخشش و بذل کشاده خزائن تمام عالم را بخشیده دست بکوه سمیر می اندازد و زرش را نیز بغارت میدهد. شب که آفتاب در پس آن پنهان میشود نمی تواند شد ـ در عالم همیشه روز خواهد بود و ما باهم یکجا خواهیم بود. متقرر اهل هند است که سمیر کوهی است از طلا و محیط است بکرهٔ زمین و بحساب آنها هر روز آفتاب در پس آن غروب می شود و هم از افق آن سر بر می زند. نواب گنج بخش فرمود که چند ساله. عرض کرد سی و پنج ساله ام. فرمود عمر آدمی چند است گفت نهایت صد سال. فرمود که سی و پنج سال وضع کرده شصت و پنجساله طلب این بحساب پنج روپیه یومیه شمار کرده بدهند که تا باقی عمر محتاج کس نماند ـ

نقل. گویند طعام می خورد و خدمتگاری که بر سرش ایستاده مگس رانی می کرد بگریه در آمد. پرسید چرا گریه میکنی عرض کرد که از انقلاب زمانه. فرمود که تو چه کسی و پسر کیستی. گفت فلان بن فلان خان. نواب بر سبیل امتحان پرسید که اگر دولتمند زاده بگو که در مرغ کدام چیز لذیذ تر است گفت پوست مرغ نواب رحیم دل فرمود که دستهایش بشویند برابر خود بسفره نشانده و در صدد احوال پردازیش شده در اندک فرصت بپایهٔ دولت رساند. بعد از چندگاه خدمتگاری دیگر از راه تقلید بگریست. نواب قدردان استفسار احوالش نموده. همان طرز تقریر نمود. فرمود اگر صادقی بگو که در گاؤ کدام چیز لذیذ تر است. مقلد احمق گفت پوست گاؤ نواب خنده کرد. و او را نیز از فضل و کرم محروم نگذاشت ـ

نقل۔ روزی کہ بحکم جہانگیر شاہ مہابت خان بتقریبی نواب را در قید داشت، سرہای دو پسر رشید ایشانرا بریدہ در خوانی گذاشتہ و خوان پوش انداختہ پیش نواب فرستاد۔ نواب بتلاوت قرآن مجید مشغول بود۔ خوان آوردہ پیش نظرش گذاشتند پرسید کہ چہ چیز است آرندہ عرض کرد کہ نواب مہابت خان تربزہا برای شما فرستادہ چوں سرخوانہا واکرد سرہای پسران خود را دید تبسم کرد و گفت مہابت خان برای ما تربزہای شہیدی فرستادہ۔

نقل۔ گویند روزی با راجہ مان سنگھ نرد بازی میکرد و باہم شرط بستند ہر کہ بازی بباز د یکبار آواز گربہ کند۔ قضارا نواب بازی باخت از جا برخاست و عزم رفتن محل کرد۔ راجہ دامن گرفت کہ شرط را بجا آرید۔ گفت می آیم۔ دریں لفظ ادای آواز گربہ کرد۔

نقل۔ گویند مصوری شبیہ زنی غسل کردہ نشستہ و کنیزی بر کف پای او سنگ پا میزند کشیدہ در سر سواری گذرانید۔ یکنظر دیدہ بر بالش پالکی گذاشتہ برائے مجرای بادشاہ رفت۔ وقت برگشتن مصور خود را نمودار ساخت۔ فرمود کہ پنجہزار روپیہ بدہند صورت گر عرض کرد کہ تصویر من پنجہزار روپیہ زیادہ نمی ارزد۔ اما صنعتی کہ درین کردہ ام اگر نواب واقف شدہ داد من میدہند میگیرم فرمود صنعت کارتو ہمیں است کہ در وقت سنگپا زدن خارشی در کف پا می شود اثر بشاشت از ان در رنگ رخسار ہای این تصویر نمایان کردہ۔ مصور گرد پالکی آن دقیقہ یاب گردید۔

حکایت

درویشی ملکی صفات در پرگنۂ از جاگیر نواب مدد معاش داشت۔ عامل آنجا سند مجدد از و درخواست نمود۔ درویش بخدمت نواب آمدہ عرض حال کرد۔ بمنشی امر شد کہ پروانہ در باب معافی محصول ایں درویش برنگارد۔ و مجلس سرود گرم بود۔ درویش را وجد و حال دست داد برقص آمد و بفرحت تمام چرخہا میزد۔ ہر گاہ از پیش نواب میگذشت، در عین حال میگفت کہ پروانہ نوشتند۔ نواب میفرمود می نگارند۔ باز چرخہا می زد و ہر گاہ پیش نواب گذشت در عین حال میگفت پروانہ نگاشتند۔ مہر کردند۔ نواب بتاکید تمام نویسانندہ و مہر نمودہ بدستش داد۔ بر سر گذاشتہ رقص ہا کرد۔ چون مجلس تمام شد درویش مرخص گشت۔ مصاحبان بخندہ در آمدند کہ عجب صوفی طامانی بود۔ صوفی در وقت حال باید کہ بی خبر و مدہوش بود۔ نواب گفت

کامل الحال بود چون خطرهٔ پروانه دران وقت در خاطرش بند میشد برای رفع آن میگفت که از وود پروانه حاصل شود که وجه بفراغ دل بکنم۔

۴۲

مرزا خلقی[1]

خوش سخن بود همین بیت ازو بدست افتاد ؎

رسید چو سر بالین بوقت نزع یار ... چراغ زندگیم شام مرگ روشن شد

۴۳

قاسم خان خازن[2]

یک بیت نیز ازو بگوش خورده خالی از ادائی نیست ؎

نگاهم را بدام افتاد عکس شعلهٔ پردازی ... تمنائی هم نفس یکدم که رصید پرپردازم

۴۴

میرزا رضی دانش

در عهد شاهجهان بادشاه بهند آمده گوی بلاغت از اقران ربوده بسیار خوش اندیشه و صاحب تلاش و معنی یاب بوده شاهزادهٔ بلند اقبال ولی عهد بادشاه عالم پناه این تعلیش[3] اخوش کرده طرح نموده ؎

تاک را سیراب کن ای ابر نیسان در بهار ... قطرهٔ تا می تواند شد چرا گوهر شود

هر کس موافق طبع خود در جواب آن تلاش کرده. شاهزاده نیز بیتی رساند ؎

سلطنت سهل است خود را آشنائی فقر کن ... قطره تا دریا تواند شد چرا گوهر شود

من اشعار دانش ؎

رفتی و از اشک بلبل بر چمن طوفان گذشت ... روز بر گل چون چراغان شب باران گذشت

خدا از دست دشمن کار محتاجان برون آرد ... خم می محتسب بشکست عید باده خواران شد

شکست شیشهٔ می ریخته است در دل تنگم ... ببال برگ خزان دیده می پرد رنگم

دران وادی که من میگردم آبادی نمی باشد ... سیاهی میکند آندور گاهی چشم آهوئی

---

[1] ج، میرداعی [2] ج، قاسم خان دیوان [3] نسخهٔ ب، در ذکر این شاعر عبارت ذیل نیز دارد :—
"و یک شعر برای تقید در خانه دیدم بسیار بر خود مغرور بود. ابتذال شعر هر کس بر می آرد کمالش این بود که معنی نابسته نمانده فقیر چند شعر خود برخواند گفتم ابتذال برآید درماند تحسینها کرد و شاعر پخته بود" [4] ج، داراشکوه [5] د، قطرهٔ تا می میتواند شد چرا گوهر شود—

همچو دزدی که بباغ از گذر آب رود | از رگ تاک بمیخانه رهی پیدا کن
باغ را از رخنهٔ دیوار می بینم مباد | باغبان تا در کشاید موسم گل بگذرد
بر سرم آمد ولی بسیار زود از من گذشت | دولت تیزی که می گویند شمشیر تو بود
تو چون سیل از برستان گذشتی | چو صحرا سینهٔ چاکی بما ماند
نشان آب حیاتم چه می دهی ای خضر | کجاست سرمهٔ از دیده ها نهان گشتن
فرصتی خواهم که یکشب با تو بزم آرا شوم | میکنم تا شمع روشن صبح روشن می شود
کسی در عاشقی هم پیشه را چون من نمی خواهد | خورم گر آب شیرینی بیادم کوهکن آید
چون سر زلفش بدستم افتد از خود می روم | همچو طفلان اول شب خواب میگیرد مرا
روز وصل تو گم کنم خود را | تو بدولت رسیده را مانم[1]

میرزا رفیع دستور

در اول عهد جهانگیری درگذشته در سخنوری و نکته سنجی دستور العمل بوده و رباعی از و بخاطر است.

ای درد تو ام قرین قرین را چه کنم | وین پردهٔ روی تست دین را چه کنم
ز اندیشهٔ غیر تو تهی سازم دل | فکر تو حجاب تست این را چه کنم
از مهر شهود عکس آن بدر منیر | گزدی شده نور دلبری عالمگیر
عالم همه آینه و انسان دروی | جامی است ز آئینه که شد عکس پذیر

ملا دانا

بعنوان نیشگری در سرکار امرای[2] عظام بسر میبرد. صاحب تلاش و معنی یاب بوده - این چند بیت از زادهای طبع اوست ؎

در عشق ابلهیست بتقلید گفتگو | این راه را چو سایه بپای کسان مپو
بر بند سنگ بر شکم از فاقه چون گهر | بفروش خویش را و نگهدار آبرو
اضطراب اندر سخن عیب است دانا چون هلال | مصرعهٔ برجسته باید کو پس از ماهی رسد

---

[1] ب: لب تشنه تیغیم بگو قاتل مارا | کو آب که شیرینی جان زد دل مارا
[2] ب: در سرکار امیر خان منسلک بود -

۷۹ محمد امین ذوقی[1]

صاحب مذاقِ چاشنیِ سخن بود۔ یک بیت از و بیاد است ؎

گناہم را عذابی باید از دوزخ فزون ترسم   کہ سوزاندم بداغ ہجر فردای قیامت ہم

۸۰ عاقل خان رازی[2]

در عنفوان جوانی مشق شعر کردہ کتاب مرقع در زین مثنوی مولوی بتقلید عارفان گفتہ۔ بیشتر مطالب نسخۂ امواج خوبی بنظم آوردہ۔ چند تصنیف بی مزہ دیگر ہم دارد۔ این دو بیت از وست ؎

عشق کہ آسان نمود آہ چہ دشوار بود   ہجر کہ دشوار بود یار چہ آسان گرفت

تنہا نشستہ ایم و طلبگار چون خودیم   مکتوب اشتیاق بعنقا نوشتہ ایم

۸۱ میرزا حسن بیگ رفیع

پیش نذر محمد خان والی توران بخدمت منشی گری علاقہ داشت۔ چون بہند آمد بادشاہ قدردان شاہجہان او را بمنصب پانصدی سرفراز ساخت در عہد عالمگیر شاہ بخدمت دیوان بیوتات کشمیر مشرف اندوز گردید آخر در دار الخلافہ باجل طبعی در گذشت[3]۔ چون بادشاہ او را بخدمت جای میفرمود بزودی تغیر نمودہ بحضور می طلبید این بیت گفتہ گذرانید ؎

یک زمان فاصلہ نیست سفرہائی مرا   رفتن و آمدن من بہ نفس می ماند

برین بیت خود اکثر فخر میکرد۔ شہرت تمام دارد ؎

عمر گر خوش گذرد زندگی خضر کم است   ور بناخوش گذرد نیم نفس بسیار است

میر معز موسوی خان دخل کرد کہ بناخوش درست نیست یا ناخوش می باید گفت یا بناخوشی مرزا شنیدہ "بتلخی گذرد" درست کردہ۔ اما شعر از مزہ افتادہ۔ دیگر اشعار تلاشی بسیار دارد۔ مثنوی در تعریف شاہجہان آباد گفتہ چنانچہ در تعریف تخت مرصع کار گوید ؎

---

[1] ج:- در بیاض در: راوی ہیچ:- رجا سے [2] نسخہ ب:- اینجا عبارت ذیل دارد:-
"نواب عاقل خان رازی صاحب صوبہ دار الخلافہ شاہجہان آباد۔ امیر با تدبیر۔ عادل انصاف گستر۔ رعیت پرور نیک نفس حق شناس صوفی مشرب است۔ خلق خدا در سایۂ احسان و الطاف او آسودہ۔ و مرفہ الحال در عالم جوانی مشق شعر بسیار کردہ۔ کتاب مرقع در زمین مثنوی مولوی روم عارفانہ فرمودہ۔ گل و بلبل۔ شمع و پروانہ۔ قصہ پدماوت و مدہومالت را بنظم آوردہ نام نہادہ۔ و در آنجا داد سخنوری دادہ خدا اش دیر گاہ دارد"
[3] ب:- یکجا با فقیر ہیچوکی بود شبہا با ہم صحبت میداشتیم۔ در چالاکی طبع فقیر حیران میشد مرد بی بدل بود خدا اش بیامرزد۔

اگر پاسبانش شود مست خواب　　　بر رویش فشانند زیاقوت آب

در صفت عمارات عالی بنیاد بادشاهی خوب گفته ـــ

خدا از[1] فعلش را بجای رسباند　　　که آتش ز همراهی سنگ ماند

در تعریف انار باغ حیات بخش گفته ـــ

انار دلکش آن تازه بستان　　　بود بی دانه همچو نار پستان

نواب علیه العالیه[2] بیگم صاحب این بیت را بسیار خوش کرده پانصد روپیه صله دادند. این رباعی در تنزل احوال خود گفته بعرض عالمگیر شاه رساند که بیت آخرش این است ـــ

گفتم[3] قدمی بپیش روم پس رفتم　　　در بخت لطیر پای معکوسم من

این چند شعر از زادهای طبع اوست ـــ

چو رشته از گهرم گر لباس پوشانی　　　بر آورم سر خود را همان به عریانی

چو غنچه که بود درمیان خرمن گل　　　نشسته‌ام بدل جمع در پریشانی

خوشم که غیر نگنجد میانه من و تو　　　چو خاتم دو نگین است خانه من و تو

از وطن یاری نیامد با من شیدا برون　　　آمدم مانند دست از آستین تنها برون

خویش را آشنای حرف مکن　　　نقطهٔ امتحان کاتب باش

ای جرس این همه فریاد ز دل تنگی چیست　　　شکرها کن که دلت جای طپیدن دارد

چها[4] کنم دل او گر شود بفرمانم　　　جنون بسر زده را دسترس بسنگ مباد

بی لب لعل تو می خوردیم دل راز و شراب　　　محتسب بنشین که ما را باده خود کرد[5] احتساب

سید پاک گوهر میر محمد علی رائج

از سادات سیالکوت مردیست قلندر وضع. آزاد مشرب. مشق سخن را پخته کرده. صاحب فکر و معنی بلند است از وست ـــ

جز هوائی نبود این همه ما و من ما　　　خالی از تن چو حباب آمده پیراهن ما

---

[1] د: قضا [2] لا: علیة العالیة [3] ب: خواهم [4] د: چها کنم که دل او شود بفرمانم [5] ب: باده خود گیر و حساب

هر که[1] را دنیا و دین هر دو به مطلب باشد — در نظر جلوهٔ قرآن مذهب باشد
ای حریفان را براهست رفته از سر هوش ما — ز انتظارت دیدهٔ قربانیان آغوشها
ز چین ابروی او جوهر شمشیر میریزد — ز نالهٔ مژگان چو بر هم یک نیستان تیر میریزد
که جز بر صفحهٔ وحدت تواند بست نقش او — ز رنگ خود مصور رنگ این تصویر میریزد
رهت ز سعی وصل یار ورنه مطلب آسان بود — نمی شد گر برون از آستین دست تو دامان بود
بجنگ ما و من رو نه یکه از وحدت کمر بستم — ز خود بیرون شد نهاده در کفم شمشیر عریان بود

۴۳ سید والا نسب محمد زمان راسخ

از خوش خیالان زمان و بلند فطرتان جهانست طبعی عالی و فکر رسا دارد. و در نازک بندی و معنی یابی داد سخنوری میدهد. صفائی ذهن و حدت طبع او بمرتبه کمال است فقیر سرخوش مطلعی گفته بود. میر معز و غیره صاحب سخنان همه خوش کرده و پسندیده بودند. هیچکس جای انگشت نداشت ؎

سرخوش — باندک تلخی اندوه عشر تهانمی ارزد — به تشویش خلال این نعمت دنیانمی ارزد

میر شنیده گفت لفظ تلخی بیجاست. همان ساعت فکر کرده لفظ کاوش بجای آن رسانید[2] فقیر باین قدر اصلاح او را استاد خود میدانم[3]. و در شهر سرهند ودیعت حیات سپرد. تاریخ رحلت آن عزیز الوجود فقیر چنین یافته ؎

محمد زمان راسخ خوش خیال — دریغا بجان آفرین جان سپرد
چو تاریخ فوتش دل از عقل خواست — خرد گفت با دل که راسخ بمرد

دیگر مادهٔ تاریخ این مصرعه است ع

راسخ دم بود محمد زمان

این شعرها از زادهای طبع اوست. ادائی دارد ؎

یادی از شام غم نالهٔ خموشان کردیم — مشتی از سرمه گرفتیم و پریشان کردیم
جامهٔ صبر به بالای جنون تنگ آمد — هر چه از دست برآمد بگریبان کردیم

---

[1] این بیت در بعضی نسخه‌ها نیست [2] الحق جانی ازین لفظ در قالب شعر دمید [3] ب: در اکبرآباد مدتی باهم صحبت داشته‌ایم مشفق ما کرم

زگلگشت چمن بیرون چو آن سرو خرامان شد　　کشاد بال قمری باغ را چاک گریبان شد
خرابی های عاشق بر فروزد رنگ رخسارش[65]　　پریدنهای رنگم آتشش را باد دامان شد
از ظهور عشق عالم یک تجلی بیش نیست　　ریخت رنگی در پریدن طرح این کاشانه بست
بود از درد وحشت نشئه در خون طپیدنها　　شود دامن ته پا صید را گرد رمیدنها
جهان دیگرم پرواز را باید کزین عالم　　چو چشم خفته بگذشتم ببال آرمیدنها
اثر بناله عاشق ز اضطراب خود است　　چو برق جوهر تیغم ز پیچ و تاب خود است
سرم خوش است ز جام شراب تشنه لبی　　جبین بادیه را صندل از سراب خود است
یاد چشم سرمه آلودش ز خویشم می برد　　میکند گرد رم آهو ز خود پنهان مرا
جلوه گاه آه گرمم گر شود میخانها　　خشک گردد می چو خون نافه در پیمانها
خرمنم در انتظار برق هستی سوز اوست　　میپرد همچون شرر از شوق چشم وانها
گشت خون از درد عشق آخر دل غم پیشه ام　　از می خویش است چون یاقوت رنگین شیشه ام
هر قدم[66] در بی ستون خون دل گم کرده ام　　با شکست شیشه می جوشد صدای تیشه ام

میر روحی

بر حقیقت او کماهی آگاهی نیست یک شعر او بمن رسیده و خوش آمده ؎

به کیش سخت دلان هم فسردگی ننگ است　　گواه این سخن است آتشی که در سنگ است

آقا رضوی[67]

یکتا بیت او از بیاض شاه ماهر انتخاب شده است ؎

بر ندارد عشق هرگز دست از دامان حسن　　گر بسوزی سرو را قمری سمندر می شود

محمد رضی[68] کشمیری

یک بیت او نیز خوش گاه اهل سخن گشته بخوش اندیشه بوده است ؎

محبت را پس از قطع محبت لذتی باشد　　که شاخ نخل پیوندی به از دال ثمر گیرد

---

۶۵ ب: حسن: خسارش ۶۶ ج: هر قدم در بی ستون غم دل گم کرده ام ۶۷ ب: - رضی ۶۸ ب: محمد حسین ضیا کشمیری، ج: محمد رضا کشمیری۔

۲۷ ملا رضوان

از ولایت آمده در لاهور توطن گرفته بود[1] صاحب دوبیت بیش نبود. در آن دوبیت نیز ابتذال برآورده بیچاره را پیمانه ساختند ـــ

نگر ساقی کمر در خدمت میخانه می بندد　　که چون نرگس بهر انگشت خود پیمانه می بندد[2]

معنی این رباعی را تازه یافته بود یاران پسند نمودند مطلع بخاطر نیست ـــ

چون پیر شدی مشو ز مردن غافل　　صبح شب مهتاب نهان می باشد[3]

حاجی محمد جان قدسی یک بیت در جواب بیت اولش رسانده ـــ

یکجام خمارم نبرد کاش چو نرگس　　بودی بهر انگشت مرا ساغر دیگر

۲۸ زکی همدانی

از احوال او کماهی اطلاع نه. این سه بیت از وست ـــ

نه نکهتی ز گلی نی پیامی از نخاری　　درین چمن بچه دل خوش کند گرفتاری

غرض الم بود از زخم ورنه فرقی نیست　　میان چاک دلی و شکاف دیواری

اگر حریف بلای هلاک خویش نخواه　　چرا که آرزوی مرگ عافیت طلبی ست

۲۹ زمانا[4]

در معنی یابی یگانهٔ زمانه بود. این چند بیت اوست ـــ

درد سر کیفیت پیمانهٔ فرزانگی ست　　نشئهٔ آسودگی در بادهٔ دیوانگی ست

نی تغافل از تو می بینم نه روی دل ز جور　　گر چنین است آشنائی صرفه در بیگانگی ست

قوت بال طلب تا هست کوتاهی مکن　　از حرم تا دیر یک پرواز مرغ خانگی ست

آنچه بی روی تو منظور نظر داشته ایم　　آستین است که بر دیدهٔ تر داشته ایم

اشک در راه طلب تخت روان است مرا　　زحمت کام از این بادیه بر داشته ایم

---

[1] ب، هرگاه به شاهجهان آباد می آمد با ما گرم جوشیها میکرد. [2] ب، این بیت که در سخنوری فخر میکرد از دیوان محمد جان قدسی ابتذال آن دیده شد. [3] ب، فقیر این معنی را چنین درست کرد. سرخوش ـــ

فتد یاقوت از آب و رنگ پیش لعل می نوشش　　بود صبح شب ماهتاب گوهر بناگوشش

[4] ذکر این شاعر در نسخهٔ ب نیست. [5] الف، زمان. [6] ج، داشته ام.

۵۰ محمد قلی سلیم

در زمان شاهجهان بادشاه از ولایت بهند آمده داد خوش خیالی و معنی یابی داده. در ملازمت نواب اسلام خان وزیر اعظم میگذرانید[1]. و شعرهای برجسته دارد. از وست ؎

چشم تو ز بیماری خود بر سر ناز است | مژگان تو همچون شب بیمار دراز است

گدای کوی خراباتم و غمم این است | که باده آتش سوزان و کاسه چوبین است

دل چو شد گرم ز می جلوهٔ معشوق کند | ماهی موم بآتش چو رسد آب شود

در تلاش سوختن چو کاغذ آتش زده | داغهای سینه ام باهم بجنگ افتاده است

توان از داغهای سبحه دانست | که دلها را بدلها هست راهی

نوبهار است و چمن در پی سامان گل است | ابر بر روی هوا دود چراغان گل است

بسته کمر کینم از قبضه کمان او | در کشتن من تیغش افتاده بیک پهلو

بیماری چشمش از تعویذ چو بنویسند | از پردهٔ چشم آرند خوبان ورق آهو

بعیش آباد هندوستان غم پیری نمی باشد | که مو نتواند از شرم کمرها شد سفید اینجا

کمتر نیم از قیصر و فغفور که من هم | در هند سیه بختی خود شاه سلیم

۵۱ سالک یزدی و سالک قزوینی

هر دو همعصر بودند. در عهد شاهجهان بادشاه در هندوستان آمده کوس سخنوری نواختند[1]. در تلاش سخن و کوشش معنی یابی هر دو کامل و اُستاد فن. اما غیرت آنقدر نداشتند که یک تخلص را دو کس چرا اختیار کرده اند. این چند بیت از سالک یزدی است ؎

شکست شیشهٔ خاطر ز ساغرم پیداست | چو لاله داغ دل از کاسهٔ سرم پیداست

جواب نامهٔ من غیر ناامیدی نیست | ز دست سودن بال کبوترم پیداست

از بس بدست کرده ام آشفته نالها | چون زلف دلبران شده شاخ غزالها

---

[1] نواب هرگاه ذوق شعرخوانی پیدا می کرد میفرمود که دیوان سلیم که مضامین هر شعر در دست بیاید یعنی بحر مواج بود. معنی از هر که می یافت می بست. سوای این از خود هم شعرهای برجسته دارد ۲ ب، حریفان ۳، هردی ۲ ب. [1] در اواخر عهد شاهجهان ودیعت حیات سپردند ۵ ب، هردی ۱.

دیوانه زلبس پرشده زنجیر گرانست   در دور خط[1] زلف بصد قیمت جانست

شکر ز درد تو در شیر استخوان دارم   عجب مدار که طوطی شود شریک هما

برنگ غنچه بدل شوق جامه در دارم   ز دست بکسر ناخن مدد نمیخواهم

که بیضه بیک منزلی[1] دام رسیدیم   از ما به اسیران قفس باد بشارت

ما سراپا خار خشکیم او سراپا آتش است   صحبت ما عاقبت با دوست در خواهد گرفت

من اشعار بلاغت شعار سالک قزوینی

بسکه ایستاده برد ریخته خون در پایش   کبک از حیرت رفتار قیامت زایش

طاوس اسیر است به گلدام پر خویش   بیرون نرود مرد ز قید هنر خویش

دریا دلان چو آب گهر آرمیده اند   چین بر جبین ز جنبش هر خس نمی زنند

سائر[1] مشهدی ۵۲

شاعر خوش خیال بوده در هند نیامده - این چند بیت او از بیاض میر معز موسوی برداشته شد

به نسیم مژه برهم زدنی خاموش است   پرتو عمر چراغیست که در بزم وجود

خم گردیده وادیه اضطراب شد   مینخانها از گردش چشمی خراب شد

که دگر دام نشاسند قفس نفروشند   چون گرفتاری من دید محبت فرمود

قافلان بیگ سپاهی ۵۳

خوش فکر بوده و همراه ایلچی هند بایران رفته با صائب وغیره شعرای آنجا صحبت داشته

یک بیت صائب را بالمشافه تحسین کرده بهند آورده پیش محمد علی ماهر نقل کرد و ایشان پیش فقیر -

صائب   مجنون بریگ بادیه غمهای دل شمرد   یاد زمانه که غم دل حساب داشت

---

[1] حسب: خط - ب: به یک منزل؛ در دام رسیدیم - ب: افتاده - ب: "سائر مشهدی و قافلان بیگ سپاهی" نیز معاصران یکدگر بودند فقیر بر حقیقت ایشان بخبر مطلع نیست - اما اینقدر رسیده از که هر دو خوش فکر و تازه خیال اند - سائر در هندوستان نیامده و قافلان بیگ سپاهی همراه ایلچی هندوستان بایران رفته با شعرای آنجا صحبت داشته خصوص با صائب مکرر هم صحبت بود یک بیت صائب بالمشافه تعریف بسیار کرده بهند آورده پیش محمد علی ماهر نقل کرد و مشار الیه پیش فقیر نقل کرده - آن بیت اینست: مجنون بریگ بادیه غمهای دل شمرد   تا در زمانه که غم دل حساب داشت   صائب به از این هم دارد اما او را اینقدر خوش آمده در چشمت -

اشعار میرزا صائب ازین هم بلندتر است مگر آن عزیز را همین خوش آمده - منه

رسید یار من از گرد راه میخواهم — کمر کشاید و خنجر بمن حواله کند

شد سفید از گریه چشمم بسته شد راه نظر — رشته کی از پنبهٔ نمناک می آید برون

ازان میان که تو داری گذشتن آسان نیست — ز دجله گر گذری آب تا کمر باشد

۵۴ حکیم سیدا[1]

صاحب این شعر است خوش فکر معلوم میشود ــ

در انتظارت ای ثمر دل شگوفه دار[2] — چشمم سفید گشت و تو در دیده بوده ‌ئی

۵۵ حاجی محمد اسلم[3] سالم

از نوکران عمده اعظم شاه عالیجاه است بسیار خوش فکر و معنی یاب است - این بیت او آئینهٔ خیال بلند اوست ــ

نه بند دبر قفا[4] او بار دست جور ظالم را — همان پیش است پیکان از هوا چون تیر بر گردد

فقیر سرخوش نیز بشوق این معنی قصد کرده، بلکه تیری بر تیرش زده ــ

با بزرگان بی ادب تیری مزن سوی فلک — وقت بر گشتن بود پیکانش آخر سوی تو

۵۶ محمد صالح[5] ستار

بطرف بنگاله بوده بسیار خوش ادا است - از وست ــ

کباب هم میکند در می پرستی همت مینا — که گر یک ساغرش کم تر دهی زنار می بندد

۵۷ میرزا[6] سنجر

در زمان شاهجهان سرآمد سخنوران بود - این چند بیت از دست صاحب تلاش بود ــ

چشم بر راه هند میخواران که کی باران شود — ابر میخواه هند مستان خانه گو ویران شود

از آب زر بخنجر شیرین بنقش بود — کین را نسبت به تیشهٔ فرهاد میر شد

داغم به نمک خشک شد و زخم بالماس — آگه کن از این خنجر به مرهم طلبان را

---

[1] ج: حکیم سیده، د: سعیدی، ب: سعیدا [2] ج: حاجی محمد اسلم سلیم [3] ب: ورقفا [4] ب: محمد ستار رجوع ساله [5] د: نسخه ب: همین یک بیت نوشته است و دیگر سه شعر در ذکر ستار درج کرده است -

تیره بنشینی گرت خالیست از روغن چراغ	کلبهٔ فقر و قناعت را بود روزن چراغ

سیاح

صاحب همین بیت است دیگر از وی شعر خوب بگوش نخورده ــ

ولی با[1]عقده در جمعیت سامان نمی باشد	صدف را تا بود گوهر لب خندان نمی باشد

میر سید علی سید

سید[2] تخلص داشت در ولایت با میر معز هم طرح بوده مشق او را نیز کم از مشق میر نتوان گفت[3] این چند بیت از زاده های طبع اوست ــ

از باده برفروخته حسن فرنگ را	خطش بشیشه کرده پریزاد رنگ را
در بحر وجودش دو جهان نقش بر آبست	با هستی او هستی ما موج سرابست
معماری اقلیم دل ما نتوان کرد	چندان که در و دیده کند کار خرابست
نمودی می شفقی چهره فرنگ ترا	بناز بالش گل تکیه داد رنگ ترا
فتد گر جانب بستان گذر آن شوخ سرکش را	کند گلگون پریده نهای رنگ لاله ابرش را
بقدر خویش در هر نشه هر کس عالمی دارد	سپهری چون حباب می نباشد رند میکش را
خوش آن ساعت که بینم در کنار خویش جالیش را	چو گل واکرده باشم غنچهٔ بند قبالیش را
نیم غافل کند گر جلوه بر خاکم پس از مردن	جواب از دل طپیدن می دهم آواز پالیش را
فرنگی زادهٔ در اصفهان دل برده از دستم	که هند از تیره بختی های من بندد حنالیش را
چنانم دیده لبریز از خیال آن بدن باشد	که هر مو بر تن سیمین او مژگان من باشد
ز بس لبها و نداز خود ز شوق گفتگوی او	صدای پا بگوش آید چو جانان در سخن باشد
نگارین کی شود سید کف دریا دلان هرگز	حنائی پنجهٔ مرجان ز خون خویشتن باشد
بصحرای که ناز[4] از جلوه گردانند عنانش را	جواهر سرمه سازند آهوان ریگ روانش را
مرا افگندن وحشتهای عشق او بصحرای	که از مژگان شیران[5] سبزه باشد آهوانش را

---

[1] ج: بی عقده [2] ب: خلف میر رضی بیوتات کشمیر برادر خورد میر احمد خان داماد شاهنواز خان سید تخلص میکرد. بهند نیامده [3] ب: خطاهم بطرز ولایت بسیار شیرین می نویسد. اشعار او را میر معز بهند آورده [4] ب: بتارش [5] ب: صحرا ... و: یار ... ج: شیرین -

چسپان آرم در آغوش آن بت گیسو مسلسل را　　که نتواند بخود همخوابه دید از ناز مخمل را
حسن را فتراک گیرای بدست انداز اوست　　شوخ چشمان را رگ گردن کمند ناز اوست
هر کجا گردد شکار افگن قیامت میشود　　شور محشر گوش بر آواز طبل باز[1] اوست
این چه رنگست که از عکس گل رخسارت[2]　　جوهر آئینه ابر شفق آلود شود

۱۸۰ سید[3] علی خان

خوش نویس بجواهر رقم خان خطاب داشت. گاهی فکر سخن میکرد. چون تخلص نداشت. نامش را بجای تخلص اعتبار نموده شد. از وست ؎

نفسم سوخته فریاد خموشی دارم　　ناله در گرو سرمه فروشی دارم
بیا بلبل بآهنگی که میدانی بکش هوی　　که از خود رفتنی در پیش دارم تا سر کوی
من آن مرغم که آهنگ نوی[5] در نهفس ارم　　صفیری میکشم تا نعره واری از نفس دارم

۱۸۱ میر جلال الدین سیادت[6]

در لاهور توطن داشت. صاحب فکر معانی و تلاش بلند بود اما چون من طالع شهرت و قبولیت نداشت[8] ؎

مجور فعت اگر چون مور میخواهی سر خود را　　مکن مقراض عمر خویشتن بال و پر خود را
تماشای جهان اهل عدم را در نظر باشد　　توان از خانهٔ تاریک دیدن حال بیرون را
مالذت حیات ز غفلت نیافتیم　　چون نشهٔ شراب که در خواب بگذرد
نمی خواهم که دنیا را نظر بر حال من افتد　　که چون طاوس از زینت گره بر بال من افتد
خبر ز زنده دلی نیست اهل مدرسه را　　که دل بسان مگس در کتاب می میرد
چون آفتاب لب بام آخر وصل است　　رسید بر سر ناخن حنای عشرت ما
مگر ستارهٔ بختم شرار کاغذ بود　　که تا نسوخت مرا از سرم نکرد گذر

---

[1] ب. ناز [2] ب. رخسارش [3] و: سید عنایت خان [4] ب. خدمت داروغگی کتابخانه سرکار والا داشت [5] ا. توی [6] ا. جمال الدین سیادت. [7] ب. سعادت خلف میر جمال الدین محدث بوده [8] ب. وقتیکه برای مطلع شاهجهان آباد آمده بود. یک دو صحبت فقیر را باوی اتفاق ملاقات افتاده. مرد عزیزی بوده. قریب یکدو جزو در بیاض من اشعار بخط خود نوشته. در معنی های تازه یافتن و خوب بستن کوتاهی نکرده

جدا از قید آرامی ندارد جان محزونم — بچشم حلقهٔ زنجیر باشد خواب مجنونم[۱]

۹۲ ملا اسیرابی[۲]

در عهد جهانگیر شاه بهند آمد مرد خوش طبع و خوش فکر بود. گویند روزی در مجلس نواب قلیچ خان حاضر شد. نواب فرمود که ملا اسیرابی ما هم فکر میکنیم شعرهای ما را شنیده. عرض کرد نشنیده ام عنایت فرمایند مستفید خواهم شد. فرمود که سفینهٔ من بیارید. بیاض آوردند. بدست گرفته چند غزل بی سروپا و چند بیت بی معنی و نامربوط برخواند. سیرابی چند جا دخل کرد و اظهار استادی خود نمود. نواب برآشفت و زبان بفحش و دشنام کشود. شاعر سر فرو کرده می شنید بعد از آن برخاست و عرض کرد که نواب سلامت. این نثر نواب به از نظم نواب است. از اشعار او بالفعل دو شعر بنظر در آمده. از وست —

در چشم[۳] ترم رنگ جهان برق و سراب است — تا دیده بهم برزنم این خانه خراب است
مژگان من از گریهٔ بسیار فرو ریخت — آخر فتد آن نخل که نزدیک بآب است

۹۳ حکیم سرمد

مجذوب و شیخ سرو پا برهنه بود بمذاق تصوف آشنائی تمام داشت و گاه گاه فکر[۴] رباعی میکرد. داراشکوه خلف[۵] شاه بادشاه از راه موحدی او را دوست میداشت. پیش بادشاه تعریف او کرد[۶]. خلیفهٔ الهی عنایت خان آشنا را برای تفتیش و تحقیق کشف و کرامات او فرستاد. خان معزالیه آمده او را[۷] دید و باز بخدمت شاه رفت و اظهار احوال او بر[۸] این بیت نمود —

بر سرمد برهنه کرامات تهمت است — کشفی که ظاهر است از و کشف عورت است

در اوائل جلوس عالمگیر شاه بسبب الحاد و عریانی بفتوای علمای زمان بقتل رسیده. از سرمد است —

رباعی:
سرمد چه طلسم را که در وا کردم — در شام دریچهٔ سحر وا کردم
هر چند که خواب را نه سر وا کردم — دیدم همه خواب تا نظر وا کردم

---

۱ نسخهٔ ب: این بیت نیز دارد: بدست ساغر بکف انجمن تصویریم. که خود پیشتر از باده کشیدن رفتیم ۲ ب: سرابی ۳ لا: در چشم جهان ریگ جهان برق سراب است ۴ ف: شعر میکرد. رباعیات او مشهور است. بیشتر رباعی میگفت ۵ ب: پسر کلان شاهجهان ۶ ب: پیش بادشاه تعریف کرده طلب حضور نمود. روزی که داخل اردوی معلی شد حضرت خلیفهٔ الهی عنایت خان آشنا را برای تفتیش...... ۷ ب: درو ۸ ا: برو.

سرمد که ز جام عشق مستش کردند / بالا بردند و باز پستش کردند
میخواست خدا پرستی و هشیاری / مستش کردند و بت پرستش کردند
هرکس که سر حقیقتش باور شد / او پهن تر از سپهر پهناور شد
ملا گوید که بر فلک شد احمد / سرمد گوید که فلک با احمد در شد

سرخوش

خادم درویشان بلکه خاکپای ایشان محمد افضل سرخوش از خانه زادان شاه عالمگیر است ـ یکچند در عالم جوانی در پی دولت دنیا و تلاش منصب و جاه سرگردانی بسیار کشید آخر بتوفیق الله در شاهجهان آباد گوشه عزلت اختیار نموده خدمت درویشان را سرمایه سعادت دانست ؎

نیست در عالم بهشتی خوشتر از خلوت مرا / دوزخی نبود بتر از گرمی صحبت مرا
دولت بیدار عرفان داد حق نعم البدل / گر دگر گردون دون محروم از دولت مرا

بکرم الهی اکثر عزیزان کامل را که درین عصر بودند دریافت و با جمیع خوش خیالان که درین زمان کوس سخنوری مینواختند صحبتها داشت و استفادها نمود اما اعتماد هیچ کمالی بر خود ندارد مگر گاهی بخاطر میگذرد که با صاحب کمالان آمیزش داشته ام هر آئینه بی نصیب نخواهم بود جمال همنشینان اثری کرده باشد چنانچه مرزا صائب فرماید ؎

اگرچه نیک نیم خاکپای نیکانم / عجب که تشنه بمانم سفال ریحانم

گفته اند که شناخت عارف و شاعر و خواننده اصول موسیقی یا خبر و غیرهم بسیار دشوار است مگر تحقیق شود که با کدام کامل صحبت داشته و با کدام هنرور اختلاط ورزیده. قیاس حال او از آن عزیز کنند چنانچه مولوی معنوی فرماید ؎

گر تو نشناسی کسی را از ظلام / بنگر او را کوش سازیده امام

چند شعر از زاده های طبع ناقص خود می نگارد که باری باین وسیله در شمار عزیزان و قطار بندگان ایشان در آید. این چند بیت خوش کرده عزیزان صاحب کمال است ؎

ملـ ب: آخر چون دید که سعی بجای نرسید بوسیله خدمتی بعلوفه قلیل قناعت نموده در شاهجهان آباد پای در دامن عزلت کشید. خدمت درویشان را سرمایه سعادت دانسته از فیض صحبت ایشان بهره تمام حاصل کرده است. سازنده

سرخوش

هوشیاری را حجاب یار میدانیم ما   بیخودی را بزم بی اغیار میدانیم ما

تیز می سازد بقتل عاشقان شمشیر را   این قدر هم رحم از و بسیار میدانیم ما

چنین گر میگذارد ضعف جسم ناتوانم را   حبابی میتواند آسمان گشتن جهانم را

تبخاله نیست در شب هجران ز تب مرا   کز فرقت تو خیمه زده جان بلب مرا

کجا فقیر بدل جا دهد تو نگر را   زمین فرو نبرد همچو قطره گوهر را

پیموده ایم بسکه ره گلعذارها   از فرق ما چو شانه گذشتست خارها

مبند دل بزر و مال در جهان سرخوش   بهر دو دست صدف سان بچسپ گوهر را

آیینه دار حسن بود ذره ذره ام   گشتم سپند آتش خود چون شرارها

کنم ز باده گوارا بدل غم او را   توان بآب فرو برد تلخ دارو را

چه گفتگوی که چشمش نمی کند با من   از و بپرس که داند زبان آهو را

نفس را غالب چو بینی از لباس تن برآ   راهزن چون تیغ بردارد ز پیراهن برآ

نظری بر گل شبنم زده افتاد مرا   آمد از زخم نمک سود جگر یاد مرا

ز چشم شوخ که دی تیره روز لاله و گل را   بخاک سرمه کشتی شعله آواز بلبل را

نیست ذوق گفتگو طبع مآل اندیش را   میکنم چون خانه خود پامال حرف خویش را

نیستم آزاد از قید خطش هر چار دم   چون قلم پایم ز خود پیدا کند زنجیرها

عمر چون تصویر صرف راز پوشی شد مرا   هر دو لب چسپیده مشق خموشی شد مرا

شکوه پادشهانست کشتنگان ترا   جنازه تخت روان است کشتنگان ترا

کوزهٔ دولاب شد از سر دانه اش   بسکه گردید سبحه بر تقوی ما

منعمان را حرص زر باقیست تا روز حساب   تشنه آخر تشنه خیزد گر کشد دریا بخواب

رشته داری از تعلق ساز نقص غفلت است   نغمه تار رگ گوهر شکست قیمت است

برق جولانی که بی پروا از این وادی گذشت   چشم آهو همچو ابر تیره از باران پر است

رام گشته وحشی مطلب بناکامی مرا   بخت من چون چشم آهو در سیاهی خفتنست

نیست شاهی جدا از فقر که طبل   گویم از پوست کنده کشکول است

تا مرا یکپای ثابت در طریق یار گشت　　پای دیگر گرد آن از شوق چون پرکار گشت

بیهوده دل زاهد[۱] کشان وسوسه‌ناک است　　از یک قدح باده حساب همه پاک است

از خوشه انگور عیان شد که درین باغ　　شیرازهٔ جمعیت دلها رگ تاک است

شریک صاف دلان اند خامشان در رنج　　شکست آئینه زخمی بروی تمثال است

غنچه تبسم براه نازنینم بشکند　　برگ گل در زیر پایش کم ز لخت شیشه نیست

بود واعظ ز علم باطن اعمی　　که چشمانش چو عینک در کتابست

ای حشر بخاک من بیتاب چه شور است　　بر داشت همین لحظه سر از خواب چه شور است

از ورق گردانی دیوان کسی آرسته نیست　　در همه دیوان او یک مصرع برجسته نیست

از دامن وصال جدا نیست دست عشق　　پای چراغ حسن تو بخت سیاه ماست

شیرینی سخن برعایت مقدم است　　کی حق این نبات ز حق نمک کم است

ز احسان بر بند رخنهٔ دیوار دشمنی　　زخمی دهان پر گله را لقمه مرهم است

بر اوج جاه غرور دلی رسا گردد　　به پشت بام[۲] دو بالا عصای پا گردد

کفر و دین عشق بوحدت اوست　　سخن هر دو لب یکی باشد

ساز بزم عشرت ما بی رخنت از کار ماند　　نغمه از بس نارسای چون گره در تار ماند

تا نظر بر حسن صیادم فتاد از زیر دام　　دانه از حیرت بچشم مرغ پسته در منقار ماند

ساز هم در جنگ بر دل ساز جنگی میشود　　نی چو گیرد وصل با پیکان خدنگی میشود

ناگهان گیراست کین دست از جان شسته　　دل چو پر از داغ حرمان شد پلنگی میشود

رونق بیداد او از اضطراب ما بود　　جوهر شمشیر نازش پیچ و تاب ما بود

برق پیش وحشت ما پای خواب آلوده است　　عرصه کونین یک گام از شتاب ما بود

تنزل پیشه کی از تیره روزیها حزین باشد　　که بالا شام اگر شد صبح در زیر زمین باشد

زمین و آسمان در میکشی فرمانبرت گردد　　سرت چو گردد از مستی جهان گرد سرت گردد

محال است این که بعد از مرگ هم دست از تو بردارم　　که گر من خاک گردم گرد دامان تو خواهم شد

---

۱ ب - باده کشان　۲ ب - بام

تن مده اختلاط چسپان را[۱] — جامهٔ تنگ زود چاک شود

چنان بی روی او آمادهٔ شیون بود گلشن — که گر ناخن زنی بر ساغر گل در صدا آید

رزق را روزی رسان مقدار هر پیمانه داد — خوشه را چندین شکم داد و بهر یک دانه داد

از زر و مال جهان عریان تنان وارسته اند — غنچه سان اندر گره خود را چو گوهر بسته اند

نالهٔ ما صورتی نگرفت بلبل ساختند — لخت های دل بیک جا جمع شد گل ساختند

خط او شد سبزی کز بخت ما بر داشتند — دود دل آمد بروی کار کاکل ساختند

آنچه کم از طاقت ما شد به تمکینش فزود — صبر ما بردند در چشمش تغافل ساختند

مردم و از جستجوی او نیاسایم هنوز — میدود چون ریشه زیر خاک اعضایم هنوز

بسکه از نامحرمان پوشیده دارم راز خویش — همچو خط سرتا بپایم سرمهٔ آواز خویش

نه بندد در دلم صورت تمنای خط و خالش — ز شوخی نقش بر آبست در آئینه تمثالش

چسان بر خواند آن مه نامهٔ مشتاق دیدارش — که خط را همچو ظلمت محو سازد نور رخسارش

بر دهن دست گذارد ز ادب گل بچمن — که بگوش تو کند عرض پریشانی خویش

رنگ صد بسمل طپیدن ریختی در جان برق — در گرفت از شعلهٔ شمع رخت دامان برق

سینه سوزان محبت را بچشم کم مبین — هر شراری دارد اینجا در بغل سامان برق

ظلمت زدای هستی من شد ضیای دل — گشتم نهان برنگ گهر در صفای دل

بسکه بگدازد ز شرم حسن آن رخسار گل — عطر ماند بر کفش چیند چو در گلزار گل

زیب خوبان دگر از زیور و لعل و دُر است — بر لبت بس رنگ پان و گوشهٔ دستار گل

کی شود از ناز با ما خاکساران چار چشم — آنکه می پوشد ز گرد سبزه در گلزار چشم

دین و دنیا خورده بر هم تا که ما پیدا شدیم — از میان این دو کف همچو صدا پیدا شدیم

افغان من خبر دهد از حال خسته ام — بر تیر آه نامهٔ اعمال بسته ام

عشوه هر دم چشمکی میزد ز شوخی سوی من — من هم از پرواز رنگ خود اشارت داشتم

---

۱ در بهار عجم این شعر چنین آمده است —

تن مده اختلاط چسپان را — جامهٔ تنگ زود پاره شود

جنبش لب در حدیث عشق پر بی لطف بود   از طپیدنهای دل با او حکایت داشتم
راحتی کز نشئهٔ سرخوش بعزلت یافتم   داشتم تصدیع گر با خضر صحبت داشتم

تا ز حرف جستجویش دم زدم   چون دو لب کونین را برهم زدم

سکوت داد نشاط دگر درین چمنم   سخن بخنده بدل شد چو غنچه در دهنم

ز بس سعی دگر هر گام در راه فنا دارم   چو برق از گرمی رفتار آتش زیر پا دارم

ز بس شرم تو ریزد رنگ خاموشی بکام من   چو شمعم گر زبان جنبد عرق گردد کلام من

ز آبادی فزاید شور سودا در دماغ من   سواد شهر مشک سوده افشاند بداغ من
چه پروا عاشق وارسته را از آفت دوران   که باشد آتشین چون غنچه دامن بر چراغ من
فزاید کاوش غم حسن شورانگیز سودا را   که ناخن جلوهٔ ابرو کند بر چشم داغ من

هموار نرگس نه بلند آزار   نتوان کف دست را گزیدن

مردم از حسرت ز بیغامی دلم را شاد کن   ای که میگفتی فراموشت نسازم یاد کن
سرمهٔ چشمت گلوی عاشقان از ناله بست   هر قدر میخواهی اکنون جور کن بیداد کن
هرزه نالیهای این دل سخت دردسر فزود   دور شو بی صبر از پهلوی ما فریاد کن

بصحرای سر افگند حسن بی نشان او   که از خود رفتن مجنون بود ریگ روان او

گرانست از نزاکت نشئهٔ می بر دماغ او   ز بار رنگ صهبا بشکند چون گل ایاغ او
مزاجش تاب شور نعرهٔ مستان کجا دارد   که بر هم می شود از قلقل مینا دماغ او
چه پرسی ظالم از حال بخون آغشته تیغت   که بر روی نمک خوابیده همچون لاله داغ او

شد آب بسکه پیش رخت از حیا نگاه   ریزد برنگ اشک ز مژگان ما نگاه
لبریز ناله گشت ز بس پای تا سرم   چون نی بود بدیدهٔ زارم صدا نگاه

شکار افگن درین صحرا گذر تا کرد گلروی   چو داغ لاله در خون خفته هر سو چشم آهوی

ز گرداب گهر نبود رهای اهل دنیا را   بسا کشتی درین یک قطرهٔ آبست دریائی

کشیدم در چمن آه از غم آن گل بافسوسی   درون بیضه بلبل سوخت چون شمعی بفانوسی
شراب از شرم لعلش بسکه هر دم رنگ گرداند   ندانم شیشهٔ صهباست یا در جلوه طاوسی

رباعی
خواهی که قدم براه حق بگذاری　　باید که بکف دامن پیری آری
بی آینه پنبه در نگیرد هرگز　　یک عمر اگر در آفتابش داری

از باده سر افزون شود عقل و شعور　　ساغر خضر راه نشاط است و سرور
می روشنی طبع بود سرخوش را　　روغن همه در چراغ گردد نور

در اهل جهان بود قناعت کمتر　　مادرزاد است حرص در طبع بشر
بنگر که خورد طفل یک پستان شیر　　در دست بگیرد سر پستان دگر

هر کس که بود سیم و زر زیب و فرش　　باشد پس مرگ ناگزیر از سفرش
بنگر که چو شد جامهٔ زرباف کهن　　سوزند در آتشش از پی سیم و زرش

شانی تکلو ۹۵

صاحب سخن و استاد فن بود. شعرهای برجسته دارد. مثنوی در مدح شاه عباس فرمانروای ایران بسیار بتلاش گفته. شاه بیت او پسندیده او را بزر کشید ؎

اگر دشمن کشد ساغر وگر دوست　　بطاق ابروی مستانهٔ اوست
صد دور بهر ساعت در شهر توی گردم　　من گرد سر شهری از بهر تو میگردم
عشقم چنان گداخت که موران تربتم　　عضوی نیافتند که ناخن فرو کنند
دیروز توبه کرده‌ام و امشب بپای خم　　آن طاقتم نماند که می در سبو کنند

ملا شیدا ۹۶

در اواخر عهد جهانگیری و اوائل جلوس شاهجهان بعرصهٔ هند آمده هنگامهٔ سخنوری را گرم داشته. شاعر غرا پرگو قافیه پیماست[ب]. در عهد خود یگانهٔ زمانه بود. روزی در مجلس سخنوران ذکر این

[ب] باعتقاد خود سخن [illegible] یافت اما یاران ابتذال از هر یک شعر او بر می آوردند چنانچه شیخ فیروز سعدالله خانی را بازی در دار الخیر اجمیر اتفاق صحبت افتاد هر بیت که او میخواند ابتذال آن می خواند. عاجز شد و گفت آخر هم من چیزی دارم شیخ گفت ظاهر است شما باشد.

شیدا　　ای عدوی تو کرده آینه را چشم نیاز　　شانه را دست دعا در شام زلف تو دراز

این بیت هم حرف زدنی بیش نیست. رساله و زین ماده ترتیب داده هر چه شیدا خوانده مع ابتذالش در آنجا نوشته. میر معز موسوی یک مطلع اش را روزی بسیار تحسین میکرد. فقیر گفت مطلع خوب است لیکن پیش مصرع خوب نرسیده. آخر بدیهه فقیر آنجا همان معنی را مطلع دیگر ساخت و هر دو مصرع خوب رساند.

مطلع او درمیان آمده۔ همه خوش کردند ؎

بسکه انپاشته اشکم رُخ کاهی از خون   مژه ام بسته بهم چون پر ماهی از خون

فقیر گفت پیش مصرعه خوب نرسیده است۔ بدیهه مطلعی ساختم ؎

بسکه میرود دسرشک از دیدهٔ گریان ما   بسته از خون چو پر ماهی بهم مژگان ما

وقتیکه این مطلع قصیده را گفت و درمیان آورد ؎

شیدا چیست دانی بادهٔ گلگون مصفا جوهری   حسن را پروردگاری عشق را پیغمبری

یاران خوش کردند و در تراشا بستند۔ چون بسمع مبارک[1] پادشاه دین پناه رسید۔ بید باغ شده زبان بتکفیراو کشود که تعریف این ام الخبائث که حرمت آن به نص قرآن ثابت است چنین گفته۔ باید که از ملک ما بدر آید۔ چون حکم باخراج او صادر شد۔ بوسیلهٔ یکی از مقربان این قطعه گذرانید و بادشاه رحیم دل را بر حال خود مهربان ساخت ؎

شیدا جهان پناها شاها بقدر جاه و جلال   نیافرید خدا چون ترا عدیل و نظیر

بوصف می زده سر از من این دو مصرعهٔ خوش   که گشته ورد زبان همه صغیر و کبیر

اگرچه لفظش عام است معنیش خاص است   بخاص و عام بود شهره همچو بدر منیر

چنین که میکشش اسرار مولوی جامی   که هست گفتهٔ او دور از در تقصیر

بوصف می ز صراحی دو باره قلقل می   به از چهار قلش گفت و فارغ از تکفیر

مرا به کفر چه نسبت بود که به زمی   سخن چنین کند و هیچ نایدش بضمیر

مرا چو شاه براند کجا توانم رفت   بگاه راندن از کف گجا رود شمشیر

این بیت ملا جامی برای استشهاد ملا این جا نوشته شد ؎

از صراحی دو باره قلقل می   نزد جامی به از چهار قل است

بر قصیدهٔ خان زمان محمد جان قدسی ملک الشعرا که گفته ؎

عالم از نالهٔ من بی تو چنان تنگ فضاست   که سپند از سر آتش نتواند برخاست

مناظره کرده که همه صاحب سخنان پسندیدند۔

---

[1] ب، ا۔ شاهجهان۔

مشهور[۱] است که شاعر ظریف طبع بی باک شوخ دهن هجوگو حاضر جواب بوده، هجو اُستاد زمان طالب آملی که از امرای پادشاهی بوده چنین گفته ـــه

شب و روز مخدوم ما طالبا ... پی جیفهٔ دنیوی ور تگ است
مگر قول پیغمبر آمد بجای ... که دنیاست مردار و طالب سگ است

بیت دیگر در هجو جناب مسکی و بخیلی حکیم حاذق چنین گفته ـــه

بیت[۲]
....

هجو میرزا امرالله پسر خانخانان که او را معظمی میگفتند بسیار بلطافت گفته ـــه

بیت[۳]
....

[۴]

گویند وقتیکه رایات عالیات بسیر کشمیر تشریف برد. در آنجا شالی کهنه چند ساله ذخیره در سرکار جمع شده بود[۵]. حکم شد که چهارم حصه بشاگرد پیشه تنخواه نمایند. برات شیدا نیز بند شد. پیش اسلامخان دیوان اعلیٰ رفته اظهار ابرام نمود. یساولان بی محر متش کرده از پیش نظر راندند. چنانچه دستارش از سر افتاد. بانگ برداشت که نواب سلامت عرضی دارم برای خدا بشنو. چون قدرے نزدیک بردند گفت. عزتی که من در دیوان شما یافته ام شما نیز بدیوان من خواهید یافت. نواب متبسم شد.

---

[۱] ب. چه تصرفات و گفتگوها و مناظرها نکرده [۲] فحش است لهذا حذف شد [۳] این هم فحش است [۴] ج. روزی در مجمع شعرا نشسته بود. اظهری شاعر نابینا در آنجا حاضر گشت یک بیت تازه گفته بود در مجلس بی محابا برخواند ـــه

خواه با اظهری و خواه به بیگانه نشین ... من همین شرم ترا بر تو نگهبان کردم

ملا شیدا گفت. مثل هندی مشهور است که زن نابینا را خدا نگهبان است [۵] ب. حکم شد که چهارم حصه طلب نقدی شاگرد پیشه وضع نموده. شالی ذخیره تنخواه نمایند. دران ایام شیدا پنج روپیه یومیه داشت برات این هم بند شد. پیش نواب اسلام خان، که وزیر اعظم بود عرض کرد که من شاعرم و پادشاه این قلیل وجه بصیغه تصدق فرق مبارک بمن میدهند شالی گرفتن بمن چه مناسبت دارد. نواب فرمود حکم عام است که بشاگرد پیشه چهارم حصه شالی تنخواه نمایند برای تو من ضابطه دیگر نتوانم کرد. اگر میخواهی بگیر و الا فلا. شیدا اسماجت و ابرام زیاده از حد نمود. نواب فرمود که در کنید. بمجرد حکم یساولان و میر توزکان خفتش کردند چنانچه دستارش از گردنش بر زمین افتاد. گرفته بیرون کنهره افگندند شیدا بانگ برداشت نواب سلامت عرضی دارم. برای خدا بشنو. نواب فرمود که بیارید. نزدیک آمده گفت نواب سلامت عزتی که من در دیوان شما یافته ام. شما هم در دیوان من خواهید یافت. نواب خندید. برات او دستخط معافی کردند.

براتش در دست گرفته دستخط معافی نوشت - اگرچه اشعارش مشهور است این چند بیت خوشگاه میر معز قلمی گردد -

مرا نیاز ترا ناز هر دو می زیبد — چنانکه زیر و بم ساز هر دو می زیبد
چون غنچه دل ز دوست جدا شد گره مرا — مژگان بهم چو بند قبا شد گره مرا
پنجهٔ اهل سخا در جانب دست گدا — وقت رفتن غنچه و هنگام برگشتن گل است
مرد غم را ز طرب تازه دماغی نبود — خانهٔ آتش زده محتاج چراغی نبود
ساده لوحی که بیک غمزه دلم[1] شیدا کرد — آنقدر مشق ستم کرد که خط پیدا کرد
توان تسکین من از حیرت سراپای نه تقریری — بدان ماند که هم بزم است تصویری بتصویری
اگر گیسو برافشانی هوا در مشک تر پیچی — و گر رخساره بنمایی شب ما در سحر پیچی
فسونگر داند آن خاکی که از وی بوی ما آید — شناسم بوی الفت را اگر در مشک تر پیچی
خورم ز دست غمت[2] خون ناب را تنها — چنانکه میکش مفلس شراب را تنها
گهی بر و بنوگه بسوی گل نگرم — کند مقابله کس چون کتاب را تنها
چو عندلیب بخواند کتاب خندهٔ گل — تبسم تو بود انتخاب خندهٔ گل
چنانکه بدیوان عشق می طلبند — ز آب دیدهٔ بلبل حساب خندهٔ گل
حریر شعلهٔ ما را در آب می بافند — کتان ما بشب ماهتاب می بافند
بعشق خواب طلب میکنی برو غافل — بکارخانهٔ مخمل که خواب می بافند
یک ابر بر نیامده با چشم تر که ما — یک لاله سر نکرده بداغ جگر که ما
گل خنده این قدر نکند در دهن که تو — بلبل ننالد این همه شام و سحر که ما
عشق با حسن است هر جا هر صورت که هست — حلقه گردد طوق قمری گر شود در چوب سرو
شهید[3] حسرت آغوشت ای نازک بدن گشتم — بجای موی سر در ماتمم بند قبا بگشا

۶۷ شادمان

از سلاطین زاد هاى قوم گکهر است - ملک ایشان ما بین پنجاب و حسن ابدال واقع است -

---

[1] ب - یار [2] ب - غمش [3] ب - شهید حیرت عشق توای نازک بدن گشتم -

منصب ترک نموده در وطن گوشهٔ انزوا اختیار کرده. طبعی درست داشت. دیوانی بطرز قدما ترتیب داده. امّا آنچه در صاحب سخنان از وی شهرتی دارد این بیت است ؎

شاخ شکستهٔ گل ندهد بیک زلف یار هرجا شکست خورد گل آفتاب داد

روزی شیخ عبدالعزیز داروغه عرض مکرر که عزت تخلّص داشت پیش فقیر نقل کرد بادشاه عالمگیر امروز از من پرسید که شادمان سوای این بیت شعر دیگر هم خوب دارد. بنده عرض کرد یک بیت دیگر او نیز هم برجسته و در هم تلاشی است. از وست ؎

جز من کسی دگر ز سلاطین روزگار بندی بروی بحر ز گوهر نبسته است

فقیر گفت بادشاه عالمگیر شعر فهم نیست بطالع شما جهانگیر شاه نبود و الّا میدید که کار بکجا میکشید. در حضور بادشاه این چه طور شعر بود که خواندند. بیت فخریهٔ اوست. از شعور شما بعید است. تامل کرد و گفت. فلانی راست میگوی خطای عظیم بود. حق تعالی بخیر عفو کرد.

شوقی

از وی این بیت شوق افزا است. غیر ازین بگوش نخورده ؎

اسیر عشق دگر فشار قیب تقدیرم چو شیر از دو طرف میکشند زنجیرم

میر هادی شرر [۲]

درین عصر در ایران هنگامهٔ سخنوری را گرم دارد. شعر عارفانه میگوید ؎

بیاد تو گلی چو غنچه شب تنگ بنشستم سحر چو جیب صبر هم چاک شد خود را همان دیدم

فقیر سرخوش نیز ازین قبیل بیتی رسانده ؎

دست در دامن معشوق زدم دوش بخواب دامن خود بکفم بود چو بیدار شدم

شرف الدین حسین [۳]

ازین عزیز نیز یک بیت از زبان میان ناصر علی شنیده شد ؎

حسرت نظر نکرده چشم سیاه کیست شور جنون صلای شکست کلاه کیست

[۱] در نسخهٔ ج این شعر در ذکر شادمان نوشته است ص ۸۰ ب. [۲] میر محمد هادی شرر تخلص در ولایت هنگامهٔ سخنوری را گرم دارد ص ۴۰ ج. [۳] محمد شرف الدین.

۷۱ شریف تبریزی

یک رباعی او از سفینهٔ محمد علی ماهر نوشته شده۔ رباعی

پوشیدن چشم من بدیدن ماند ‌‌ بر پای نشستنم بر فتن ماند
پابند بهیچ مانده ام بر سر راه ‌‌ چون حرف که بر زبان الکن ماند

۷۲ شعیب

از دو دو بیت بنظر در آمده خوش فکر و صاحب خیال و تلاش است[۱]

بست ز خنده نمک بر جراحت جان ریخت ‌‌ نمک ز تنگی جا از لب نمکدان ریخت
زمانه دفتر اوصاف حسن یوسف را ‌‌ ز شرم حسن تو برده بچاه کنعان ریخت

۷۳ شوکت بخاری

بسیار[۳] نازک خیال و صاحب تلاش و معنی یاب بوده است. گویند از خاک توران مثل او بر نخاسته
اشعارش در ایران و سخنوران شهرت تمام دارد

همچو گندم[۴] به عدم زاد سفر می بندم ‌‌ نان نه کرده خود را بکمر می بندم
از بهر قطع کردن نخل حیات تو ‌‌ چون آره دو سر نفس اندر کشاکش است
خطی که بیاقوت تو نظاره پسند است ‌‌ گردلیست که از آمدن خنده بلند است
شهادت نامهٔ ما قاصد دیگر نمی خواهد ‌‌ برد مکتوب ما را چون دم تیغ تو بر گردد
خانهٔ ما کم از فنا کده نیست ‌‌ چشم عنقا چراغ خلوت ماست
دور از چشم تو نکشاید دل از بستان مرا ‌‌ می نماید ترکش پر تیر نرگس دان مرا

---

[۱] ب. نمیدانم که کجاست و کیست [۲] ب، از تازه گویان می نماید [۳] ب. صاحب تلاش بوده در درست گفتن عاجز چنانکه ازین دو بیت معلوم خواهد شد

شوکت، ‌‌ خطی که بیاقوت تو نظاره پسند است ‌‌ گردلیست که از آمدن خنده بلند است
سرخوش، ‌‌ غبار خط که عیان از لب نگار شده ‌‌ که گرد آمدن خنده آشکار شده
شوکت، ‌‌ در شهر فنا با خاک یکسان بود از پستی ‌‌ پی داخل شدن چون شمع در دیدم سر خود را
سرخوش، ‌‌ پشت تر باشد در ملک فنا از خاک هم ‌‌ تا اندر دی سر برنگ شمع آنجا راه نیست

[۴] د. ز عدم

از غبارم گردباد سر برمی‌خیزد بعد مرگ — بسکه دارد گردش چشم تو سرگردان مرا

عیار رنگ عاشق گردد از بخت سیاه کامل — طلای زعفران را جبهٔ هند و محک باشد

در شهر فنا با خاک یکسان بود از پستی — پی داخل شدن چون شمع دزدیدم قد خود را[1]

سواد هند را میخانهٔ اندیشه میدانم — حنای پای سبز امی ته شیشه میدانم

در از بیگانگی شوخی بروی آشنا بندد — که از وحشت بشام دیدهٔ آهو حنا بندد

نیست از حسرت دیدار تو چشم خالی — نم اشکم چو هوا گشت نگه میگردد

آمادهٔ فنا نکند زندگی قبول — دست رد است رعشهٔ پیری حیات را

فزون شد از سواد خط فروغ حسن جانان را — صفای این مور میل سرمه شد چشم سلیمان را

غریق بحر وحدت جلوهٔ کثرت نمی بیند — بزیر آب نتوان دید موج روی دریا را

قامت خم باش انگشت اشارت سوی خاک — خویش را پیران نشان از منزل خود میدهند

می نماید گردش گردون ضعیفان را قوی — مور مار حلقه میگردد بروی آسیا

یک داغ می نماید از دل هزار داغ — آئینه خانه است چراغان بیک چراغ

رشتهٔ نظارهٔ خودبین کم از زنار نیست — چشم پوشیدن ز خود خود را مسلمان ساختن

زنهار از جادهٔ افتادگی بیرون مرو — کین ره خوابیده دارد سر بزانوی بهشت

نمک از خنده دارد پستهٔ لعل سخن گویش — ز شیرینی بود حلوای سوهان چین ابرویش

دیوانه کرد بسکه هوایت بهار را — باشد کف از شگوفه بلب شاخسار را

مبادا دل ز بیم شام هجرانش غمین باشد — بروز وصل میخواهم که عالم بیزمین باشد

چون دو ناخن هر دو عالم را بهم آورده اند — عاشقان از پای خود تا خار را بیرون کنند

بود موج تبسم جنبش گهوارهٔ نازش — خبر از گریه‌ام آن طفل بی پروا کجا دارد

نمانده است نشانی بغیر نام ز من — مرا کسی که به بزم تو برد نامم برد

مرزا محمد علی صائب تبریزی

در ملک اصفهان کوس سخنی می نواخت، در تمام عالم آوازهٔ اشعار جواهر عیار خویش انداخته

---

[1] ب: در سر خود را

از زمانی که زبان سخن آشنا شده چنین معنی یاب خوش خیال بلند فکر بر روی عرصه نیامده. در حین حیات دیوانش مشهور و اشعارش عالمگیر بود. خنکار روم وغیره بادشاهان در نامه‌های خود از والی ایران درخواست دیوان او میکردند. شاه برسم تحفگی و هدایا میفرستاد. و در عهد صاحب قران ثانی شاهجهان بادشاه بهند آمده. چندی با ظفر خان در کابل بوده همراه او تا دکن سیر کرده باز باصفهان رفت. با نواب جعفر خان نیز دوستی داشت. از ولایت این بیت بنواب نوشت ؎

دور دستان را باحسان یاد کردن همت است   ورنه هر نخلی بپای خود ثمر می افگند

نواب پنجهزار روپیه صله این بیت بوی فرستاد. و قدرت سخن آفرینی و جدت طبع بحدی داشت که روزی راقم که یکی از شاگردان او بود مصرعی مهمل طرز گفته آورد ع

از شیشهٔ بی می می بی شیشه طلب کن

صائب بدیهه پیش مصرع رساند ؎

حق را ز دل خالی ز اندیشه طلب کن

وقتی با یاران در راهی میگذشت سگی نشسته دید. حالت سگ اینست که در وقت ایستادن سرنگون و هنگام نشستن سربلند می باشد مصرع بر زبان آورد ع

سگ نشسته ز ایستاده سرفراز تر است

بعد از آن بی تامل پیش مصرع رساند ع

شود ز گوشه نشینی فزون رعونت نفس

در پیش مصرع مطلع بابا فغانی تصرفی[1] کرده که مستحسن جمیع سخن سنجان گردید ؎

فغانی   بعزم[؟] صبحدم نالان بگلگشت چمن رفتم   نهادم روی بر روی گل از خویشتن رفتم

صائب   بعزم[؟] صبحدم گریان چو شبنم در چمن رفتم   نهادم روی بر روی گل و از خویشتن رفتم

همچنین کارستانها در سخن بسیار کرده استاد استادان است. صنه

---

[1] ب: بر سبیل امتحان گفته گمانش این که پیش مصرعه این رسیدن از جمله محالات است. الحق غیر از طبع صائب کرا مجال که چنین پیش مصرعه رساند. و این را بیت معنی دار کند.

نماند نالهٔ دل دردِ پیشهٔ ما را — بسنگ سرمه شکستند شیشهٔ ما را
ورق گرداند پرواز نشاط از دفتر عالم — بچشم انتظار افتاد دوران پریدن‌ها
بر روی غافلان جهان خندهٔ سپهر — از رود نیل کوچه بفرعون دادن است
داغ فرزندی کند فرزند دیگر را عزیز — تنگ تر گیرد ز مجنون در بغل صحرا مرا
چون قلم شد تنگ بر من از سیه روزی جهان — نیست جز یک پشت ناخن دستگاه خنده‌ام
روی گردان نشود صاف دل از دشمن خویش — آخر آئینه به بالین نفس می آید (؟)
بحر رحمت را تصور کرده بودم بیکنار — از غبار خط بدور عارضت حیران شدم
طاعت کند سرشک ندامت گناه را — بارش سفید میکند ابر سیاه را
زینت خود ساخت دولت هر چه را رد کرد فقر — مشعل شاه از کهن دلق گدایان روشن است
زمین کان نمک گردیده است از شور سودایم — بجای گرد مجنون خیزد از دامان صحرایم
بآئین تمام از خم شراب صاف می آید — عجب جبل پریزادی ز کوه قاف می آید
نیست هر آئینه را تاب رخ گل رنگ او — هم مگر آئینه سازند از دل چو سنگ او
تو و دلجوئی عاشق نهی اندیشهٔ باطل — غبار خط مگر آرد بیادت خاکساران را
پیشانی عفو ترا پر چین نسازد جرم ما — آئینه کی بر هم خورد از زشتی تمثال‌ها
بچشم کم منگر جسم خاکساران را — که این غبار بدامان یار نزدیکست
نه خط است این نمایان گشته از طرف بناگوشش — که شد گرد یتیمی سایه افگن اندر گوشش
تماشای جمال خود چنان برداشت از هوشش — که بیرون آوردند از خانهٔ آئینه بر دوشش
زشست صاف از دل بگذرد گرم آنچنان تیرش — که از بوی کباب افتند بفکر زخم نخچیرش
هر که را دیدم سری دارد بپای یار خویش — از برای تیر آه من کمانی میشود
طلبگار خدا را منزل از راه دور تر باشد — بدریا چون رسد سیلاب آغاز سفر باشد
بیک کرشمه که در کار آسمان کردی — هنوز می پرد از شوق چشم کوکب‌ها
بهر کف دست اگر موی بر دن می آید — میرسد دست بموی کمر یار مرا
پاک طینت را کمالی نیست دانشور شدن — هیچ حاجت نیست خاک کربلا را از رشدن

این دو بیت بنام مرزا صائب شنیده بودم۔ حال معلوم شد که از دیگریست ؎

داغ فرزندی کند فرزند دیگر را عزیز۔ الخ

دوم این بیت که ؎

زینت خود ساخت دولت هر چه را از کرد فقر الخ

مرزا صائب اشعار دلپسند عالمگیر بسیار دارد تا کجا نوشته آید۔ روزی در مجلس میر معز موسوی خان نشسته بودم۔ سوداگری از ولایت آمده ظاهر ساخت که مرزا صائب وفات یافت میر و دیگر اعزه که در آنجا حاضر بودند افسوس ها خوردند۔ فقیر گفت "صائب وفات یافت" تاریخ رحلتش بی کم و کاست می شود۔ میر حساب کرد درست بر آمد فرمود که مگر پیشتر فکر کرده بودی۔ گفتم دو سال پیش ازین تاریخ حکیم صاحب را "صاحب وفات یافت" یافته بودم "ذ" را "ذها" تفاوت دو سال دیده فی الفور گفتم۔ بهر دو تاریخ تحسینها کردند۔ گویند مرقدش در باغچه پر از ریاحین بر کناره رود واقعه است۔ صاحب سخنی در آنجا رسیده۔ این بیت نوشت ؎

ای صبا آهسته پا بر برگهای غنچه نه[1] پاسبانان گلها صائبا خوابیده است

میر صیدی[2]

نازک خیال و بلند فکر بوده۔ در زمان شاهجهان بادشاه بهند آمده غلغله این مطلع در مجمع سخنوران پای تخت انداخت[3] ؎

برقع برخ افگنده برد ناز بباغش تا نکهت گل بیخته آید بدماغش

دیوان رنگین و اشعار پر مضامین دارد۔ استاد فن و کامل سخن بود۔ گویند روزی برلب جوی طرح ضیافت انداخته با یاران صاحب سخن نشسته تماشای ماهیان میکرد این مطلع برجسته از طبع رسایش سر بر زد ؎

[1] ب، گل بنه [2] د، میر صلائی [3] ب، از هر طرف تحسینها شنید، بر سر دروازه جا گرفت۔ روزی بیگم بر عماری فیل سوار شده برای سیر باغ صاحب آباد میگذشت، از بالای بام به بانگ بلند بر خواند مطلع –

برقع برخ افگنده برد ناز بباغش تا نکهت گل بیخته آید بدماغش

بیگم شنیده خوش شده، پانصد روپیه صله عنایت فرمود –

ازین خود کام یاران رنگ الفت می پرد مارا   که بهر صید ماهی خشک می خواهند دریا را
قضارا ماهی از آب برجست و در دامن او افتاد. آن را صله این شعر من جانب الله انگاشت.
بشگون نیک برداشت در روز دیگر ضیافت این عطیهٔ عظمی ترتیب داد. فقیر نیز مطلعی و حسن مطلعی در جوابش رسانده ؎

سرخوش   ازین بی رحم صیادان رهائی کی شود ما را   که آتش می زنند از بهر یک نخچیر صحرا را
بگلزاری که بلبل نازش عرض لشکر حسنش   تماشا کن شکست فوج فوج رنگ گلها را

این نیز مقبول سخنوران گردیده خان والا شان مکرم خان خلف نواب شیخ میر سپه سالار شاه عالمگیر بیک دست خلعت این منتظر فضل الهی را نیز سرفراز نمود. حسن مطلعش را نیز جواب گفتم ؎

(صیدی) براه انتظارش گر گداز و تن چه خواهد شد   ز اعضا حیثی دو پای چو نرگس بس بود مارا
(سرخوش) ز اسباب طرب چیزی دگر میکش نمی خواهد   همین دستی و جامی چو نرگس بس بود مارا

من اشعار میر صیدی ؎

از باغ رفتی و دل بلبل بناله ریخت   گل را شراب رنگ تمام از پیاله ریخت
بی تو بلبل میکشد و نباله آهنگ مرا   بوی گل تعلیم نمکیں میدهد رنگ مرا
در غبار دل هوسها را نهان کردیم پاک   در حیات خویش بردیم آرزوها را بخاک
سرگشتگی بطالع من باب کرده اند   یک می بساغر من دگرداب کرده اند
عجب دارم از طالع ساغر خود   که در ساختن نیز گردیده باشد
سوخت رشک شعله شمعم که در راه طلب   از نظرها کرده پنهان جادهٔ پیموده را
کم طالعی نگر که من و یار چون دو چشم   همسایه ایم و خانهٔ هم را ندیده ایم
کشتهٔ ناز تو آرام نمیداند چیست   گر بخاکش کنی آسودگی از خاک رود
ز بسکه حسن تو هر ذره را برنگی سوخت   توان شناختن از هم غبار سوختگان
در جهان بود ازین پیش نشاطی و کنون   ما مکافات کش عشرت آن یار ایم
ندیدم جز قفس جای دگر تا دیده ام خود را   همین در ریختن ها کرد پروازی پر و بالم

سله ب، ا۔ یار۔ سه ب، بی طالعی۔

در بزم او مجال نشستن نیافتیم   چون نرگس ایستاده کشیدیم جام را
غباری دارد از خط ماه رخسارش که گر یکجا   مصوّر جمع سازد صورت خالی نمیگردد
مرا شرم محبت بسکه دور از بزم او دارد   سخن گر رو برو گوید بمن پیغام میگردد
بعد مرگ افتان وخیزان در هوای کوی او   استخوانم چون پر افتاده آید سوی او

حکیم محمد کاظم صاحب

خود را [له] مسیح البیان میگرفت. صاحب تخلّص داشت. اکثر شعر بطرز مولوی روم میگفت دیوانی ضخیم پر از رطب و یابس ترتیب داده. بر پشت سرورق هر دیوان تصویر خود منقّش کنانیده. صورت و معنی خویش را در عالم جلوه میداد و مثنویها متعدد دارد هر یکی را نام خوشی نهاده. یعنی آئینه‌خانه و پری‌خانه و ملاحت احمدی و صباحت یوسفی و کمال محمّدی. و مجموعهٔ کلیات را به "انفاس مسیحی" موسوم ساخته. بر طبع و استادی خود مغرور بوده از غایت بر خود غلطی اکثر شعر پوچ و بی معنی میگفت و از مردم چشم تحسین میداشت. گویند روزی میر صیدی بدیدنش آمد او در خانه بکاری مشغول بود. میر ساعتی بنشست. دیوانش بر رحل مثل مصحف بتعظیم تمام نهاده بودند. یکشود. نگاهی کرد و برخاست و رفت حکیم چون برآمد شنید که میر صیدی آمده بود. بمیر سامان خود گفت که چرا نگفتی که تا برآمدن من بمطالعهٔ دیوان محظوظ می شد [سله]. باین تقصیر چند کرده بآن بیچاره زد. این ماجرا بمیر صیدی رسید. روزی در دربار باهم دو چار شدند. حکیم عذر خواهی کرد که چرا انتظار من نکشیدند. زود برخاستند. باری دیوان من آنجا بود. بنظر گذشته باشد. خدا کرده باشید. میر گفت یکدو صفحه خواندم اما عجب انصاف است که شعر شما گویند و صله میر سامان بیابد. این چند بیت از وست

قدح کج کرده اشکی از آن بت پیمان‌شکن دارم   گل ابری بمژگان یادگاری زانجمن دارم
دلی دنبال چشم او روان از خویشتن دارم   پی آهو چون آهو میدود این دل که من دارم

له و مسیح البیان خطاب داشت. و پانصدی منصب از قدیم الخدمتان عالمگیر بادشاه بود و صاحب تخلص میکرد —
سله ج، باشد سله ب. بحضور بعض عزیزان گاهی فقیر میگفت که این چه طور شعر است که حکیم بر آن می نازد و از یاران تحسینها میخواهد. این را شنیده آزرده شده گله‌ها میکرد —

غافل آمد در برم آن شوخ بی پروا نشست — می طپد در سینه دل ترسم خبردارش کند

در گلستان بارها بر چشم تر مالیده ام — برگ گل نبود شناسم گوشهٔ دامان کیست

ما بخود دوست ندیدیم کسی را هرگز — که دعا کرد بدام تو گرفتار شدیم

رُباعی

بر لاله خط کشید کان سنبل موست — گل را بگلاب شست کین صفحه رو ست

عالم همه او ست لیک نتوان گفتن — شه را بسر انگشت نمودن نه نکوست

ما را بخدای خویشتن راهی هست — در ظلمت تن نور شهنشاهی هست

چشمک نه دن ستاره بی چیزی نیست — در پردهٔ عنبرین شب ماهی هست

پوشی تو اگر اطلس اگر باشی عور — کو آنکه ز نزدیک به بیند یا دور

شرم از که کنی درین حصار نیلی — در خانهٔ تاریک چه بینا و چه کور

خط سبز آفت جان بود نمیدانستم — دام در سبزه نهان بود نمیدانستم

آقا محمد صادق

دانشمند خانی فاضل کامل بوده گاه گاهی فکر سخن نیز میکرد ساقی نامه بحسن ادا گفته. این بیت ازوست

رحم می آید مرا بر بلبل آن بوستان — کز نزاکتهای گل فریاد نتوانست کرد

صبوحی

خوش فکر بوده یک بیت ازو بگوش خورده اینست

غم افزون شود چون دیگران گریند بر عالم — بلی دریا فزون میگردد از باران ساحلها

صامت

سوداگر در زمان شاه عالمگیر بهند آمده دیوانی مختصر موافق فکر خود دارد این دو بیت ازوست

شگفتن غنچه بی رنگ و بو را میکند رسوا — همان بهتر که دست بی کرم در آستین باشد

ما را نگه چشم تو از چشم تو خوشتر — بادام صفای گل بادام ندارد

ے ب: میرزا محمد علی ماهر اشعار خود پیش او میگذرانند. یک بیت او بخاطر است سنه ۵ ه. صوفی

۸۰) میر[1] ضیاء الدین دهلوی

خوش[2] اندیشه بود یکدو صحبت در اوائل جلوس عالمگیر او را دیده ایم. از وست ؎

نشسته در طلب دلربای خویشتنم ـــ چو چشم می پرم اما بجای خویشتنم
جاده همراهی من تا لب دریا کرد ـــ عاقبت همره کوته قدمم تنها کرد
هر که با جانان نشد سرگرم با آرام نیست ـــ خالی از آسیب نبود باده تا در جام نیست
گه دهان یار می بوسم ز مستی گاه چشم ـــ پیش مستان هیچ فرق از پسته تا بادام نیست[3]

۸۱) طالب آملی

صاحب[4] طبع و ذو کمال و خوش فکر و خوش خیال بوده و اشعار عالمگیر دارد. میرزا صائب وغیره سخنوران او را باستادی قبول دارند. این مطلع او در خاص و عام تمام شهرت[5] دارد ؎

بتن بو باکند گلهای تصویر نهالی را ـــ بیا بیدار سازد خفتگان نقش قالی را

گویند برای این مصرع شش ماه فکر کرده پیش مصرع رسانده ؎

ز غارت چمنت بر بهار منتها ست ـــ که گل بدست تو از شاخ تازه تر ماند

منه

جسم[6] از غم فربهم نزار است ـــ یک برگ گلم دو جامه وار است
آهم بکن ای شرمم به نزدیکی آن کو ـــ شاید بغلط یار ز من دست بشوید
شد ز نظارگیان خانهٔ همسایه خراب ـــ میهن بانو که فرمود که بر بام برآ
خانهٔ تست دل و دیده ز باران سرشک ـــ گر چکد آب دران خانه درین خانه بیا
هر سنگ که بر سینه زدم نقش تو نگرفت ـــ آن هم صنمی بهر پرستیدن من شد
گر می عجب ز خوی تو نبود که در جهان ـــ هر آتشی که مرد بخوی تو جان سپرد
خواستم تا سینه بخراشم بناخن جسم زار ـــ درمیان پنجه ام مانند مو در شانه ماند
لب از گفتن چنان بستم که گوئی ـــ دهان بر چهره زخمی بود به شد[7]

---

[1] ج: میر محمد ضیاء دهلوی [2] ب، در مدرسه چوک لعل دروازه نشست گاه داشت مرد غریب خوش فکر بوده [3] نسخه ب، این شعر نیز دارد ؎

خالی ز رهبر است جهان ورنه چون عصا ـــ یک گام هر که پیش نهد هادی من است

[4] ب، داماد شیخ حاتم از امرایان جهانگیری مرد صاحب کمال و صاحب طبع [5] ب، هیچکس جواب آن نتوانست گفت.

[6] ب، چشم [7] ب، تاریخ وفاتش "مرش بعلی ابن ابی طالب باد" یافته اند.

حاجی طیّب[1]

صوفی مشرب بوده. بیشتر رباعی فکر کرده. از وست ـــ

رباعی

ای دل سفری ازین جهان دون کن — از بهر گریز رخنه در گردون کن
در خانهٔ تاریک ازین بیش مخواب — بنگر که چه وقت است سری بیرون کن
در خوابگه جهان من شیدائی — چشمی بگشادم از سر بینائی
دیدم که درو نبود بیدار کسی — من نیز بخواب رفتم از تنهائی

میر محمد طاهر[2] حسینی ۸۳

از مردم طالقان در اواخر سلطنت جهانگیر بادشاه بهند آمده بود. پیشهٔ تجارت داشت و از تاجران عمده و دولتمند بود و بحلیهٔ تقوی آراسته بود. در زمان شاهجهان با ظفرخان او را خلاطه و محبت عظیم بود. خان قدردان از راه آشنائی ذکر کمالاتش را در حضور بادشاه نمود. بر زبان مبارک گذشت که اگر نوکری اختیار کند به پانصدی منصب سربلندی سازیم. خان معزالیه آمد و گفت اگر قبول این معنی نکنی از تو [illegible] پس این غزل در جواب انشا کرده. غزل

دیوانه ایم بهر ما باشد لباس زندان — زنجیر گردن ماست زنجیر گریبان
بر ما مپیچ بسیار خواهیم بجنون زد — یک نعره وار راهست از شهر تا بیابان
زافتادگان نیاید استادگی بخدمت — چون نقش پا بمانیم بیرون ز راه نتوان
چون تار سبحه نتوان از هر دری برون شد — صد در نمیتوان گشت ما ز بهر یک لب نان
طرز غزل سرای ختم است بر تو طاهر — معنی ز تست امروز چون همت از ظفرخان
نسخهٔ دوران ز نفع انتخاب افتاده است — آنچه من میخواهم اکثر زین کتاب افتاده است
بهم این دستگیری [illegible] دانائی است — بدان ماند که دست کور را کور دگر گیرد

ملا طغرا ۸۴

شاعر خوش فکر و معنی یاب و منشی طبیعت بود. بیشتر در انشاپردازی اوقات بسر میبرد. در تعریف کشمیر و راه آن رساله‌ها نوشته. در آنجا داد سخنوری داده. اشعارش[3] نیز خالی از

۱ ـ ب: طیبی. ج: حاجی محمد طیّب. د: طیبنی. ۲ ـ در نسخهٔ ب این شاعر مذکور نیست. ۳ ـ ب: خالی از چاشنی معانی نیست.

مضامین نوشت —

خوش آنساعت که بزم آرا نشینی بر لب جوی | خط پشت لبت چشم قدح را گرد و ابروی
آبرو میرود از دست با مد شد غیر | چون حباب از همه جانب ره کاشانه ببند

میر[1] نظام الدین احمد طالع

از مستعدان زمانه است، و در جمیع علوم و فنون یگانه، از بس در تحقیق و تصوف دعوی همه دانی دارد همتش تنها بفن شاعری سرفرو نمی آرد، از دیگر علوم تصوف و تحقیق بیرجاشنی دارد، فقیر را در خدمت او اتحاد و اخلاص تمام است، و در باعی فقیر دو گواه این مدعاست –

سرخوش | تو صوفی صاف صاحب تمکینی | تو هادی کامل و حق آئینی
من مخلص تو بجان و تو مشفق من | من بنده چه خسرو و تو نظام الدینی
دل بهر کمالات پریشان چکنم | کافیست مرا نشه عرفان چکنم
مرزای نظام دین محمد همه دان | من سرخوش بیچاره یکی دان چکنم

در موسم خربزه سرده های شیرین فرستاد این رباعی نوشتم –

رباعی | از خربزه های بخشش مرزایم | چون جان شیرین شده است سر تا پایم
در شکر ش خواستم زبان بگشایم | چسپیده ز شیرینی آن لب هایم

مرزای حلاوت سنج معنی این رباعی در جواب نوشت –

رباعی | ای در دل اهل ذوق و وجدان جایت | عبد اخلاص خالصت مرزایت
از بسکه بقلب خویشتن دادی دست | چون اهل زمانه وا نشد لب هایت

---

[1] در نسخه (ج) این شاعر در باب نون مذکور است، و آنجا تخلصش مائل رقم نموده است، اما در نسخه (ج) نوشته است که مائل تخلص برادر کلانش میر قطب الدین بود، سلمه میر زا قطب الدین مائل برادر کلانش شی از راه استهزا گفت، ایشان خود لیاقت سلطان نظام الدین شدن دارند، پر ظاهر است استاد ریچه کمال خسرو داده بود گفتم وقتیکه ایشان نظام الدین اولیا خواهند بود، مرا خسرو شدن چه قدر بعید است، قصیده در نعت گفته بود چون باین بیت رسید —

فخر دارم بر جنید و شبلی و بر بایزید
از جناب تا مراگشته نظام الدین خطاب

محمد اخلاص واثق (کاه، وامق) تخلص حاضر بود گفت اول از جناب بر آئیه بعد از آن فخر بر پاکان کنید –

روزی این بیت حافظ شیراز در نغمه میخواندند، خوش آمد با هم طرح کرده ایم، حافظ راست ؎

مزرع سبز فلک دیدم و داس مه نو   یادم از کشتهٔ خویش آمد و هنگام درو

عزیزی دیگر راست ؎

تخم دیگر بکف آریم و بکاریم ز نو   کانچه کشتیم زخجلت نتوان کرد درو
هر کس انبار کند خرمنی از گندم و جو   من ناکاشته تخمی خجلم وقت درو سرخوش
باشدت سنج دوتهی حال این گندم و جو   آنچه ناکاشته حیف تو هنگام درو طالع
جدا از هستی خود شو که همرنگ صفا گردی   اگر قالب تهی از خود کنی ماه سما گردی وله
قناعت عالمی دارد خدا را پابدامن کش   ز طفلی رم نمودی پیر گشتی تا کجا گردی
بخیر اندیشی عالم بر آور نام چون طالع   دلی را گر بدست آری بجا نت لب گردی
بر سر شورش میاور خاطر پر شور را   نیست آسان سست کردن خانهٔ زنبور را
وقت پیری بی مذاق تلخ نتوان زیستن   کی تواند داشت بی فلفل کسی کافور را
از غلط اندازی دوران مشو ایمن که شخص   میشمارد اختر تابان چراغ دور را
هیچ دل از تیغ او بی ریش نیست   آب در جریان بضبط خویش نیست
کثرت تکرار کلفت میدهد   عشرت دنیا نگاهی بیش نیست

۸۶ محمد طاهر

معلوم نیست که همان محمد طاهر است که بالا مذکور شد یا دیگر است ؎

لطف و دشنام تو تسکین دل مدهوش است   آتش از آب چه گرم و چه خنک خاموش است

۸۷ ملا ظهوری تبریزی[۱]

در بیجاپور دکن علم خوشخیالی افراخته. در نظم و نثر ید بیضا داشت. در نثر رساله نورس و خوان خلیل و گلزار ابراهیم بنام ابراهیم عادل شاه بسیار خوب نوشته[۲] و در ساقی نامه که بنام برهان الملک گفته داد سخنوری داده. گویند وقتیکه پیش نظام شاه در احمد نگر فرستاد نظام شاه با وجود ناآشنائی[۳]

۱ب: رنگ ۱ب: ترشیزی ۲ب: گفته هر فقره او سجع و معنی تازه دارد گویا نظم رنگین است که او را نثر کرده
سخن انداز ۳ب: بسیار مربوط و پخته و استادانه گفته ذرا اشها کرده و در شعرا مقرر است که چنین ساقی نامه کسی نگفته و نتواند گفت -

سخن[1] چند زنجیر فیل پر از نقد و نفائس و جنس صله آن فرستاد. ظهوری در قهوه خانه نشسته بود | تنباکو میکشید. فرستادها قبض الوصول خواستند. قلم برداشت بر پارهٔ کاغذی بر نگاشته ع

که نُ[2] تسلیم کردند تسلیم کردم

یک چند از وجه کتابت قوت بهم میرسانید. کتاب روضة الصّفارا صد کرّت نوشت و فروخت از وست

چشم را پردهٔ خود کرده بدیدن رفتم | پنبه در گوش نهادم بشنیدن رفتم
سجدهٔ داغی بود تمنای جبین | که به پیری مددا ینک بخمیدن رفتم

از دم تیغ نگه دم[3] به طپیدن دهیم | سرمهٔ حیرت کشیم دیده بدیدن دهیم
بند نقابی کشیم تیغ و ترنج آوریم | یوسف[4] و یعقوب را کف به بریدن دهیم

چراغ عارضی تیرگی زیاده کند | بروشنائی شبهای تار سوگند است

ذوق حسنش بر تماشای گل رخسار داشت | گرمی بر دند زد و آئینه با خود کار داشت

دل پر از سوز محبت داغدار افتاده ام | لاله زار از دیگران در شعله زار افتاده ام
سربلندی می کنم دعوی گواه افتادگی ست | از عزیزانم دلیلم این که خوار افتاده ام

بجگر تشنگی خضر جگر میسوزد | که ز سرچشمهٔ تیغی دم آبی نکشید

بحذر میگذر از خاک جگر سوختگان | دست بیرون نکشد شعله دامن گیری

عرفی شیرازی

از مستعدان زمانه بود در قصیده گوی و غزل پردازی یگانه. اشعارش بسبب اشتهار ایراد نیافت. بهمین بیت که خوشنگاه میان ناصر علی بود اکتفا نموده شمّهٔ از حالش رقمی گشت. از وست

من ازین درد گرانمایه چه لذّت یابم | که باندازهٔ آن صبر و ثباتم دادند

در مدّاحی میر ابوالفتح گیلانی و نواب خانخانان سپه سالار جاهکه نیافت. در سی و شش سالگی در سنه تسع و تسعون و تسعمایه در لاهور در گذشت. و همانجا مدفون کردند. استاد البشر

[1] ب۱، هفت [2] لا، که تسلیم کردند تسلیم کردم [3] ب، تن به طپیدن دهیم [4] یوسفِ یعقوب را.

وهادی کلام عرفی شیرازی. تاریخش یافتند. از غایت اعتقاد که بجناب مفترض الطاعة علی المرتضی داشت بشوق دریافت خاک مرقد آن سرور این بیت بصد اشتیاق گفته بود. بیت قصیده —

بکاوش مژه از گور تا نجف بروم ‖ اگر بهند بخاکم کنی وگر به تتار

آخر میر صابر اصفهانی نعش او را بعد از سی سال به نجف اشرف رسانید. ملا رونقی همدانی تاریخ یافت —

یگانه گوهر دریای معرفت عرفی ‖ که آسمان پی پروردنش صدف آمد
چو عمر او بسر آمد ز گردش دوران ‖ شکست بر صدفش ابرهای پر شعف آمد
بگوش چرخ رسانید حرف جانسوزی ‖ که عمر هم از تو چه در معرض تلف آمد
بکاوش مژه از گور تا نجف بروم ‖ فکند تیر دعای و بر هدف آمد
رقم زد از پی تاریخ رونقی کلکم ‖ بکاوش مژه از هند تا نجف آمد

گویند این رباعی در وقت نزع گفت —

عرفی دم نزع است و همان مستی تو ‖ آخر بچه مایه بار بربستی تو
فرداست که دوست نقد فردوس بکف ‖ جویای متاع است و تهی دستی تو

۱۶ آبروی هندوستان میان ناصر علی

از اهل هند صاحب سخن بلند خیال معنی یاب ذی همت و کمال هیچ او برنخاسته. از یاران قدیم فقیر بود از خورد سالگی یکجا باهم مشق سخن میکردیم. و صحبتها میداشتیم. این بیت رفیع حسب حال ماست —

طالع شهرت رسوائی مجنون بلند است ‖ ورنه طشت من و او هر دو زیک بام افتاد

بقدر استعداد خود در هندوستان دستگاهی نیافت. در زمان بی فیض واقع شد. والا این چنین نازک خیال.

له ب، هلاکم کنی. له د، از گور. اما از هند درست می نماید. له در سوای شعر حسن خلق و دلگرمی و خدا شناسی و همت و سخاوت و استغنا و بی پروائی بمرتبه دارد که در هیچ مخلوقی دیده نمی شود چنانچه خود گفته —

از سخن ما را دماغ دیگر است ‖ چون صدف مغز سر ما گوهر است

در اوائل شهرت همت خان خواهش دیدن او کرد. به رفاقت میرزا محمد علی ماهر رفت بعد از شعر خوانیها خان مذکور بوی گفت که در مردم مغلیه ما خوب رسم است که یاران در خانه یکدیگر مهمان میشوند امروز من بخانه یاری رفته خوردم فردا او بخانه من آمده خواهد خورد و مردم هندوستانی از کیکا طمع اند در غایت خست در خانهای خود پنهان شده میخورند. گفت مغلان نان را بالفرض میده هند و هندوستانیان از این شیوه عار دارند همت خان برهم خورد. روزی همراه سیف خان که با وی بسیار دوستی داشت بخانه خان جهان بهادر کوکلتاش عالمگیری رفته و چون تکلف شعر خوانی کردند این بیت را خواند —

اهل دنیا را بغفلت زنده دل پنداشتم ‖ خفته وا هم مردگان را زنده می بیند بخواب

نواب هزار روپیه گذرانید قبول نکرد. رو به سیف خان کرده گفت ما بخدمت این بزرگ می باشیم هرگاه گرسنه میشویم از مطبخش شوربای میبرند.

می باید ملک الشعرای عصر باشد۔ این رباعی فقیر در تعریف او شاہد کمال اوست ۔ رُباعی

در ملک سخن بود جہانگیر علی   در مشرب دل ولی علی پیر علی
با شعر علی نمی رسد شعر کسی   زانسان کہ خط کس بخط میر علی

در آخر عمر بہ اشارہ مجذوبی در دار الخلافہ بدعوی قطبیت اقامت ورزید جنون ساختہ بہم رسانید و ہم از دوستی بوعلی قلندر ہیزدہ ششم مبارک رمضان سنہ یکہزار و یکصد و ہشت درگذشت فقیر تاریخش یافتہ ــــہ

وارستہ علی ہمت بی پروا   از راحت و رنج دہر مستغنی رفت
دائم چو توجہش سوی معنی بود   دل کندہ ز صورت کدہ ہستی رفت
سرخوش ز خرد سال وفاتش پرسید   گفت آہ علی بعالم معنی رفت

در اوائل مشق روزی فقیر باوی گفت کہ بعضی اعزہ میگویند کہ مسودہ اشعار ملا ندیم بدست ناصر علی افتادہ و اشعار آنرا بنام خود میخواند۔ گفت امتحان شاعر طرح غزل است بیائید باہم طرح غزل کنیم۔ این غزل در پیش بود۔ آب استادہ است و آفتاب استادہ است او و فقیر اسپ در میدان تاختیم و این مطلع بدیہہ گفتیم ــــہ

تن ز اشکم تا بگردن روی آب استادہ است   سر بروی تن عیان ہمچو حباب استادہ است

میان ناصر علی حسن مطلع رساند جواب مدعیان باین عبارت ادا کرد ــــہ

اہل ہمت را نباشد تکیہ بر بازوی کس   خیمۂ افلاک بی چوب و طناب استادہ است

روزی بفقیر گفت در تمام عمر بہ ازین شعر نگفتہ ام۔ چیزیکہ بمن دادہ اند ہمین بیت است ۔ بہ اعتقاد خود بہ از ہمہ شعرہای خود میدانم ــــہ

تو چو ساقی شوی در و تنگ ظرفی نمی ماند   بقدر بحر باشد وسعت آغوش ساحلہا

فقیر گفت قریب بہ این معنی بیتی دارم اما داخل بیاض و انتخاب خود نکردہ ام ۔

عشق بخشد انبساطی در دل غم پرورم   ہمچو مہ بالد بقدر بادہ بر خود ساغرم

و من بمطالع ہرگاہ در دیوان خود نظر میکنم اینقدر معنی ہای تازہ می یابم کہ شعرای دیگر برای یک مصرع عاجز اند نمی یابند۔ اما ہیچ کس خریدار نیست۔ بلکہ بگوشہ چشم ہم نمی نگرد ــــہ

یوسفی در پردہ بودم کس خریدارم نشد   خویش را بفروختم با خویش سودا بازگشت

یک بیت در تعریف معنی یابی خود گفتہ ام فی الواقع چنین است ــــہ

سرخوش از طبع خجسته معنی تابستهٔ   بعد ازین هر کس که گوید شعر مضمون از من است

اگرچه اشعار میان ناصر علی از انتخاب مستغنی است. باعتقاد فقیر هرچه گفت خوب گفته. این چند شعر خوش کردهٔ میر معز موسوی خان وغیره اعزّه صاحب کمال است ـــ

وحشتم از دل هر ذره نمایان کردند   آنقدر جمع نبودم که پریشان کردند
جادهٔ راه محبت که دم شمشیر است   نفس سوختهٔ بود که پنهان کردند
یک شهر چشم خوش نگهان فرش راه اوست   آنجا که سرمه گرد کند جلوه گاه اوست
بمحفلی که حریفان بیاد حق مستند   نفس زدی چو آئینه بر تو در بستند
برق تازان فنا تا کمر دل بستند   چون شرر بر نفس سوخته محمل بستند
تو به بار نفس باز پسین دست رداست   بی خبر دیر رسیدی در منزل بستند
عرق شد پرتو شمع از خجالتها چه حسن است این   بهر محفل که باشی خوشه تاک است فانوسش
هوای ابر ز خود می برد مرا امروز   چو برق جسته ام از جا پی گرفتن خویش
جفاجوئی[1] که صحرا را برقص آورد نخچیرش   ز سیلیهای خون من سیه تا بست شمشیرش
در وادی که تیرهٔ شب جلوه می نمود   نور هزار شمع زبان غزال داشت
ز جوش باده دردنشین بالانشین گردد   ز موج خنده ترسم خط برون آید از آن لب ها
روشنی گم میکند در ظلمت کاشانه ام   هست خال چهرهٔ زنگی چراغ خانه ام
اگر آن هلال ابرو بمیان نشسته باشد   مه نو بچشم مردم مژهٔ شکسته باشد
چسان تقریر حال دل کنم پیش سیه چشمی   که گردد شمع خاموش از نگاه سرمه آلودش
رم خوردگان تجرید جای که برق تازند   پا در حنا نشاند رنگی بخویش بستن
چرخ سیلی خوردهٔ طوفان استغنائی ماست   در غبار شب مه نو نقش پشت پائی ماست
بجز[2] من کسوت دیگر نپوشد آفتاب من   ز دود خویش دارد شیشه چون اخگر شراب من
یکی شد همچو دُرد و صاف می روز و شب عالم   ز بس لرزید چرخ شیشه رنگ از اضطراب من
همت درویش از منعم شدن کمتر شود   از چکیدن باز ماند قطره چون گوهر شود

[1] ب، من: شوخی که صحرا را برقص آورد نخچیرش [2] ب، م: بجز من کسوت دیگر بپوشد آفتاب من ـ

بیا ای نور چشم پاکبازان رنگ سیمابیت ... که چون نرگس فرون دیده خالی کرده ام جابیت

مثنوی در زمین یوسف زلیخا بسیار رنگین و بطرز تازه گفته - از وست ؎

نخفتم یک شب از خندیدن دل ... که دیر سومنات بود منزل

بتی میگفت پنهان با برهمن ... خدای من تویی ای بندهٔ من

مرا بر صورت خود آفریدی ... برون از نقش خود آخر چه دیدی

در همان مثنوی در تعریف وارستگان میگوید و خود نیز برین بیت محظوظ بود ؎

بدنیا و بعقبی در ستیزند ... چو برق از هر دو جانب میگریزند

مرد پیری از یاران او که نامش بردن باعث رنجش او تا ابد است و مطلع این مثنوی تصرف کرده پیش فقیر خواند - فقیر آنچه در جوابش گفته بنظم در آورده ؎

علی آن پیشوای خوش خیالان ... چو شد در مثنوی کلکش پرافشان

رساندش پایه از معنی بمعراج ... بود این مطلع آن دُرّة التاج

الهی ذرّهٔ دردی بجان ریز ... شرر در پنبه زار استخوان ریز

درین مطلع نمود از احمقیها ... یک از پیران جاهل دخل بیجا

که باشد پنبه نرم و استخوان سخت ... کجا این نرم را نسبت بآن سخت

بتغییر حروفی چند فی الفور ... درستش کرد در زعم خود این طور

الهی ذرّهٔ دردی بتن ریز ... شرر در پنبه زار موی من ریز

من این حرف از زبانش چو شنفتم ... چو گل خندیده بر رویش بگفتم

چرا این حاجت از حق خواهی ای یار ... توانم کرد من هم این قدر کار

کرشتی خس بآتش برفروزم ... همه موی سر و ریشت بسوزم

سزای آن که در شعر بلندی ... کند زینگونه دخل ناپسندی

مناسب تر درین هنگامه افتاد ... بر اهل سخن این بیت استاد

چراغی را که ایزد بر فروزد ... هر آنکو تف زند ریشش بسوزد

ملہ ب: قریب شصت سال عمر رسانده .... تاکه در رمضان سنه ۱۱۰۸ھ بی دم دود و شد، محمد عاکف "آه آه" از رحلت ناصر علی تاریخ یافته

۹۰ عظیمای نیشاپوری

صاحب معنی بود در هند نیامده بغزل سلسله بنداو مشهور است و این بیت از آن غزل اوست ؎

گفت جسم لاغرش را از غضب خواهیم سوخت   گفتمش من سوختم در باب خاکسترچه گفت

سوای این یک بیت برجسته اش را از زبان میر معز شنیده ام و میر نیز در جوابش بیتی گفته - هر دو نگاشته می آید ؎

عظیما   ناخن زدم بسینه و بر سنگ کعبه خورد   نزدیک بوده راه و نشان دور داده اند

میر معز   نزدیک شد که کعبه فلاخن نشین شود   گو می نزا نشان مگر از دور داده اند

۹۱ آقا عظیما[1]

دیوان بیوتات لاهور نیز خوش فکر است - از وست ؎

داغهای تازه از نخل تنم گل کرد و ریخت   او بگل چیدن نیامد گلشنم گل کرد و ریخت

این مطلع قافیه مستعد دیگر ندارد ؎

خراش ناخن ما را دل ناشاد می داند   زبان تیشه فرهاد را فرهاد میداند

به طفل بادوستی داده ام دل را که از شوخی   رود گر عالمی بر باد کاغذ باد میداند

برنگ گرد میگردم پی رم کرده آهوئی   که در دنباله خود سایه صیاد میداند

۹۲ شیخ عبدالعزیز عزت[2]

فاضل کامل بوده سلیقه سخنوری نیز درست داشته توجه بادشاه جوهر شناس در صدد تربیت او مصروف بوده است میخواستند که بمرتبه سعدالله خان رسانند زندگانیش وفا نکرد من اشعاره ؎

یک لحظه دل ز ناله نخواهد فراغ ما   آتش ز سنگ سرمه نگیرد چراغ ما

گوکه بسمل تیغ تو از رسیدن رفت   که راه صد رم وحشت بیک طپیدن رفت

مجوی راز تجلی ز مست عالم نور   کلیم را بگلو سرمه کرد آتش طور

[2] ج: محمد و فا عظیم، ج: عزیز، ب: در علم معقول و منقول سرآمد زمانه بوده در فنون سپهگری و سلیقه شعر و انشاء یگانه بادشاه دین پناه او را میخواست که بپایه سعدالله خانی رساند بمنصب هفت صدی و خدمت داروغگی عرض مکرر که نواب سعدالله خان مرحوم در اوائل داشت سرفراز ساخته همیشه توجه بادشاهانه در صدد تربیت او مصروف بود که بقضای الهی ودیعت حیات سپرده -

زبس نگاشته‌ام سردمهری گردون — کند ز نامهٔ من بال اگر پرد کافور
شعار کارگشایان ملال خاطر نیست — گره چگونه کند جا برابروی ناخن
راز دل خستگیم هست ز مژگان تو فاش — عرض حالم نکند هیچ زبان بهتر ازین
چشم طنازش ز بیم سرزنش های حیا — پردهٔ مستی کند بیماری پیوسته را

وقتیکه این مطلع برجسته را فرموده —

صدای[1] بر نمیخیزد ز دم بسمل ز نخچیرش — مگر زد آن شکارافگن بسنگ سرمه شمشیرش

عزیزی دخل کرد که تیغ بر سنگ کشیدن مصطلح است و بر سنگ زدن جای بنظر شریف در آمده باشد فرمود جای دیده ام. اما تحقیق از اشعار سلف میخواست. ملا محمد سعید اعجاز از دیوان سلمان ساوجی پیدا کرده و شاهد استوار پیدا کرده —

سلمان چون زند بر سنگ تیغ آن شوخ خوش می آیدم — آب چون غلطد بروی سنگ گردد خوشگوار

٩٢ باقر[3] سوداگر

این نیز عزت تخلص میکرد. مرد غریبی بود. آن قدر عزت نداشت. شعرش هم موافق حال او بوده. از دست است —

بی غنچه دلی رائحهٔ درد ندانی — بی سیلی غم حال رخ زرد ندانی
تا رام نگردد بتو رم خورده غزالی — دزدیدن نگاهی که بمن کرد ندانی
*موسی بکوه طور که جا گرم داشتست — دستی بآتش دل ما گرم داشتست

١- ب، پیکان. ٢- ب، صدای بر نمیخیزد که بسمل ز نخچیرش. ٣- ج، محمد باقر سوداگر عزت تخلص. ٤- باقر سوداگر این نیز عزت تخلص میکرد.

* این جا در بعضی نسخه ها ذکر دو سه شاعر دیگر مرقوم است که در نسخهٔ (ا) نیست. حالات ایشان از نسخهٔ ب، این جا نقل میشود.

٩٣ (١) حکیم میرزا محمد عالی تخلص

در فضائل و کمالات از مستعدان زمانه است. در انواع فنون شعر و انشاپردازی محسود اقران. دیوان رنگین و منشآت پر مضامین دارد شاهنامهٔ بادشاه عالم بهادر بفصاحت و بلاغت تمام می نگارد. وله

صحبت از قرب بزرگان دل مغرور خوش است — دیدن کوه نه آنست که از دور خوش است
بی کمال از پی صحبت چو خودی میخواهد — چون زن زشت که در پهلوی کور خوشنما است
دل شکاران بکمند تو گرفتار شدند — خودفروشان همه پیش تو خریدار شدند
چون فتاد آتش رخسار تو در شمع وجود — خفتگان عدم از غلغله بیدار شدند

غزل ردیف جنگ که یک بیت از آن ایراد می یابد —

هر یک از اجزای حسنش میکشد دل را بخویش   میشود صید افگنان را بر سر نخچیر جنگ

از دکن به عبدالقادر خان دیوان بیوتات شاهجهان آباد نوشته بود. خان معزالیه طرح کرده خود گفت و بفقیر تکلیف کرد فقیر هم گفت دیگر هیچ موزونی در دارالخلافه نماند که طبع آزمائی نکرده هنوز هنگامه این بیت بدشگون گرم بود که خبر شنقار شدن عالمگیر بادشاه رسید. طرفه هرج مرج در عالم پیدا شده و اعظم شاه باردوی ظفر قرین از دکن روانه شد و شاه عالم بهادر از کابل راهی گشت و در نواحی اکبرآباد جنگ عظیم واقع گشت. اعظم شاه با دو پسر رشید و چندین خوانین عمده و جمعی کثیر بضرب تفنگ و تیر کشته شدند چنانچه فقیر تفصیل این جنگ در ظفرنامه شاه عالم بهادر بنظم آورده در تعریف فیل چنین گفته ؎

برنگ تن و مهر دو دندان او   بگویم چه رمز است ای رازجو

ظفر را پی دولت بادشاه   دراز است هر شب دو دست دعا

دران غزل بدین دو سه بیت فقیر دیک (راز) میرزا جودت خوب بود نگاشته آید ؎

خشک زاهد برنمی آید بحرب شیر جنگ   تیغ چوبین کی تواند کرد با شمشیر جنگ

عشق در دل خانه کرد و عقل بر پرخاش زد   بر سر جا میکند همسایه به تعمیر جنگ

گرمی مردانگی از سرد طبعان کم طلب   چشم نتوان داشتن از مردم کشمیر جنگ   جودت

کرد با ابرو و ستم چون ناز باشد صرف جور   ترکش او شد چو خالی کرد با شمشیر جنگ

(در نسخه ج: اسم این شاعر میرزا محمد حکیم است و در نسخه ۵، حکیم میرزا محمد دانشمند خان عالی تخلص)

(۲) میر کریم الدین عاشق تخلص

خلف شکرالله خان مرحوم نواسه نواب غفران پناه عاقل خان به کمالات صوری و معنوی آراسته باخلاق حمیده و اوصاف پسندیده پیراسته طبعی بلند و ذهنی رسا دارد. در غزلها داد تلاش میدهد. بقدرت و سامان تمام میگوید. این چند بیت از زادهای طبع اوست ؎

نمی خواهم بردی آن پری از دل نقاب افتد   مبادا در من و معشوق یک مینا حجاب افتد

در پرده بود دل که محبت بیاد بود   این شیشه را بسنگ پری خانه زاد بود

فیض آزادی ز سرو قامت رعنا طلب   تا رهی از خود مدد از قامت بالا طلب

تا شوی محمل بدوش کاروان اعتبار   چون جرس این جا دل خامش لب گویا طلب

بیادی زما نمی کند آن بی وفای ما   از یاد دلش چه راست که خالیست جای ما

دل خسته را تمیز آه و فغان کنند   ظرف شکسته را بصدا امتحان کنند

(در نسخه ج نامش "میر کریم الله عاقل خان عاشق" نوشته است)

(۳) شیخ عطاالله عطا تخلص

بطرز قدیم فکر می کند شعر شسته اوصاف دارد ؎

پری دیده ام مائل کیستم   بخون می طپم بسمل کیستم

ندانم کجا برد حیرت مرا   ز خود رفته ام در دل کیستم

ندارد شکستم صدا چون حباب   عطا شیشه محفل کیستم

۹۶ ملاّ علی قمی

در هند نیامده یک[1] بیت او عالمگیر است از وست ـ

نشد که از سر ما فتنه دست بردارد | بهر دیار که رفتیم آسمان پیداست

۹۷ خواجه عبدالله عرفان

خلف خواجه مکیّ طبع رسا دارد. شعر محققانه بسیار خوب میگوید اما جنون بر دماغش غالب است ـ

جدا از خود چه میخواهی تو هم گرد[2] مجورت | اگر معنی همین معنی اگر صورت همین صورت

۹۸ ملاّ عارف لاهوری

شاعر ماهر بود[3] از وست ـ

بی برگی منعم بود از کثرت سامان | لب تشنگی بحر ز بسیاری آب است
نامهٔ شوق مرا قاصد بجانان میبرد | در قفای نامه چشم من چو نقش خاتم است
خستهٔ هجران او دل بستهٔ جان کندن است | مرغ بسمل گشته را پرواز از خود رفتن است
تیزی مژگان خونریز ترا حاصل نکرد | تیغ های آهنی هر چند به سر بر سنگ زد

۹۹ عامل[4]

از شاگردان رشید میرزا صائب بوده. از وست ـ

چه یاری بهتر از کردار[5] خیر اندیش میخواهی | چه حسنی خوشتر از حسن سلوک خویش میخواهی
بلنبه[6] حلاج را رسم رسن داری بود | خانه بر دوش فنا سامان داری هم نداشت

در مثنوی مهر و وفا که تصنیف اوست در تعریف ناف گوید. از وست ـ

نه ناف است این که دلرا کرد بیتاب | که وا افتاد فکر من بگرداب
ز تاب جلوهٔ سرو روانش | گره افتاد در موی میانش

---

[1] ب: یک بیت خوب او در بیاض صف شکن خان بنظر در آمده [2] ب، ا: میجوئی [3] ب: رحمت خان جیو بروی بسیار مهربان بودند. دیوانی ترتیب داده مثنوی مهر و ماه گفته موافق طبع خود تلاشها کرده [4] ذکرش در نسخهٔ پ نیست [5] ب: از پرورد گار خویش میخواهی. کا، ا: از کردار خویش خوب میجوی [6] ب: از رشته [7] در نسخهٔ پ این جا شاعر ذیل مذکور است و ذکرش در دیگر نسخه ها نیست. از ب، ا نقل مینمود ـ

خواجه عبدالرحیم عابد تخلص مشق سخن بسیار کرده. دیوانی ترتیب داده یک مرید ایشان بیتی که در مذمت درویشان هند فرموده بودند ـ بفقیر رسانده ـ دانه های سبحه مانند درویشان هند | گر یکی را سوی خود خواند کسی صد می رسد

فقیر سرخوش چون خادم درویشان هند بود از راه غیرت این معنی را این قسم صورت داده معقول بیست ـ برنگ دانهای سبحه درویشان هندوستان | اگر صد را بخواند کس بجز یک یک نمی آید

۱۰۰ میر[۱] برهان عروس[۲]

عروس تخلص داشت. صاحب تلاش بوده. این بیت از وست ـــ

بهر زیب دل ز تن میخواستم گلهائی داغ ‌‌ ‌ صد چمن بر هم زدم تا یک نفس آراستم

۱۰۱ غنیمت[۳]

از خاکیان هند غنیمت بوده. طبعی درست داشت و دیوانی مختصر دارد. مثنوی نیز فکر کرده.

این چند بیت از وست ـــ

نگردد قطع هرگز جادهٔ عشق از دویدنها ‌ ‌ که می بالد بخود این راه چون تاک از بریدنها

بیاد داغهای کهنه دل دارد تماشایی ‌ ‌ شده طاوس را بی سیر چمن برگشته دیدنها

وحشتم پرورد و طاقت نه بر دست افتاده است ‌ ‌ همچو موج از خود بکار من شکست افتاده است

طاقت برخاستن چون گرد نمناکم نماند ‌ ‌ خلق میداند که می خوردست مست افتاده است

جاده راه خویش گردیدند چون گردابها ‌ ‌ همت ارباب دنیا بسکه پست افتاده است

نیست غیر از گرمی الفت چراغ بزم وصل ‌ ‌ جست برق شوق از موسی و شمع طور شد

نظر بروی کسی شد آشنا که بیگردد ‌ ‌ بگرد خویش چو گرداب دیدهٔ تر ما

کرده ام از مهر لب نقد بیانها در گره ‌ ‌ بسته ام چون غنچهٔ سوسن زبانها در گره

ز خلق آزرده گشتم دیدنش در خویش حایل شد ‌ ‌ غبار خاطر آخر توتیای دیدهٔ دل شد

جنونم کرد گل از گردش چشم دلارامی ‌ ‌ بچوب گل نمی آید علاج چوب بادامی

۱۰۲ محمد اسمٰعیل غافل مازندرانی

هندوستان را در فن خط ید بیضا داشت. بخطاب روشن رقم سربلندی یافته در خط نسخ و نستعلیق نظیر نداشت و در خطوط دیگر مثل ثلث و ریحان و رقاع وغیره بی مثل بود. اوراقی از قرآن خط یاقوتی و کتاب خط صیرفی ضایع و تلف شده بود. نوشته و کهنه کرده بجایش گذاشت و از نظر بادشاه گذرانید بی آنکه او ظاهر بسازد معلوم نشد که تازه نوشته شده. و در انشا پردازی یگانهٔ زمانه بود و بدبیری خاص اختصاص داشت. از فکر سخن نیز بهره مند بود.

---

[۱] ذکرش در نسخهٔ ب نیست. [۲] در نسخهٔ ج، تخلصش عزلت است [۳] ذکر این شاعر هم در نسخهٔ ب نیست.

ناخلفی از وماند همه مسودات واشعارش ضائع ساخت - این چند بیت و رباعی که برالسنهٔ اعزه مانده بود ایراد یافت

کجا از نازکی تاب هم آغوشی بگل دارد — مگر بر رنگ و بوی گل کشد نقاش تصویرش
ز شوق لذت زخمش زبس در اضطراب افتد — مشبک گردد از یک تیر سرتاپای نخچیرش
چنان خوگر به بیتابی بود سودائی زلفت — که بی زنجیر ننشیند بروی صفحه تصویرش
ستمگر بی وفا بیداد صیادی که من دارم — نگاهش نگذرد برمن گر از دل بگذرد تیرش

کار آسان نیست بی او زیستن — سخت جانیها حساب دیگر است

چشم بلبل میپرد رنگین بهاری در ره است — بی[1] نوای ناله هی هی موسم فریاد هی

رباعی

چون پیر شدی کار جوانان نتوان کرد — پیریست نه کافری نهان نتوان کرد
در ظلمت شب هر آنچه کردی کردی — در روشنی روز همان نتوان کرد

از گرمی عشق بحر و بر میسوزد — صبر دل و طاقت جگر میسوزد
عشق آفت زهد خشک و دامان تر است — آتش چو گرفت خشک و تر میسوزد

بشناختہ تا دهر بدین هوش مرا — هردم بغمی ساخته مدهوش مرا
یکچند بنام دگرم باید خواند — شاید که کند دهر فراموش مرا

عمر شد صرف جنون خطم از هفت قلم — تا شوم زین هنر از تخته گیتی آزاد
گفتم از یاری خط تنگ در آغوش کشم — نوعروس امل و شاهد گلرنگ مراد
ضعف پیری چو قوی گشت قوی ماند ضعیف — طاقت افتاد ز جولان و هوس رفت بباد
گشت پیدا که درین عرصهٔ حرمان امید — کس به نیروی هنر عقده طالع نکشاد

۱۱۴ محمد طاهر غنی

صاحب طبع عالی بوده. پایهٔ سخنوری را بدرجه کمال رسانده از خطهٔ کشمیر بلکه تمام اقلیم هند همچو او سخنوری خوش خیال نازک بند معنی یاب برنخاسته. دیوانش که سراپا انتخابست مرزا

له د... هی نواهی ناله هی هی موسم فریاد هی ... ب. بهره در طالب علمی بکمال داشت. در اوائل مشق

اشعار خود را پیش شیخ محمد محسن فانی میگذرانید.

محمد علی ماهر ترتیب داده چنانکه دیوان میر معز و ناصر علی را فقیر تدوین نموده- اکثر شعرش بطرز ایهام است[1] و غنی[2] تاریخ ابتدای شعر گفتن و تخلص یافتن اوست[3]- روزی مطلعی تازه گفته پیش شاه ماهر خواند ؎

بی چراغست اگر بزم خیالم غم نیست　　مصرع ریخته شمعی ست که در عالم نیست

شاه نظر بر ایهام او شوخی نموده گفت مصرع ریخته که در عمر گفته باشد همین خواهد بود[4] این چند شعر انتخاب نمودهٔ میر معز موسوی است ؎

فراغتی به نیستان بوریا دارم　　مبادا راه درین بیشه شیر قالی را
کند در هر قدم فریاد خلخال　　که حسن گلرخان پا در رکابست
بادامن تر شدم بمحشر　　گفتند در آفتاب بنشین
می نوازد ساز عیش آن ندم که طالع یافت قوت　　باشد از پای مگس مضراب تار عنکبوت
بر ندارم ز اشعار کسی مضمون را　　طبع نازک سخن کس نتواند برداشت
جان بلب از ضعف نتواند رسید　　ما بزور ناتوانی زنده ایم
ز ضعف تن بجز نامی نماند آخر ز من باقی　　نگینی می نماید گر نهند آئینه در پیشم
قلم تحریر کرد از سینه چاکم مگر حرفی　　که مکتوبم ز صد جا پاره چون بال کبوتر شد
میان نازکت همچو مو آن دلستان دارد　　پر مو راست شمشیری که بر موی میان دارد
چون آستین همیشه جبینم زچین پر است　　یعنی دلم ز دست توای نازنین پر است
میفرستد به پدر پیرهن خالی را　　یوسف از دولت حسن این همه خود را گم کرد
اثر به عکس بخشد[5] سعی من از طالع واژون　　ز فریاد سپندم چشم بد از خواب برخیزد
چون خاتمی که بر دستر بحجیب موم فرد　　ز دم چو بر در پستی بلند شد[6] نامم
دل بمردن نه غنی چون قانعت گردید ختم　　بهر این خاتم نگینی نیست جز سنگ مزار

۱- ب، فقیر او را ندیده اما جزوی از اشعار خود پیش وی فرستاده بودم ۲- ب، هنگام فکر شعر از جمع مردم انزوا اختیار میکرد- یکی از منعاقانش در هنگامیکه مضمون تازه دست داده بود آواز کرد که شعر دلش بر هم خورد- آن معنی از خاطرش رفت از این امر خیلی مضطرب گشت- به غضب تمام برخاست و بیک ضربت تیغ سرش از تن برداشت ۳- ب، دارد ۴- ب، نام شده

جلوهٔ حسن تو آورد مرا بر سر فکر — تو حنا بستی و من معنی رنگین بستم

یاران برند شعر مارا — افسوس که نام ما نبرند

رفیق اهل غفلت عاقبت از کار می ماند — چو یک پا خفت پای دیگر از رفتار می ماند

گویند صائب با بر یک بیت او رشک آنقدر میبرد که میگفت ای کاش آنچه درین عمر گفته ام باین کشمیری میدادند و این بیت او بمن میدادند ~

غنی — حسن سبزی بخط سبز مرا کرد اسیر — دام همرنگ زمین بود گرفتار شدم

حکیم صاحب از روی این شعر معنی پیدا کرده و فقیر نیز هر دو نوشته میشود ~

حکیم — خط سبز آفت جان بود نمیدانستم — دام در سبزه نهان بود نمیدانستم

سرخوش — خوردم ز خط فریب جمال عذار او — همرنگ سبزه بود لباس شکار او[1]

۱۰۴ شیخ محسن فانی[2]

خود را از موحدان میگرفت و از اکابر کشمیر صوفی مشرب بود. از مصاحبان دارا شکوه است دیوان و مثنوی خوب دارد. دو بیت ازو یاد است ~

دیده نهان داشت نقش آن کف پا را — اشک بمردم نمود رنگ حنا را

موی سفید خندهٔ صبح اجابت است — گشتیم پیر بر دو را و تا دعا رسید

۱۰۵ میرزا فصیحی[3]

از فصحای زمانه بود. اشعار ریخته دارد و استاد یگانه است ~

لبی که ز ناز کی بار تبسم بر نمی تابد — بخون غلطم که امروزش بدشنام آشنا کردم

خویش را بر نوک مژگان ستم کیشان زدم — آنقدر زخمی که دل میخواست در خنجر نبود

حدیث شوخ و لعلت نازک افگارش کند ترسم — مگر آهسته آن لب را تبسم وا دهد بگشای

---

[1] در نسخهٔ (د) بعد از غنی ذکر غروری مرقوم است که در دیگر نسخه ها نیست. از نسخهٔ (د) نقل میشود. غروری. صاحب تلاش است. این بیت ازوست ~

بهر زیب دل زدن میخواستم گلهای داغ — صد چمن برهم زدم تا یک قفس آراستم

[2] (ر) ۳۷۸ شو، بذکر میر برهان عروس کلا یاد یافت) ۲۵ ج. محمد محسن فانی ۳۵ ب. کامل العصر بود. طالب آملی وغیره فضلای زمان او را العبادت قبول داشتند. اشعارش از بیاض میر معز نوشته شد ۱۲۵ ب. لبش.

جرم ما گر باده آشامیست مستی جرم کیست　　عکس لعل خویش را با در شراب افکنده ایم

چون ماهی ساحل طپید از آرزوی دل　　زخمی که شهیدان ترا بر جگر آمد

شب که غمهای ترا پرده نشین میکردیم　　از تبسم لب زخمی نمکین میکردیم

دوش تقلید بهر کردیم و صد قافله سوختند　　آه گر ناله پریشان تر ازین میکردیم

چمن پیرای صبحم کیمیای خار و خس دارم　　بهر شاخ ترنجی آفتاب پیشتر میدارم

گو چنون تا بهر نفس و در دل سراغی گم شود　　سینه ام چون موج در گرداب داغی گم شود

شوق اگر اینست معطر آشفتگان عشق را　　نکهت فردوس ترسم در دماغی گم شود

در یک بیت میرزا فصیحی تغییر تصرف کرده - هر دو نوشته میشود

فصیحی　　ما تو امیدیم با گل رعنا درین چمن　　کز خون پریم و رنگ به پیرهن نمی دهیم

سرخوش　　هم مشرب است با گل رعنا پیاله ام　　کز خون پر است و رنگ به پیرهن نمی دهد

۱۰۰۶ آقا محمد ابراهیم فیضان

خلف آقا محمد حسین ناجی - در عنفوان شباب بکمالات ظاهری پرداخته در اکثر علوم سیما در علم معقولات اکمل علمای عصر خود است - و در فن انشا خود ثانی ندارد - و در نظم پلی نظیر چنانکه میان ناصر علی منفرد بود و درین زمانه میان این جوان دیگری در زمان بهتر نیست - دیگر شغل نیست - و هم بوده چند بیت از زاده های طبع اوست که بگوش رسیده تحریر می یابد -

تا اختلاف دست صنعت یک قلم باشد　　تفاوتهای گندم و این شگاف یک قلم باشد

بود منزل سیه دل بدست آوردن خوبان　　بلند و پست ما هوش افتادنش و کم باشد

ستم فهمد زبان غمزه خونخوار قاتل را　　میان ما و نازش ترجمان تیغ دو دم باشد

اهلیت گر بود همه شعرت نشد از کار برد　　چو قسمت نیست روزی از دهن سوار برید

بستو تا چند بسازد بدل تنگ کسی　　از گرانجانی خود چند خورد سنگ کسی

در دل صاف خیال سخن ساختنیست　　آب آئینه نیامیخته با رنگ کسی

کرده ام از ضبط نفسهای خموشی معلوم　　کشسته است پس پردهٔ آهنگ کسی

---

[1] این بیت از نسخه (جیب) افتاده است نسخه ب: خونریز -

نبود از شیوهٔ تعلیم اینقدر با چشم یکرنگی — سراپا دل رسد زخمی ترا چین بر جبین افتد
صفای دل شکست آخر کدورت از جبین ام — روشنی پوشید چون آئینه عیب خانه ام
عداوت در کمال دوستی دارند هم جنسان — چو اخگر زد بهم نور دامن بر چراغ من
نمی باشد بغیر از حسرت آسیب تمنا دردی — ز هر جزو بدن خورشید چون اخگر دم سردی
بهم نالد ز نیات آئینه سازی الفت اندا [illegible] — خبر دارم آن پری دارد ز رنگ جسته ام گردی
به سعی ده چه سوزی ای دنیا نگر [illegible] — در خاک چو اخگر نبری هست زر نقد [illegible]
بود هر کس که در بزم خوشی راه می داند — که فیض انتظار گران گوش گران دارد

۱۰۱ میر غیاث الدین منصور فکرت تخلص

از شعرای ولایت بوده در عهد شاه عالمگیر بهند آمده پانصدی منصب داشت خوش خلق و خوش فکر بود این بیت بخط خود در بیاض فقیر نوشته از وست

نمی ماند سیاهی در دوات دیده آهو را — اگر دیباچه بنویسم بیاض گردن او را
ز اشک گاه مستی تا بهم احوال افشان شد — عرق گل گونه از باده لعل بدخشان شد
تمنا افسرده ام دارد شراب آتشینی کو — که چون مرده را در پوست چون بیضه بشکند
همچو من بسمل شهیدی هیچ کافر دیده است — هیچ [illegible] خواهیده است
در نامه من نیست بغیر سوده حق هیچ — یک حرف [illegible]
گهر آخر بشو تا نکشی دل از جهان — کاروان رفته است تا خاری توانی پا کشی

۱۰۲ عبد الرزاق فیاض

یک بیت او از زبان میر معز موسوی شنیده ام و میرزا در جوابش بیتی گفته و فقیر نیز بیتی بهم رسانده

[illegible] رنگی [illegible] از راه قدردانی به فقیر بسیار التفات و مهربانی میکرد و فقیر قصیده که در مدح [illegible] الممالک روح الله خان در زمین قصیده شاه طاهر دکنی گفته بود که این بیت از آن قصیده است

ترک شوخی نکته ز انسب استاد ازل — چو اطفال کشیده است فلک را به فلک

برده [illegible] ازراه [illegible] از دو کیجان ملا [illegible] بجواب این قصیده را گفت فرزندان و مریدان شاه [illegible] پیش کار صاحب طبع رفته [illegible] تمام گفتند که بی بلیتی اهل ملا [illegible] را که قصیده شاه را جواب گفته آن گفت که [illegible] دیگر آن که از شاه خوب تر گفته نواب خنده کرده برای فقیر آنچه دلم خواست صله عطا فرموده میرزا منصب [illegible] داشت در کشمیر فوت شده داین حکایت باندک تغییر جای دیگر در متن مرقوم گشت

سر سر رقمی میگردد ؎

فیاض — یکبار ناله کرده ام از جوش اشتیاق — از شش جهت هنوز صدا میتوان شنید
میر معز — باد بهار و بوی گل آشفته خاطر اند — پیغام او ز ناله ما میتوان شنید
سرخوش — منصور سنگسار ملامت بود هنوز — یک حرف راز گفته چها میتوان شنید

فغفور ثه

۱۰۹

از تازه گویان و معنی یابان بوده یک بیت او عالمگیر است ؎

فلک دیگر بکام رند دردآشام میگردد — عسس رو خواب راحت کن که امشب جام میگردد

سرخوش — کجا غافل ز حق در دیر دردآشام میگردد — بمسجد سبحه گر میگردد اینجا جام میگردد

فرقی ثه

۱۱۰

تازه گوی خوشخیال بوده ازین بیت عروج کمال فکرش ظاهر است ؎

مرا قیامت و مردن بصورت دگر است — مسافران عدم انتظار من میبرند

ملحوظه: در ۱۰۸ و ۱۰۹ ذکر هر دو در نسخهٔ ج نیست ۱۱۰ در نسخهٔ (کا) بعد از فرقی ذکر فائق درج است از آنجا نقل میشود۔

فائق

میر سید احمد برادر میر جلال الدین سیادت در لاهور بعلاقهٔ منصب و خدمت خزانه اقامت دارد۔ از خوش فکران است۔ از کیفیتی دلنشین معنی غافل نیست چند شعر او که نازکی داشت برنگاشت۔ منه

نصیحت مبغز اند رتبهٔ پاکیزه گوهر را — که آب از بهتش راه بستن نهد در دو بلند بیها
از شرم چشم مست تو خوبان نهفته اند — در آستین چو غنچهٔ نرگس پیاله را
افشای راز عشق بود کار دیده را — منصور دان سرشک بمژگان رسیده را
بجز شکسته بالان هم پنجه مغرور است — پای ز راه مانده بازوی دست دیگر است
تا نرگست به بزم فسون نگه نشست — چشم بتان ز سرمه بخاک سیه نشست
بیهان من بخامشی از بس درست بود — چون ساغر حباب شکستم صدا نداشت
شوخی پر هما ز رنگم گرد جولان کسی است — مدتی هم سایهٔ سرو خرامان کسی است
سینه چاکان محبت را قیامت مژده ایست — صبح محشر گرد شور نمکدان کسی است
دیوانهٔ عشق تو سرانجام ندارد — چون نقش قدم خانهٔ من بام ندارد
دل گرفتهٔ من مشکل است باز شود — که قفل بر در میخانه از درون زده اند
علاج غفلت پیدا نمی توان کردن — گلیم بخت سیه را بخواب می بافند
فزون ز ریگ روان تشنه در بیابان شوق — چند ز دام فریب سراب می بافند
بداغ لاله عذاران دوین چمن رفتم — بجای گل بفشانید لاله بر خاکم
دل امروز خسته آتش هجران آیا نغم — جز پنبهٔ مینا نگذارند بداغم

فارس

خوش فکر و معنی یاب بود۔ از وست ؎

عشق آمد و ز آلائش تن بی انجم کرد — از پردهٔ دل صاف چو آب گهرم کرد
غنچه سان بهر گلی سر بگریبان دارم — از دلی خون شده راهی بگلستان دارم
یار بهتر ز من احوال مرا میداند — من چسان عیب خود از آئینه پنهان دارم

فوجی

از شعرای بنگاله بود اما صاحب فکر می نماید از وست ؎

موج آب گهر از تاج شهان میگذرد — قطره در مرتبهٔ خویش کم از دریا نیست

دارا شکوه قادری

ملقب به شاه بلند اقبال ولی عهد شاهجهان بادشاه زاده خوش خلق و خوش رو و متحمل و صوفی مشرب فقیر دوست۔ موحد محقق بوده۔ طبعی بلند و ذهنی رسا داشت۔ مطالب صوفیه را در رباعی و غزل منظوم میکرد۔ بحسب اعتقادی که در سلسلهٔ عالیه قادریه داشت قادری تخلص میکرد و به ملا شاه خلیفهٔ میان شاه میر لاهوری دست بیعت داده۔ تحمّل و وقار بحدی داشت که محمد علی ماهر نقل کرد که روز طوی[۱] سلطان سلیمان شکوه خلف بزرگش شاعری قصیده گفته آورده سر دیوان میخواند۔ در یک بیت بسته بود که بادشاه زاده کریم الطرفین است۔ شاه بلند اقبال شنیده فرمود که راست گفته۔ پسر کریم الطرفین است هم از پدر و هم طرف مادر بادشاه بن بادشاه است۔ حاجی تمکین که بظرافت پیشگی در مجلس عالی راه داشت عرض کرد که ملا در پیازه چه خوب گفته که کریم الطرفین[۲] . . . . . . شاه سر فرو انداخت لرزه بر اندام اهل مجلس افتاد۔ همه را یقین شد همین که سر بر میدارد این مسخره را گردن زدن میفرماید۔ بعد از ساعتی از مسند برخاست درون محل تشریف برد و نزدیک بدر خانه فرمود که دیگر این مسخره را در دیوان خاص نگذارند۔ در علم تصوف تصانیف عالی دارد۔ سوا لهای دقیق نوشته۔ دیوان مختصر از و جمع شده۔ این چند بیت از وست ؎

ملب: محمد دارا شکوه قادری [۱] طوی معرب توی که لفظ ترکی است بمعنی عروسی [۲] عبارت فحش است لهذا حذف شده۔

هر خم و پیچی که شد از تاب زلف یار شد — دام شد زنجیر شد تسبیح شد زنار شد

خاطر نقاش در تصویر حسنش جمع بود — چون بزلف او رسید آخر پریشانی کشید

بشکست دل آبله از گردش پایم — در کار من آنهم گرهی بود که وا شد

بقدر مال باشد سرگرانی — ز وزن زر فزاید بار دستار

بخیه بر شعر تر ثناکیشان — موج آب حیات را ماند

همه چیز تو خوب لیک این بد — که تو بسیار دیر می آئی

با دوست رسیدیم چو از خویش گذشتیم — از خویش گذشتن چه مبارک سفری بود

۱۱۴ شادر[۱]

نمیدانم که کیست و کجائیست یک بیت ازو بگوش خورده، صاحب قدرت نما بود از وست —

سر نوشتی نیست جز خجلت جبین ساده را — چین پیشانیست موج آبرو آزاده را

۱۱۵ خانزمان[۲] حاجی محمد جان قدسی

ملک الشعرای عصر شاهجهان، سخنور صاحب قدرت بود، در قصیده گوئی از غزل پردازی گوی بلاغت از اقران می ربود[۳]. ظفرنامهٔ شاهجهان را با حسن توجه و دلخواه طرز فصاحت و بلاغت تمام ادا کرده، چون دید که نام عبدالله خان بهادر فیروز جنگ درین بحر گنجایش ندارد، باین حسن ادا ذکر کرده —

نهنگی که از غایت احتشام — نگنجد به بحر از بزرگیش نام

و از آنجا که یمین الدوله آصف خان سلطان بولاقی پسر خسرو را برای مصلحت[۴] بسر بر نهاده به جلوس داده بود، باین خوبی در سالی گفته —

عدالت نصیب تو دیده الهی — بود آب در شمشیر[۵] گوهر هنر

چون فیل سفید از جای بشگفتگی و غرائب ببدرگاه جهان پناه آمد، بادشاه جم جاه به بند زیور مزین ساخته

---

[۱] و [۲] ذکر هر دو در نسخهٔ ج نیست، در نسخهٔ د، حسان زمان بجای خان زمان [۳] ب: شعرهای فرمایشی را بسیار میگفت [۴] د: از سر تنه برده، بر سر بر نهاده به جلوس داده از کشمیر بلاهور آورده [۵] آ: سیر —

خود بدولت و سعادت سوار شده ملک الشعرا رباعی گذرانیده ـ

بر فیل سفیدش که همی نا گذرند — شد شیفته هر کس که نگاهی افگند
چون شاه جهان برو برآمد گویی — خورشید شد از سپیدهٔ صبح بلند

بجائزهٔ لائق مفتخر و مباهی گشت. مثنوی در تعریف کشمیر و صعوبت راه خوب گفته. وقتیکه بیگم صاحب[1] از شمع سوخته بودند رباعی گذرانیده بیت آخرش اینست ـ

تا سر زده از شمع چنین بی ادبی — پروانه ز عشق شمع وا سوخته است

گویند با آن کمال ملک الشعرای روزی غزلی تازه گفته بود. پیش ملای مکتب دار می خواند

چون بدین بیت رسید ـ

ساقی بصبوحی قدری پیشتر از صبح — برخیز که تا صبح شدن تاب ندارم

کودکی می شنید گفت صاحبا! اگر بجای قدری "نفسی" گفته شود برای صبح مناسبت تمام دارد

حاجی قبول کرد و در جودت طبع آن کودک حیران ماند ـ

الحق جای حیرتست همین طور ابونواس شاعر عرب این بیت گفته بود بزبان عربی ـ

أَلَا فَاسْقِنِي خَمْراً وَقُلْ لِي هِيَ الْخَمْرُ — وَلَا تَسْقِنِي سِرّاً إِذَا أَمْكَنَ الْجَهْرُ[2]

روزی گذرش بر مکتبی افتاد. کودکی گفت باستاد خود که میدانی ابونواس از قل لی هی الخمر چه اراده کرده است. استاد گفت نمیدانم. گفت از گرفتن جام شراب چهار حواس متلذذ میشود باصره از دیدن. و ذائقه از چشیدن. و شامه از بوئیدن. و لامسه از گرفتن. باقی ماند سامعه. از گفتن که این شراب است سامعه نیز لذت یاب میگردد. ابونواس گفت بخدا ای پسر معنی از کلام من برآوردی که من هرگز قصد نکرده ام

این چند بیت از زادهای طبع اوست ـ

زود به کردم من بی صبر داغ خویش را — اول شب میکشد مفلس چراغ خویش را

---

[1] نواب علیه عالیه بیگم صاحب ۲؎ ب: پنج هزار صله یافت ۳؎ ب: حاجی آفرین و تحسین کرد و نفسی را بجای قدری نوشت و گفت ـ

گاه باشد که کودک نادان — بغلط بر هدف زند تیری

[2] برای شعر ابونواس رجوع شود به اخبار ابونواس ص ۱۴۷ مطبوعه مصر ۱۹۲۴ء مرتبه ابن منظور مصری ـ

بازم نشسته تا مژه در دل نگاه کیست   روزم سیاه کرده چشم سیاه کیست
دل دادن و سخن نشنیدن گناه من   دل بردن و نگاه نکردن گناه کیست

بجوانی رفت و داغی ماند در دل یادگار از وی   چون آن سرخی که بر ناخن پس از رنگ حنا ماند

اگر دستم رسد روزی بجیب زاهد خود بین   چه شمع آرام بیرون یکدسته زنار از گریبانش

باین قدر که ببالین من نهی قدمی   منت بس هیچکس مهربان نخواهد گفت

عیش این باغ باندازۀ یک تنگدل است   کاش گل غنچه شود تا دل ما بکشاید

نگذاشت بخواب عدم شیون بلبل   گل ریخته بودند مگر بر سر خاکم[1]

درچنین فصلی که بلبل مست و گلشن پرگلست   گر همه پیمانۀ عمر است خالی خوب نیست

کجا تاب آورد پیش سرشک دیده تر سایم   دواند ریشه چون شمع مژگان تا کف پایم

چه غنچۀ گل صد برگ آسمان در رنگ   بصد برهنه دهد یک قبا و آن هم تنگ

من آن نیم که کنم سرکشی ز تیغ جفا   چو شمع زنده سر خویش دیده ام در پا

بلاست هجر عزیزان اگر چه مردم چشم   ز هم بقدر یک انگشت ساده خانه جدا است

سخن بس بعالم پناه سخنور   صدف را بود مهره پشت گوهر

رباعی

دنیا معشوق عاشق دین نشود   شیدائی آن شیفتۀ این نشود
بادل عارف نشود جلوۀ دهر   آئینه ز عکس کوه سنگین نشود

هرکس که سخن ز قدر و مقدار کند   کی حالت خود تواند اظهار کند
خواهی هنرت عیان شود پستی جو   شمشیر فرو د آید و کار کند[2]

هرکس که کمال خواهد اظهار کند   فکر یاران نیک کردار کند
گردد هنرت بسعی احباب عیان   شمشیر بزور دستها کار کند

[1] اینجا نسخه (ب) اشعار ذیل نیز وارد :-

عمریست که در پای خم افتاده خرابیم   همسایۀ دیوار بدیوار شرابیم
دریا کشیم بود ز بر و ناز هوای تو   آخر هوای سرو تو مارا نهال کرد

[2] ب : شمشیر فرو د آمده هم کار کند -

۱۱۶ قاسم دیوانهٔ مشهدی

از شاگردان رشید میرزا صائب است. تازه گوئی بلند خیال نازک بند معنی یاب بوده، در چمن شیوا بیانی
اما اشعارش در سخنوران اشتهار تمام دارد این چند بیت از وست رقم شد ـ

یکدست حسن بصد جلوه از نقاب چکید — رگ چراغ زدم خون آفتاب چکید
شبی که بکنج خلوت اگرم دهی اجازت — بهم چنان لبت را که در ره سخن نماند
هست چون اجزای عالم ذره یک آفتاب — آتشین چون مهر چه افشانی بچراغی کشته
نمیدانم که از ذوق کدامین داغ او سوزم — بآن پروانه مانم که افتد در چراغانی
میروی مستانه بر خاکم نمیدانی که من — در کفن همچو کبابی در نمک خوابیده ام
ز ویرانی بود بام و در کاشانه ما را — زمین چون نقش پا دیوار باشد خانه ما را
کس بادیهٔ عشق بپایان نرسانده است — چندانکه نظر کار کند یک رم آهوست
ندارم باک از موج خطر با دوست پیوستم — غریق آب حیوان را غم مردن نمی باشد
برات عاشق چو مضمون پیام خود نهان آید — دری چون نامه ام بانگ شکست استخوان آید
خونریزی ستم چو پا بجا شد — گل حلق بریدهٔ چمن شد

۱۱۷ قاسم خان

همزلف جهانگیر شاه. طبع رسا داشت از وست ـ

بعد ازین در عوض اشک دل آید بیرون — آب چون کم شود از چشمه گل آید بیرون
عشق آمد پی دل بردن و در سینه نیافت — دزد از خانهٔ مفلس خجل آید بیرون
چنان بدم بجدائی که بعد ازین هرگز — بخنده نیز لب از هم جدا نکنم
مردم ز رشک چند ببینم که جام می — لب بر لبت گذارد و قالب تهی کند
هر که در مجلس ما باده ننوشد قاسم — گر همان مردم چشم است برون باید کرد

لهٔ ج محمد قاسم مشهدی ـ لهٔ ب: بسیار زیاده گو و خوش فکر ـ لهٔ ص در نوشته تنها اگرم دهی اجازت ـ لهٔ ج) این بیت نیز دارد

ـ طفلم آمدم که بتن پیرهن جان پوشید — شیر مادر کفنی بود که پنهان پوشید

لهٔ ب: شوهر منیره خانم که خواهر نورجهان بیگم بود. طبع موزون داشت. در عصر جهانگیری کوس سخن میزد ـ لهٔ در نسخه ب: این بیت بنام قانع نوشته است ـ

روزی بادشاه آب خالص و خاصه طلبید۔ در پیالهٔ گلی بغایت نازک آوردند۔ همین که بدست گرفت از جنبش آب شکست۔ بادشاه بدیهه این مصرعه فرمود ع

کاسه نازک بود آب آرام نتوانست کرد

قاسم خان پیش مصرعه رساند ع

دید حالم را و چشمش ضبط اشک خود نکرد

۱۱۸ قانع

بر حقیقت حال او کماهی اطلاعی نیست۔ یک بیت او قانعم۔ از وست ؎

چون مردمک چشم تو در عالم نیست چرخی که خدنگ غمزه را تیز کند

۱۱۹ محمد یوسف قدیم[1]

عم زادهٔ[2] میرزا مائل طبع درست داشت۔ در عین جوانی گذشت۔ از وست ؎

* یک نفس گر شاد گشتم عالمی غمناک شد خنده ام چون برق چاک سینهٔ افلاک شد

۱۲۰ اُستاد سخنوران ابوطالب کلیم

شاعر عمدهٔ پای تخت۔ صاحب قدرت معنی یاب و در فنون انواع سخن سنجی طاق و در جمیع کمالات نکته وری شهرهٔ آفاق بود ظفر نامه شاهجهانی را با دادهای رنگین نظم نموده و در تعریف اکبر آباد و قحط دکن و صعوبت راه کشمیر وغیره مثنوی های دلکش دارد۔ دیوانی پر مضامین ترتیب داده در گفتن اشعار فرمائشی قدرت تمام داشت[3] برای تخت مرصع و سپر و شمشیر و قلمدان خاصه بامقطع شعر های مناسب هر چیز گفته۔ بر همه اشیای سرکار بادشاهی اشعار او کنده و نوشته اند۔ و قتیکه

---

[1] محمد یوسف قابل۔ ب ا۔ میرزا محمد شریف قدیم [2] پسر عم میرزا قطب الدین مائل، جوان قابل بود و قدیم تخلص می نمود۔ فکر مثنوی داشت عمرش وفا نکرد [3] ب فقیر نیز برای ناظر مطلعی گفته ؎

در لباس فقر دل زآلودگیها پاک شد خرقهٔ پر بخیهٔ ما کیسهٔ دلاک شد

* اینجا در نسخه (ر ۱) شاعر ذیل مذکور است۔ ذکرش در دیگر نسخه ها نیست۔

عبدالقادر خان خلف وزیر خان عالمگیر شاهی۔ قادر تخلص میکرد و خوش فکر است۔ از وست ؎

از هجوم بیکسان بر شیشه می لرزد دلم جا ببینا تنگ گر باشد در آغوشم گذار

[3] ب ا۔ بادشاه او را ده بار بزر سنجید۔

که خوندکار روم در تهنیت نامهٔ جلوس والا تحریر نمود که شما خود را شاهجهان لقب کرده اید. اگر ملک ما و ایران و توران وغیره داخل جهان نیست شما پادشاهی آنجا ندارید. بهترین نامها نزد خدا عبدالله و عبدالرحمٰن و عبدالرحیم است. ازین اسماء اختیار کنند. بادشاه بعد مطالعه در فکری شده با آصف خان یمین الدوله مصلحت کردند که باید این لقب خطاب را تغیّر داد. کلیم خبر یافته قصیدهٔ در مدح گذرانید و این مضمون را باین بیت جواب داد. از وست ؎

هند و جهان ز روی عدد چون برابر است   بر شه خطاب شاهجهان زان مقرر است

بادشاه خوشوقت شد و همین بیت را در جواب نوشتند. و کلیم را بزر سنجیدند. چون خان جهان لودهی که سابق پیرا نام داشت باغی شد و بدریا خان روهیله پیوست. دریا بسبب اعانت او بدست افواج قاهره کشته شد و بعد ازان پیرا نیز بقتل رسید. رباعی گذرانید بجائزهٔ لائق سرفراز گشت.

رُباعی
این مژدهٔ فتح پی بپی چه زیبا بود   این کیف دوبالا چه نشاط افزا بود
از کشتن دریا سر پیرا هم رفت   گویا سر او حباب این دریا بود

چون سر پیرا و دریا و دو پسران رشید او یکجا بدرگاه آمد چار[1] تاریخ گذرانید. بصلات بادشاهانه مفتخر گشت. گویند در اوائل جلوس که رایات عالیات به تسخیر قلاع دکن متوجه بود در یکسال چهل قلعه بتصرف در آمد. این رباعی گذرانید. از وست ؎

شاها بجنتت که نور[2] اقبال گرفت   تیغت ز عدو ملک ز ر و مال گرفت
چل قلعه بیک سال گرفتی که یکی   شاهان نتوانند بچل سال گرفت

اگرچه دیوانش مشهور است. اما چند بیت نوشته میشود ؎

بود آرایش معشوق حال درهم عاشق   سیه روزی مجنون سرمه باشد چشم لیلی را
نیست سامانی بغیر از رخنه در کاشانه ام   گر برنگ دام ماهی آب دارد دانه نیست
غرق وصال اگه ز آسیب چشم بد نیست   تا دام بر بنیاد[3] مد ماهی خبر ندارد
نجات غرقهٔ بحر تعلق آسان نیست   مگر به تخته[4] تابوت بر کنار افتد

---

[1] ب: چهار سر تاریخ فوت او ز گفته گذرانید [2] ب: کشور اقبال [3] ب: نیاید [4] ب: ز تخته -

نیست یکشب که شکم گل بستر نشود — تار در پیرهنم رشتۀ گوهر نشود

ابر تابرخاست یاران باده و ساغر کنید — چشم اختر تا نمی بیند دماغی تر کنید

ستم ظاهر او لطف نهانی دارد — صید را میکشد آن شوخ که لاغر نشود

سپاه غمزه ات را در هزیمت فتح میباشد — شکست افتاد در دلها چو برگردید مژگانت

سر بسر دلهائی آگه دانه یک سبحه اند — آنچه ما را در دل است از هدگر مستور نیست

مرگ تلخ و زندگی هم سر بسر درد سر است — پشت در دی کار عالم هیچ یک دلخواه نیست

در کشمیر گوشه گیر شده بود همانجا ودیعت حیات سپرده. ملا طاهر غنی تاریخ وفاتش چنان یافته ع

طور معنی بود روشن از کلیم

در کشمیر جنت نظیر بهشت نصیبش شد. مرزا محمد علی ماهر نقل میکرد که عجب مرد خلیق خوش محاوره بود. هر که در صحبتش می رسید فیضیاب می شد و محظوظ بر میخاست۔

۱۲۱ خواجه کلان

بوی کلیش از کلامش پیدا است۔ از وست ؎

سنج بی تابی و بیطاقتی و جامه دری — ناتوانی چه قدر کرد که زنجیر کند

۱۲۲ شیخ سعد الله گلشن

طبعش درست وارد۔ مدتی پیش فقیر مشق کرده۔ جنونی بهم رسانده۔ از دار الخلافه برآمده۔ الحال در گجرات بسر میبرد۔ آخر بصحبت مرزا بیدل هم جنسیت ادراکشید ؎

بدل شوخی نفس در دیده طغیان میکند نازش — پری در شیشه پنهان گشت هر و نست پرازش

گشتم شهید تیغ تغافل کشیدنت — جانم ز دست برد غزالانه دیدنت

حیرت بهار گلشن نظاره خودم — آئینه خانۀ دل صد پارۀ خودم

ز شوق مهر رخسار که چشم گریه پیرا شد — چو گوهر در گره هر اشک من دارد سحرگاهی

نسخۀ ب: از سطر ۔ تا ۔ ندارد۔ ب: سخت کم ب: معلوم نیست که کجا بود و که بود۔ یک بیت از و شنیده ام ۵ ب:

جولانی آزاده طبع و صاحب فکر است۔ هفت هشت سال پیش فقیر مشق کرده ۔ لا: آخر بصحبت مرزا بیدل چسپیده۔

هم یاد گشت ۔ در ۔ ب: خودیم ۔ رخساری ۔

روزی یک مصرعه گفته آورد ع

بیک پیمانه چون یاقوت دارم آب و آتش را

فقیر[1] پیش مصرعه رسانید ع

سرخوش   زبس با نرمخوئی رام کردم طبع سرکش را

۱۲۷ عبدالرحیم کم گو کشمیری

چندگاه پیش فقیر شعر میگذرانید. فکری درست داشت[2]. بطرف دکن رفت. همانجا درگذشت. از وست

بهار آمد ز جوش ناله دارد کوه دیدنها   شرر خار اشکافی میکند از دل طپیدنها
ما خراب[3] رنجش بیجای او گردیده ایم   گر برافشاند غبار از دل شود تعمیر ما
گرفته زخم دلم در دهن خدنگ ترا   بلذتی که مکد طفل شیرخوار انگشت
از زنجیری که عشق انداخت در پای من ای قمری   فتاد آخر ترا هم حلقه در گردن ای قمری
مگر سرو مراد دیدی که از دیوانگی بر تن   زبال و پر ترا صد پاره شد پیراهن ای قمری

۱۲۸ لامع

در حقیقت حالش اطلاعی نیست اما بتقدیر معلوم میشود که تازه گوئی معنی یاب است. از وست

ای سپند برق حسنت شبنم گلزارها   دست و پا گم کرده سر خدمت رفتارها
در بهارستان محبت بلبلان قدس را   بوی گل خیزد بجای ناله از منقارها
دید گر آب و رنگ از لعل گو یاقوت خندانرا   گریبان پاک همچون گل کند لعل بدخشانرا
شود گردشت پیما ناله مجنون سودائیت   بلند پرواز آورد مانندی شاخ غزالانرا
گذشتی بر مزارم شور محشر انداختی رفتی   کف خاک مرا صحرای محشر ساختی رفتی[4]

---

[1] ب: گفت که پیش مصرعه این از من نمی رسد. پیش شاعران دیگر مثل میرزا بیدل و غیره خوانده ام کسی نرساند. فقیر بدیهه گفت [2] ب: در صدد تربیتش بودم که قسمت او را بطرف دکن برد [3] ب: خراب [4] از نسخه ب شعر ذیل نیز دارد:

چه خوش باشد که گردد آشنا باهم بر و دوشی   رسد همچو کمان و حلقه آغوشی با غوشی

۱۲۱ خلاصهٔ[۱] دودمان مرتضوی میرزا معز الدین محمد موسوی

در[۲] خوش خیالی و معنی طرازی و شعر فهمی و انشا پردازی نظیر نداشت. در حدت طبع و دقت آفرینی و علم معقولات بی بدل بود. با این فضل و کمال از ممالک ایران کم کسی برخاسته باشد چنانکه خود گوید ـــ

من مرغ خوش ترانهٔ باغ فضیلتم　　طبع مرا بزمزمهٔ شاعری چه کار

در بیت میرزا صائب، که در تعریف عمارت گفته ـــ

صائب　　چون لباس غنچه تنگی میکند بر دوش گل　　بر شکوه این عمارت پرنیان آسمان

روبروی او در پیش مصرعه دخل بجا کرده نادرست وانمود. صائبا بتامل بسیار بر قبح این بیت مطلع شده و قائل گشت. فقیر چنین درست کرده برخواند فرمود که حالا درست شد ـــ

چون لباس غنچهٔ نشگفته تنگی میکند　　بر شکوه این عمارت پرنیان آسمان

روزی عزیزی در مجلس او این بیت برخواند ـــ

ز تیره بختی خود آنزمان شدم آگاه　　که مادرم سرپستان خویش کرد سیاه

گفت معنی تازه است. خوبتر ازین باید بست. خود فکر کرده خوب تر ازان بست ـــ

این تیرگی روز ازل داشت کوکبم　　مادر نزاده ام سرپستان سیاه کرد

جواب این بیت میرزا طاهر وحید خوب گفته. خود نیز ازین محظوظ میشد. هر دو نوشته میشود ـــ

وحید　　هرگل بیاد شمع تو بالی کشوده است　　خاکسترم چمن شد و پروانه ام هنوز

معز　　شد گرد باد دامن صحرا غبار من　　بر باد رفت خاکم و دیوانه ام هنوز

روزی این بیت عزیزی را خواند ـــ

بچه اندیشه ام از خاطر ناشاد روی　　چه بخاطر گذرانم که تو از یاد روی

بفقیر فرمود که بیا تا طرح کنیم. بدیهه گفت ـــ

میر معز　　آنچنان زی که چو از حادثه بر باد روی　　حسن معنی نگذارد که تو از یاد روی

---

۱ ب: خلاصهٔ دودمان مصطفوی. نقادهٔ خاندان مرتضوی. سید پاک گوهر عالی نسب میر معز الدین محمد موسوی.

۲ ب: از اولاد امام ضامن ثامن موسی الرضا بوده ـــ

فقیر نیز بدیهه رساند ؎

سرخوش — خویش را خاک رهی سازی و بر باد روی / باز آنست که بر تخت روان شاد روی

روزی این بیت ناصر علی در میان آورده بود ؎

علی — ز جوش باده دُرد ته نشین بالانشین گردد / ز موج خنده ترسم خط بیرون آید از آن لبها

نور الفکر تمام فرمود ؎

نگه بر نیشتر[۱] بالیده می بارد ز مژگانش / سخن در برگ گل پیچیده می ریزد از آن لبها

فقیر سرخوش نیز لنگ لنگان رسید ؎

سرخوش — نظرها از لطافت بر رخش باران در آبست / سخن نقش نگین گشت از فرو رفتن در آن[۲] لبها

در حسن ابدال غلغلهٔ این مطلع در شعرای پای تخت انداخت. مطلع تازه ؎

معز — هیچ کس آگاه ز شرح اشتیاق ما نشد / نامهٔ[۳] ما چون زبان لال هرگز وا نشد

سرخوش — هیچ دل از زینت دنیا نشاط افزا نشد / عقدهٔ کار کس از دندان گوهر وا نشد

همه[۴] عزیزان گفتند که کم از مطلع میر نیست. فقیر گفت تشبیه میر تازه و از من متعارف اینقدر تفاوت است. هرگاه فقیر بخدمتش[۵] وارد میشد درس علوم عربی موقوف میداشت و میگفت که با سرخوش صحبت تصوف و شعر تازه میداریم. و اکثر از راه مهربانی میفرمود که در هندوستان شاعر دیده‌ام —

---

۱ در نشتر: ب، از آن: ب، ناله من: ب، ۴ ب، اکثر شعرای اردوی معلی مثل شیخ عبد العزیز عزت تخلص و میر محمد زمان راسخ وغیره بجا میگفتند که تو به از میر گفته. من گفتم که میر به از من گفته. فکرها میکردند و غورها می نمودند که آیا بچه سبب مطلع میر بهتر از مطلع این نیست هر هم تشبیه هیچ در نیافت. بعضی گفتند که چون دم از شاگردی میر میزند تواضعاً میگوید. آخر همه گفتند که ما در نمی یابیم، باری تو بیان کن. گفتم که تشبیه میر که نامهٔ پیچیده را به زبان لال داده تازه است. و از من متعارف هزار کس گوهر را به دندان و دندان را بگوهر تشبیه داده. میر بسیار محظوظ شد و یاران نیز قبول کردند. گفتند زهی طبع منصف. ۵ ب: برین فقیر اینقدر مهربانی داشتند که در عین درس چون فقیر وارد میشد میفرمودند که کتابها بر دارید که با سرخوش صحبت شعر و علم تصوف میداریم. و بر سر مقدمه انصاف میدادند و میفرمودند که قدرتی دارم که هیچکس در علم معقولات و تحقیق تصوف از من پیشی نتوانا گرفت ولیکن وقتی که سرخوش نادر میان می آید من در میمانم زیرا که نه انکار میتوانم و نه اقرار. و در احوال جمیع مشایخ خوانده ام که در ذات حق فانی میشوند و ظاهراً در میان خود و ایشان هیچ فرقی نمی یابم. همچو من میخورند و می آشامند. ایشان چه قسم فانی گشته اند و من نیستم. فقیر میخندید و می گفت سبحان الله ؎

چشم باز و گوش باز و این ذکا / خیره ام در چشم بندی خدا

صاحب عقل و شعور و افضال و کمالات. درین قدر معامله بوی پیداست —

غنی و ناصر علی و سرخوش. و در اوائل فطرت تخلص میکرد. و در آخرها موسوی مقرر کرده و ازین تخلص بسیار محظوظ بود[1]. خطاب خانی هم برین تخلص گرفت[2]. روزی گفت که "افضل اهل زمانه" تاریخ ولادت من است موافق سنه هزار و پنجاه هجری. فقیر گفت تولد من هم درین سال است و نام من افضل این بمن عنایت فرمائید و برای خود فکر دیگر کنند[3].

روزی شخصی به ایشان گفت مصرعه گفته ام پیش مصرعه شما رسانید ع

فانوس گرد باد شود بر چراغ ما

فرمودند سرخوش طبع اشعار تازه گو بیان است. از و بپرسیم اگر کسی نگفته باشد پیش مصرعه میرسانم چون بفقیر دوچار شدند و ذکر این مصرعه در میان آمد گفتم مطلع صائب است ؎

آشفتگی ز عقل پذیرد دماغ ما　　فانوس گرد باد شود بر چراغ ما

روزی[4] دو منصبدار خلعت پوشیده برای تسلیم حضور ایستادند. بمن فرمود که تحقیق کرده بیا که این هر دو را چه خدمت شده. آمده تحقیق کردم یکی را دیوانی برار مقرر گشته و دیگری را خلعت کدخدائی شده. رفته بمیر رساندم که یکی را خدمت در آر شده و دیگری را خدمت برار شده. میر خنده‌ها کرده تحسین نمود. این چند بیت از زادهای طبع شعر لطیفش بر سبیل مشتی نمونهٔ خروار است. از میر معز موسوی ؎

۱- ب، ج: که ازین هم نسبت من ظاهر است و هم حسب من. ۲- ب، ج: چون بپایهٔ وزارت ممالک دکن و دیوانی تن و هزاری منصب سرافراز گردیدند فقیر از شاهجهان آباد بعد تهنیت و مبارکباد رباعی نوشت. رباعی

ایام بکام دوستداران گشته　　کار میرزا معز بسامان گشته
چیزی که بجا شده بعالم این است　　کان سید پاک موسوی خان گشته

۳- ب: خنده کرده گفت خوش باشد. روزی مطلعی گفته بخدمت گذرانده‌ام ؎

خانهٔ دهر تنگ بسیار است　　پشت بام فلک هوادار است

بسیار تحسین فرمودند و پیش مصرع عبارت آخر لب نداند بسیار تنگ می باید گفتم که صاحب بیت خود بسته اند آنرا چه علاج ؎

مبادا نامه ام بلبنا تیم را تر کنی قاصد　　درین مضمون نازک کرده ام بسیار مضمون را

شنیده خاموش ماندند. عجب مشفق و مهربان بوده. وقتی فقیر در لاهور بر زنی عاشق بود. چون کوچ رایات عالیات بجانب شاهجهان آباد شد بصد پریشانی ناچار همراه رکاب سعادت روانه شدم. روزی بخانه میر نشسته بودم ذکر آن معشوقه در میان آمد مرا گریه با فغان روی داد. میر متاثر گشته رباعی بدیهه فرمودند. رباعی

اشکی که مرا ز چشم نم دیده برفت　　لخت دل من بود که غلطیده برفت
در هجر تو این نکته بمن شد معلوم　　کز دل برود هر آنچه از دیده برفت

شدم خاک و هنوز از عشق او آتش بجان دارم
در آغوش کفن جسمی چو تب در استخوان دارم

رسد راه مصیبتها شد پریشانی مرا
داشت عریانی نگه ز آلوده دامانی مرا

کار ما پیوسته در بند از گشاد ناخن است
عقدهٔ ما همچو گوهر خانه زاد ناخن است

ما طائر عشقیم و قفس بال و پر ماست
چون بوی گل چیده وطن همسفر ماست

عیب صاحب هنران جوهر تنگ ظرفی هاست
آب یاقوت چو زد جوش رگ یاقوت است

چو سوز عشق را کامل کنی عیبت هنر گردد
شود یاقوت هر سنگی که لبریز شرر گردد

عاجز شد از رفاقت ما رهنمون ما
استاده آب تیغ و روانست خون ما

بحر و کان را نارسا افتاد استعداد فیض
گوهر آب دیده و یاقوت خون دل نشد

شوقبین به برقع از دل بیتاب کم نشد
این همه گرفت و شوخی مهتاب کم نشد

ندارد آفتی چون غنچه از صرصر چراغ من
برنگ لاله در آغوش ناخن خفته داغ من

آتشم در ته پا بود ولی همچو سپند
گام اول نفسم سوخت درین راه مپرس

مرد حق در عین دنیاداری از دنیا بریست
ملک در دست سلیمان نیست در انگشتریست

این نشئهٔ[۱] مستی مرا از بادهٔ خود پروریست
شیشهٔ با موج[۲] شکستن میپرد[۳] بال پریست

عشق در مصر جنون لاف خدائی میزند
حسن گر یوسف شود در کسوت پیغمبریست

ذوق عشق آئینه دار راز دلها میشود
چون سجود یاد خموشی ناله پیدا میشود

حسن سعی کوهکن از نقش شیرین ظاهرست
کار چون نیکو بود خود کارفرما میشود

حق شناسی حیرت افزای دل آگاه شد
جاده بالید آنقدر بر خود که سد راه شد

حیرتم برقع کشای شاهد مقصود گشت
عقدهٔ دل عاقبت پیکان تیر آه شد

نهان نگذاشت افسون غمش در پردهٔ ناموسی
پری در شیشه رسوا سوخت چون شمعی بفانوسی

شب از پروانه شرح انتهای شوق پرسیدم
کف خاکستری افشاند بر دامان فانوسی

در ملک دکن برحمت حق پیوست. بر جمیع سخنوران ماتم شده. میان ناصر علی این خبر شنیده زار بگریست
و برین فقیر دلگیر درین مصیبت گذشت آنچه گذشت ع

---

۱ ج، موج ۲ ا، ۱۰۱ این نشئه مستی قرار ۳ ب: میپرد —

حیف دانا مردن و افسوس[ل] نادان زیستن

و دو تاریخ وفات آن مرحوم این اخلاص‌مند یافته —

سرخوش
معز الدین محمد موسوی حیف | ز عالم سوی ملک معنوی رفت
کشید آه و بگفتا عقل تاریخ | معز الدین محمد موسوی رفت

—
دریغا رشتهٔ معنی زین سر بگسست | معز موسوی خان سخندان
ز حیرت خسته اهل تاریخ فوتش | خرد گفتا کجا شد موسوی خان

از بی‌رونقی هنگامهٔ سخن و کساد بازاری اشعار چه نگارم که این قطعه شاهد حال است —
دریغا شعر رخت از دهر بربست | سخن با موسوی خان از جهان رفت
ز فوت رابطه ای دل بگفتم هم مرد | نشان عیش از هندوستان رفت
ز من باقیست سرخوش بی‌عرفان | پس از من خواهد این هم از جهان رفت

۱۲۶ آراستهٔ باطن و ظاهر میرزا محمد علی ماهر

استاد همهٔ اهل پخته کار انسان صاحبدل کامل عیار بود با کلیم و قدسی و میر یحیی و غیرهم الشعرای عصر جهانگیری تا نازک خیالان عهد عالمگیری صحبت داشته فقر اختیاری با استقلال داشت تا در جهان بود در فکر سخن بود برای بعض پیش مصراع شش ماه و هفت ماه فکر میکرد چنانچه برای این مصرع

انتقام پدر از خصم پسر میگیرد

در شش ماه مصرع رساند —

حاسد اهل سخن داغ ز حسن سخن است

دیوانی ضخیم و مثنویهای رنگین دارد و نثر مثل ظهوری پر مضامین تازه نگاشته. گل او رنگ

ملاحظه: مصرع حیف نادان زیستن سنه ب و خواست سنه ب او واقف اسرار باطن و ظاهر شده در پیش داراشکوه مریدان شده بود چنانچه فرموده. بیت
کرده بارادت انتخابم | بخشید مرید خان خطابم
بعد ذکر می داراشکوه ترک علائق دنیوی نموده گوشهٔ عزلت اختیار کرده دیگر کمر نه بست روزی فقیر گفت که نواب دانشمند خان میر بخشی و همت خان بخشی تن هر دو بحال شما مهربان چرا منصب معقول نمی گیرند خنده کرده گفت به ترک دنیا مشهور گشته ام دم از فقیری می زنم. اگر الحال باز رغبت بدنیا نمایم مثل من با آن زن هندو ماند که با شوهر مرده برای سوختن آمده باشد حرق آتش سوزان دیده خواهد که بگریزد. حلال خوران سرش شکسته بسوزانند —

در مدح شاه اورنگ زیب گل سرسبد فکرهای اوست چند فقره از آن گلدستهٔ معانی ایراد می یابد ـ
"در عهد حبشی بمقتضای این اگر ببازی گنجفه دست کشادی بشمشیر سرو اکه دی دار نعمت سفید بجز رنج
دادی تا از مرکب ساده سرکارش نام سیاهی بادام شنیده بادام چون پسته خندان در پوست نگنجیده ؎

ماهر	آرد از بهر مشق شاه مدام	چشم خوبان سیاهی بادام

در عهد خوش نویسی اش از بسکه یاقوت را سبقی بقطعه نویسی نمی بلبند محرران دفتر همایونش یاقوت را
قطعه نمی نویسند" از تمام نثر ملا منیر لاهوری همین فقره انتخاب نموده "خواجه ریحان که با خواجه سنبل
نسبت همزلفی داشت" میگفت دیگر آئین تالیف است. و از ساقی نامه من یک قطعه در نعت
و یک بیت در بهاریه تازه برآورده بود که این نصیبه تست قطعه مثنوی ساقی نامه سرخوش ؎

شرابیکه پرواز داز ماسوای	بنه زد ساقی آن رسول خدا
خرد از میش محو مطلق شود	ز خود بی خبر آگه از حق شود
باین بی خودی او بود رهنمون	کند آخرین جام مستی فزون

این معنی را در رباعی بسته ؎

احمد که چشم و چراغ ایام بود	رونق افزای بزم اسلام بود
زد گشت رسا نشهٔ عرفان بکمال	مستی افزون ز آخرین جام بود

من ساقی نامه از بهاریهٔ سرخوش ؎

سر زلف واکرده سنبل بناز	شده از مریدان گیسو دراز

مثنوی جامع نشاتین در زمین تحفة العراقین گفته بود. افتتاح کلام از بهاریه کرده مطلعی
برای آن میخواست حسب المدعا دست نمیداد. فقیر گفته بنظر گذرانید ؎

سرخوش	ای بر سر نامه گل ز نامت	باران بهار رشحهٔ جامت

از برای ساقی نامه فقیر مطلعی گفته عنایت فرمود ؎

ماهر	بود نامهٔ نقش بخشش ادا	که بر سر کشد جام حمد خدا

مثنوی در مدح بیگم صاحب گفته بمعرفت مادر عنایت خان آشنا فرستاد و بیگم صاحب بعد مطالعه
برین بیت محظوظ شدند ؎

ماہر   بذات او صفات کردگار است   کہ خود پنہان و فیضش آشکار است

پانصد روپیہ صلہ عطا فرمود، باعتقاد فقیر ہیچ نداد. بالیستی برین بیت او را بہ زر می سنجید.
پایہ مدح بالاتر از من چہ باشد. فقیر در جوانی مدتی شعر در خدمتش گذرانیده و اصلاح گرفتہ. سلامت نفس و شکستگی درگذشتگی بحدی داشت کہ روزی بخانہ مرزا قطب الدین مائل مجلس شعر خوانی گرم بود. حکیم صاحب و ملا محمد سعید اشرف و غیاث الدین منصور فکرت باہم صحبت داشتند. بفقیر تکلیف شعر خواندن کردند. این مطلع تازہ گفتہ بودم خواندم ؎

سر خوش   کی توانم دیدن زاہد جام صہبا بشکند   سپہر در نگم حبابی گر بدریا بشکند

ہمہ صاحب سخنان زبان آفرین و تحسین کشودند. و حکیم صاحب تا نصف شب این مطلع بر زبان داشت و میگفت سبحان اللہ در ہند مردی پیدا شود کہ چنین شعر میگوید. روز دیگر در خانہ دانشمند خان بشاہ ماہر دو چار شد. گفت دیروز سرخوش شاگرد شما ما را محظوظ کرد. بسیار صاحب تلاش و خوش فکر است. بارک اللہ خوب تربیت کردہ اید. شاہ گفت اوکی شاگرد من است. ما باہم یاریم پیش یکدیگر شعر میگذرانیم. حکیم گفت کہ او بجد میگفت کہ من شاگرد شاہ ماہرم. فرمود کہ از راہ بزرگ زادگی خود تواضعاً میگفتہ باشد والا من کی لیاقت استادی او دارم. چون فقیر بخدمتش رفت فرمود کہ شما چرا گفتید کہ من شاگرد ماہرم. این برای شما خوب نیست و مرا خود چہ مضائقہ بلکہ فخر است کہ چون تو شاگرد داشتہ باشم. جمعی بلند فکر نیز ہستند کہ مراد شعر مرا در نظر نمی آرند. شاگرد مرا در چشم ایشان چہ قدر و منزلت خواہد بود. شعرا شاگرد خدا یند.

برادر کلان فقیر خیر الدین محمد طبعی موزون داشت. عجزی تخلص میکرد. شعر بطرز قدما میگفت. فقیر در خدمت او تربیت می یافت. در سن ہشت و نہ سالگی روزی براہی میرفت. خواجہ سرا ئی خوش روی دید کہ بر بالای چاہ زنخدان خالی داشت. این معنی بخاطر آوردہ مطلعی گفتہ ؎

بر زنخدان تو خال سیہی افتاد است   ہمچو دلویست کہ بالای چہی افتاد است

پیش برادر خود خواندم. محظوظ شد و مرا در بر کشید و بہ پیشانی بوسہ داد. از ان روز در صدد اصلاح کار من شد. در سن یازدہ سالگی در قصبہ کرانہ دختر صاحب حسن رسن بازی را دیدہ این رباعی گفتم. رباعی

سرخوش — آن دلبر بوالعجب کہ ماہ زیباست — بالائی علمم چو گل لشاخ رعناست
نی نی غلطم کہ آفتاب محشر — یک نیزہ برآمد و قیامت برپاست

غلغلۂ این رباعی در تمام میان دوآب افتاد و قاضی پیر محمد ہائی وغیرہ سخنوران کہ دراں گل زمین بود پیش پدر فقیر آمدہ گفتند کہ این پسر چیزے بشود از حال این غافل مباشید۔ در مشق چند مدت کار از اصلاح برادر گذشت۔ ملا بیخود مرا بخدمت مرزا محمد علی ماہر برد صحبت با ایشان موافق افتاد۔ ہمیشہ شعر گفتہ بخدمت میگذرانیدم و اصلاح میگرفتم۔ بہ میان ناصر علی اکثر میفرمود۔ کہ در کار طبع این جوان حیرانم ہر گاہ می آید معنی ہائے تازہ می آرد۔ از کجا می یابد۔

برہمن پسری مقبول فکر سخن میکرد روزی پیش نواب سعداللہ خان این بیت از زادہائے طبع خود برخواند از وست ؎

زمیدان سخن گوی سبق برد — برہمن زادۂ از دو برہمن

نواب خندہ کرد۔ درین اثنا مرزا محمد علی ماہر رسید۔ فرمود کہ بشنوید برہمن زادۂ از دو برہمن چہ میگوید باز برخواند۔ میرزا گفت از صلابت نواب عبارت را منقلب کردہ ظاہرا ہجو گفتہ باشد ؎

برابہمن زادۂ گوی سبق برد — زمیدان سخن از دو برہمن

برہمن یکی از ہندوان پیشتر بود و دیمی چندربھان تخلص میکرد۔

گویا و جویا دو برادر بودند۔ در کشمیر روزی بشاہ ماہر گفتند کہ ماہر دو برادر تخلص[1] طالب کلیم را باہم چہ قسم تخشش کردہ ایم۔ جویا طالب وگویا کلیم۔ شاہ گفت معنیہائش را چہ قسم باہم قسمت کردید۔ فقیر تاریخ وفاتش را چنیں یافتہ۔

سرخوش — حیف ز بزم جہان ماہر معنی طراز — مست تکبیح و جمال از قدح موت شد
سرخوش غمدیدہ خواست سال[2] وفاتش نمول — گفت خرد آہ آہ ماہر ما فوت شد

این چند بیت از زادہای طبع اوست ؎

ماہر — چشمم چگونہ دیدن رویت ہوس کند — نظارہ بر چراغ تو کار نفس کند
میکند معشوق از پہلوی عاشق دلبری — از پی خود شمع را پروانہ میسازد پری

---

[1] ب:۔ نام و تخلص [2] ب:۔ در۔

تا بدل گردیده ام خورسند عالم از من است — در قناعت مور از یکدانه صاحب خرمن است
بسکه در هجر تو چون نال قلم کاهیده ام — از تنم صد پیرهن بالیده تر پیراهن است
سخن گر عالم از حسن ادا گردید تسخیرش — خموشی لطفها دارد که نتوان کرد تقریرش
بسکه شه دل بستهٔ احوال ملک و لشکر است — زنگ بر آئینه داغی بر دل اسکندر است
آید شد نفس که برو شد مدار عمر — باشد دو اسپه تاختن شهسوار عمر
تنزلش چو ترقی باختیار مدان — که این نفس زدن شخص روزگار بود
دو بار سوزد از اثر و فغان بلند کشد — می دوآتشه در سوختن سپند کشد

۱۲۷ حکیم رکنای مسیح

از امرای صاحب سخن عهد جهانگیری بود در معنی یابی ید بیضا داشت بسیار خوش فکر است از وست

در من آمیخته از تو اثر پیدا نیست — همه شیر است درین کاسه شکر پیدا نیست
آنچنان با تو یکی گشت وجودم ای دوست — که ترا بی تو توان دیدن و بی من نتوان
تمام عمرم با شاهد دو ساله گذشت — حباب وار مرا عمر در پیاله گذشت
روز اول کاندرین ویرانه بنهادم قدم — باز می بایست گشتن هر دیواری نداشت
همچون نگین که بهر نگین دان شدست خلق — اورا خدا برای کنار آفریده است

رباعی
آنانکه ز یکدگر جگر ریش تراند — قومی به سفر جماعتی پیشتراند
در غربت بیم مرگ تنهائی نیست — یاران عزیز آن طرف بیشتراند

۱۲۸ سعد الله مسیحای پانی پتی

شاعر غرّا از همصحبتان شیدا بود. باهم اتحاد و یگانگی بسیار داشتند چنانچه خود گفته

در من و شیدا نماند اندر حقیقت امتیاز — من به شیدا مانم و مانند من شیدای من

قصّهٔ رام و سیتا از زبان هندی بنظم آورده در آنجا بیتی در نعت گفته که همه شعرا پسندیده اند

۱ه ب: مالیده ۲ه و ۳ه این هر دو شعر از نسخهٔ ب افتاده است ۴ه ب: ملا سعد الله مسیح ۵ه روزمره اش اگرچه خام است موافق تازه گویان عراقی نیست اما بعضی معنی های تازه و غریب فکر کرده چنانچه در مدح شیر می گفته

غذای نفس ز بهر فاقه داده — غلط گفتم که نفس مرده زاده

مسیحا — دل از عشق محمد ریش دارم — رقابت با خدای خویش دارم

اگرچه این معنی ملّا سحابی در رباعی بسته ـ

سحابی — آنرا که خدا رقیب باشد چه کند

اما این فصیح تر بسته. شاید توارد شده باشد. و یک بیت در تعریف عصمت سینا گفته که جمیع خوشخیالان پشت دست گزیده اند. و این یک بیت را به لک بیت سنجیده اند ـــ

تنش را پیرهن عریان ندیده — چو جان اندر تن و تن جان ندیده

روزی میرزا محمد علی ماهر این بیت را میخواند و تحسینها میکرد و میدانست که در نعت گفته فرمود که کاش این همه اشعار که در تمام عمر گفته ام بآن مرد نصیب میشد و این یک بیت بمن میداد. فقیر گفت که در تعریف عصمت سینا گفته. شنیده بی اعتقاد شد. گفت عجب پست فطرت دون همت بود. چه طور معنی را در چه محل فرود آورده و یک بیت در محل فرو رفتن سینا در زمین نیز گفته اما خوب گفته ـــ

مسیحا — گریبان زمین شد ناگهان چاک — در آمد همچو جان در قالب خاک

فقیر نیز در تعریف رسن بازی رباعی نوشته بود که بالا تحریر یافته. در مرثیه امام حسین شهید همان معنی در رباعی و قصیده بسته. رباعی سرخوش

کردن چون کوفیان سوی شام روان — بر نیزه سر حسین شاه دو جهان
لرزید فلک که شد قیامت برپا — یک نیزه بر آمد آفتاب تابان

من اشعار مسیح ـ

در بزم عاشقان چو برآرم ز سینه آه — چو هیزمی که دود کند دور هم افگنند
گر از خراش دلم منکری ببین بی رحم — که پوست کنده سخن میکند ادا ناخن

له ب: هیچ یک قدرت ندارد که چنین تواند گفت [۲] د. فقیر این معنی را در رباعی بسته گذرانید ـ

شرم آیینه دار است زبس جانان را — پر ساخته از گل حیا دامان را
عریان بدنش ندید پیراهن هم — چون در تن جان و تن ندیده جان را

میرزا شنیده گفت بارک الله این معنی را خوب مسلمان کردند [۳] د. همیشه پشیمان بود که چرا چنین معنی در مدح بزرگی نبسته. آخر برای مرثیه امام حسین توفیق یافته. دوازده رباعی مثل دوازده غزل محتشم گفته در هر رباعی تلاشها کرده. وقتی که کوفیان سر مبارک امام بر نیزه روانه شام نموده. در آنجا این طور بسته [۴] جا. به بین به حشم ـ

بحکیم مقرب خان رباعی نوشته که بیت آخرش این است ـ

میسحا

برخوان عطای تو مسیحا محرومچون تصویر که باشد برخوان

۱۲۶ ملا مفید بلخی

از خاک توران همچو او معنی یاب صاحب تلاش برنخاست. تازه فکر بود در اوائل جلوس عالمگیر شاهی در بلدهٔ ملتان بحضرت منان پیوست.[۱] فقیر بعد از استماع این واقعه[۲] تاریخ فوتش گفته ـ

سرخوش

مرد ملا مفید در ملتان — این سخن چون بگوش سرخوش خورد
برکشید آه و سال تاریخش — گفت ملا مفید بلخی مرد

مفید

از رهائی مگو که چون طاوس — پر و بالم بهر صیاد است
زینت خانهٔ صیاد بود مرغ اسیر — از گرفتاری طاوس قفس گلزار است
نگردد تا فغان من هم آواز گرفتاری — ز میل سرمه صیاد مرا چوب قفس باشد
مرا شور محبت برد از جا — پر پرواز شد داغم چو طاوس
بسکه پر شد ز سرمه چشمانش — شد رگ سنگ سرمه مژگانش
تکمه در پیرهن نمی گنجد — از هم آغوشی گریبانش
نالهٔ[۳] من همچو نی جانم بلب آورده بود — یاد چشم سرمه آلودش بفریادم رسید
ز بسکه کرد پریشان غبار خط توام — نفس چو نال قلم گشت تار تار مرا
ز دست طالع ناساز خویش رسوایم — سیاه بختی من همچو مشک بو دارد

۱۲۷ ملا معنی[۴] کشمیری

گویند که بود هر چه از انگشت بر روی هوا مینوشتند در می یافت و جواب میداد. و یک بیت از و بخاطر است ـ

صدای دل طپیدن از شکست رنگ می آید
زبان خامشی در پردهٔ رسوا میکند ما را

---

۱ ب، فقیر صحبت او در نیافته اما بعد از استماع این واقعه تاریخ فوت او بطریق تعمیه گفته ۲ د: باوجود عدم آشنائی
۳ ب، ناله دل ۴ ا، معی، ب، معنی ـ

صالح بیگ ملهم ۱۳۱

یک بیت ازو بیاد است ؎

جلوهٔ حسن تو شد دام گرفتاری مرا　　موج رنگ گل بود زنجیر پای عندلیب

متی کلال ۱۳۲

رواج سخنوری در عهد جهانگیر دیده این را هم سر شاعری بدر در آمد. طبع موزون بهم رسانده دیوانی مختصر ترتیب داده. کلال و خدمتیه قومی اند که دربانی بادشاهان هند و امرای عظام بعهدهٔ ایشان مقرر است. غیر از چوبداری و اهتمام سواری قابل هیچ کار نیستند. جهانگیر شاه ایشان را چندال یعنی بدترین مردم میخواندند. چندگاه در رکاب نواب معلّی خدیو جهان نور جهان بیگم تردد ها کرد و عرضی کرد که اگر بتقریبی ذکر سلیقهٔ موزونیت خانه زاد در پیشگاه خلافت جهانداری در میان آید باعث ترقی احوال و افزونی عزت و اقبال من خواهد بود. بیگم صاحب وقت یافته عرض کرد که متی کلال هم شعر را خوب میگوید امیدوار است که بسمع مبارک رساند. بادشاه فرمود که الحال کار شعر ابینجا رسید که چندال بگوید. بیگم عرض نمود که خانه زاد است درحضرت ترتیب یافته. حکم شد که بیارند. چون حاضر شد بشعر خوانی فرمان یافت. بی تامل بر خواند ؎

متی بگریه سری دارد ای نصیحت گر　　کناره گیر که امروز روز طوفانست

بادشاه فرمود که من نگفته بودم که این را بشعر چه مناسبت اینجا هم رعایت اهتمام که پیشهٔ اوست از دست نداده. دور کنید. بعد از مدتی در پی سواری بیگم صاحب دویده التماس کرد که یکبار دیگر اجازت شعر خوانی دریابم. بیگم باز بادشاه را بر این آورد طلبیدند. حکم شد که چیزی بخوان. قضارا این بیت بخواند ؎

من میروم و برق زنان شعلهٔ آهم　　ای همنفسان دور شوید از سر راهم

بادشاه بخندید و فرمود که ببینید باز پیشهٔ خود را جلوه داده و رعایت نموده۔

منعم حکاک شیرازی ۱۳۳

شاعر معنی سنج خوش تلاش بود مثنوی در تعریف اکبرآباد خوب گفته در خورد سالی فقیر پیشش او

---

۱ — شائسته سنہ ۲ جلوس۔ هزار و پانصدی منصب هم داشت۔

مشق میکرد. دراوائل جلوس عالمگیری ودیعت حیات سپرد. ازوست ــــ

آنراکه زور بازوی کسب هنر بود | دست پرآبله صدف پرگهر بود
درخمارم روز و شب هر چند صهبا میکشم | خشک لب چون ساحلم با آنکه دریا میکشم
می زخم[1] رقص کنان بی دف و نی می آید | دست بر دائره باشید که می می آید

۱۴۴ مشهور[2]

بخوش فکری مشهور است. این دو بیت از و بگوش خورده ــــ

خدایا آرزو مطلب مکن[3] حسرت نصیبان را | مده دم سردی صبح وطن شام غریبان را
لبالب دارد امانی ز اشکم چون گل از شبنم | مکن از خنده همچون غنچه ام پر گل گریبان را

۱۴۵ میر معصوم کاشی

نیز تلاشی بوده یک بیت از و بگوش خورده ــــ

تو از سنجاب داری طوق[4] و من از آهن ای قمری | ببین سرو تو بی رحم است یا سرو من ای قمری

۱۴۶ میرزا مقیم[5]

دو بیت او از بیاض میر معز نوشته آمد ــــ

از روی رحم گوش بفریاد ما بده | والله[6] کام خاطر ناشاد ما بده
ای آشنا بیار چسان آشنا شدی | این شیوه را بیا بخدا یاد ما بده

۱۴۷ میرزا قطب الدین مائل

جوان خوش فکر و خوش نویس و قابل بود. از طالب علمی نیز بهره داشت. با حکیم صاحب و میر معز مصاحب بود.[7] آخر کارش بجنون کشید. ترک منصب نموده در دار الخلافه شاهجهان آباد فقر و کش کرد. بیست و هفتم رمضان از سنه یکهزار و یکصد و هشت بعد از هفت روز از فوت میان ناصر علی درگذشت محمد عاکف "جعل جنت مثواه" تاریخ یافت. این چند بیت ازوست ــــ

---

(۱) ب: زخم ــ ج: مناسب. (۲) ب: مشهور شاعر خوش فکر ایران بوده این دو بیت او از بیاض میر معز موسوی خان انتخاب شده ــ (۳) ب: مکن ــ (۴) د: منعم ــ (۵) ب: ــ (۶) ب: بالله که ج: والله که ــ (۷) ب: و بر فقیر خود از قدیم مهربانی دارد ــ

مرده ام اما بیاد همنوایان چمن | می طپد دل چون جرس در چنگل بازم هنوز
پاک طینت را ز دنیا دوری در کار نیست | مینوان چون آب گوهر از سر گوهر گذشت
در کسوت محبت همه لق راپسند | گر تو سیاه چشمی من هم سیاه روزم
بزم ما بر هم ز سنگ محتسب کی میشود | شیشهٔ ما چون عنب گر بشکند می می شود
بچشم تیره دلان روشنی غبار[۱] بود | سحر بکلبهٔ شب سیل نو بهار بود
به بزم بی خلل میکشان خاموشی | دهان پر گلهٔ خمیازهٔ خمار بود
جوش زن ای نو بهاری تا همه مستان شویم | شور کن ای عندلیبی تا همه نالان شویم
هستی ما را قضا میدوخت کتانی قبا | جلوه کن ای مه لقای تا همه عریان شویم

۱۲۸ مجدائی منصف

شاعر خوش کلام بوده. یک بیتش را فقیر اوقات دیده معنی کرده بسته. هر دو نگاشته می آید ـ

خوی بد ما باعث آسودگی ماست | زنجیر در خانهٔ دیوانه جنونست
سرخوش: خوی بد باعث آسائش دیوانه شود | گره جبههٔ ما قفل در خانهٔ ماست

۱۲۹ اخوند محمد باقر

یک[۲] چند مناسب تخلص میکرد. آخر مشتاق قرار داد و در اوائل جلوس عالمگیری با فقیر همدم و هم صحبت بود. مرد کوکناری در محبت و یاری بسیار درست بود[۳]. از وست ـ

بخواب عدم راحتی داشتم | ازین خواب ما را که بیدار کرد
در تیره ابر طالع خود برق حیرتم[۴] | بی گریه هیچگاه تبسم نمی کنم

۱۳۰ ملا ملک قمی

در بیجاپور از اعیان آنجا بود. ظهوری ذکرش در ساقی نامه آورده است. از وست ـ

چو نیچکان است ملک تیغ جفا می ترسم
که پی اجر بدر خانهٔ قاتل برود

---

[۱] ب: شود [۲] ب: اخواند لپسران همت خان [۳] ب: شعر بسیار گفته [۴] ج: تبسم

ملا مشرقی ۱۱۲

خوش فکر بود و خوش کلام ازین بیت فکرش روشن است ؎

زکعبه آیم و در رشک آیدم بخون نابی — که از زیارت دلهای خسته می آید

نظیری نیشاپوری ۱۱۳

گوئی فصاحت و بلاغت از اقران زمان می ربود۔ سخن سنجان عصر جهانگیری او را استاد میدانستند با نواب خانخانان ارتباط تمام داشت۔ در همان عصر یک نظیری دیگر بهم رسیده هر دو برای تقرر تخلص باهم در آویختند۔ این گفت این تخلص را بگذار و آن میگفت تو تخلص دیگر پیدا کن۔ آخر قرار برین افتاد که نظیری نیشاپوری صاحب مال است ده هزار روپیه خود موافق عدد "یا" باین نظیری مفلس بدهد که او "یا" را دور کرده نظیر برای خود تخلص نگاهدارد۔ سبحان الله عجب زمانه و خوش عهدی بود که چنین معامله پیش می رفت۔ الحال اگر صدتا بر سرهم کشته شوند درمی بکس ندهند۔ از وست ؎

پرده بر داشته ام از غم پنهانی چند — بزبان میرود امروز گریبانی چند

کشته از بس بهم افتاد کفن نتوان یافت — فلک صحرای قیامت کن عریانی چند

بیتو دوشم در درازی از شب یلدا گذشت — آفتاب امروز چون برق از سرای ما گذشت

بینش نخاری نیست کز خون شکاری سرخ نیست — آنچه بود آن شکار افگن کزین صحرا گذشت

جلوه اش ننمود از بس محو رخسارش شدم — ناله ام نشنید از بس گرم استغنا گذشت

عشق را کام بعهد رخ گلفام تو نیست — صبح امید و شب وصل در ایام تو نیست

محبت با دل غمدیده الفت بیشتر گیرد — چراغی را که دودی هست در سر زود در گیرد

آن دهد در گریه پند ما که با ما دشمن است — آنکه میگیرد شنا در را بدریا دشمن است

نادم گیلانی ۱۱۴

بسیار خوشگو و صاحب تلاش بوده۔ حاجی محمد جان قدسی هر بیتش را بیک اشرفی می خرید من اشعاره ؎

گشت از سیر گلستان شیفتگی فزون مرا — ناله عندلیب شد زمزمه جنون مرا

داغ دلان عشق را سیر چمن غم آورد — لاله شگفته دیدم و شد جگر از درون مرا

ملہج: مشرقی سنہ ب تا اوائل جلوس جہانگیری برگو بود سنہ ب۔ ہمچنان کرد سنہ ب۔ اشرفی طلا۔

معشوق ما بمذهب هر کس برابر است — باما شراب خورد و بزاهد نماز کرد

بیمار عشق را نه مدا و اچه فائده — دارد لب تو فائده اما چه فائده

به پشت لب خط آن قبله را شمار ابرو — چو رکن کعبه چهار است شد چهار ابرو

درین بوستان خوارم از نارسائی — غریبم چو گل بر سر روستائی

ز عکس رخم خاک هر کوچه زر شد — ترا کیسه خالی و من کیمیائی

دو گونه رنج (و) عذاب است جان مجنون را — بلای صحبت لیلی و فرقت لیلی

دلم در وصل از تاب رخ جانانه میسوزد — فروزد گر چراغ تیره بختان خانه میسوزد

بپیچیدنی در کفنی خواهم و کنج لحدی — غریبم کار گر افتاد شهیدان مددی

باغبان چیدن گل سخت عقوبت دارد — بلبلی در قفسی به که گلی در سبدی

خرده کردم من و او تکیه گه دولت ساخت — بسکندر نمدی داد و بما هم نمدی

هر جام شگفته تر ز جام دگری — در دست تو باده آب دریای گل است

عالم تمام یک قفس از بلبلان تست — تا حلقه گشت زلف تو صیاد دام سوخت

ابوطالب کلیم به پیش مصرعه این بیت مصرع رسانده مطلعی ساخته

آن شاخ گل که سینه من گلستان اوست — عالم تمام یک قفس از بلبلان اوست

ناظم هروی

۱۱۵

اُستاد خوش خیال و صاحب زبان بود مثنوی یوسف زلیخا باو اما ی رنگین گفته همه جا در وی

---

۱ ب و مسیحا ۲ این بیت از نسخه ب افتاده است ۳ این جا در نسخه ب و ۵، حالات میر نجات نوشته است اما ذکرش در نسخه (ل) نیست - از ب نقل میشود -

میر نجات

درین عصر از تازه گویان خوش فکر و معنی یابان صاحب تلاش در ایران بود. طبع سلیم و ذهن مستقیم داشت با لفعل غزلی از و در بحر خفیف بر زبانها است ــ

شوخ بیداد کرده ایم ترا — مطلب استاد کرده ایم ترا

آنقدر ها که یاد ما نکنی — آنقدر یاد کرده ایم ترا

من غلام کسی که گفت نجات — مای آزاد کرده ایم ترا

روزی معشوقه او جامه زرد پوشیده بود بدیهه گفت ــ

چون با قبای زرد قدش دلبری کند — آئینه را بهار گل جعفری کند

تلاشها کرده. بهند نیامده. اشعارش شهرت دارد. من اشعاره ؎

آن بلبلم که هرگاه از دل کشم فغانرا — از خون چو ساغر می پر سازم آشیانرا
گر لب زخم شهیدان خشک ماند دور نیست — جوهر تیغ تو در زنجیر دارد آب را
در خانقاه وحدت ذکر مخالفت نیست — چون تار سبحه یک حرف از صد دهن برآید
همتم آزادگان را همعنان افتاده ام — سایهٔ سروم بپای راستان افتاده ام

۱۱۶ محمد تقی بیگ نشا

صاحب[1] طبع است دیوانی مختصر بطرز قدیم دارد. دو بیت از دبیاد است ؎

هرگز ثمر نداد نهال بیان ما — باشد ز برگ بید زبان در دهان ما
چنان گداختی از عکس خویش آئینه را — که جوهرش چو خس از آب میتوان چیدن

۱۱۷ ملا نوعی

در اوائل عهد جهانگیری فوت شد شاعر غرای اکبری بوده. مثنوی سوز و گداز بسیار بسوز گداز گفته. وقتیکه هندو زنی با نعش شوهر برای سوختن می آید و پروانه وار قصد آتش میکند. این بیت دران وقت گفته ؎

نوعی — چنان مستانه بر آتش نظر کرد — که از بدمستیش آتش حذر کرد

این دو بیت از جمله غزلهای او بالفعل بخاطر آمده. من اشعاره ؎

نوعی — بغنچه رابطه جویم که در طبیعت عشق — گل شگفته بهٔ لهای بیغمان ماند
سوی لبش چه روی پیشتر از دیده قدم نه — در گامی از و دور شوی پای پسین باش *

---

[1] مرد ایرانی است. در اجمیر متصل فقیر خیمه زده بود از بندهای همسفر همه گم راند یدیم ـ

* در نسخهٔ (لا) بعد از نوعی ذکر نصرت و ندرت درج است که در دیگر نسخه ها نیست از (لا) اینجا نقل میشود ـ

دلاور خان نصرت

خلف دلاور خان مرحوم جوان بحسن خلق آراسته و با جمیع فضائل پیراسته فکرهای بلند و اندازهای رسا دارد غزلهای طرحی را خوب میگوید مشق پخته ساخته. منه

میکشم بی ادمی نابی که میسوزد مرا — آتش افتد در چنین آبی که میسوزد مرا

حکیم جنید ندرت تخلص

پیش فقیر شعر میگذراند. طبع درست دارد. این ابیات از دست ؎

ای لاله ساخته گل حسن فرنگ را — ابری بود غبار خطت برق رنگ را

(باقی اگلے صفحہ پر)

۱۴۸ ملا نازکی

فکرش خالی از نازکی نیست. من اشعاره ؎

قی گلاب است اینکه بر رخسار مهوش میزنی　　تا نسوزد عالمی آبی بر آتش میزنی

فقیر هم بیتی مناسب این معنی ادا کرده ؎

سرخوش　　بچشم مست ز گرمی گلاب می‌پاشد　　بروی فتنهٔ خوابیده آب می‌پاشد

۱۴۹ طالب نصیب

ازو نیز یک بیت نصیب شده. من کلامه ؎

غبار خاطر او گشته ام از ناتوانیها　　گر اندک فرق نمی‌دانستم میرفتم ز یادش

۱۵۰ میر نجابت

برادر میر سیادت. طبعی رسا داشت. جنونی بود. از وست این دو بیت یادگار ؎

هم هنر بین گهر هم عیب یاب گوهرم　　چون نگاه جوهری غواص آب گوهرم

ما درین باغ نهال چمن تصویریم　　هست در خانهٔ نقاش رگ و ریشهٔ ما

۱۵۱ آقا محمد حسین ناجی

برادر محمد اسمعیل غافل در فن خط نسخ یاقوت ثانی است و در شکسته تعلیق خطش به اکمال خط میرزا محمد حسین واضع الاصل میگیرند. در علوم ظاهری نیز دستی دارد و در انشا پردازی عدیم المثل است. مدتی در سرای شاه عالمگیر رفیق برادر بوده. از انجا که پادشاهان بغرور سلطنت سیما چنین پادشاه صاحب کمال در هر فن از حرف خود نمی‌بینند ناخوشنود برگشت.

(بقیه نوٹ)

سوزد بخاک هم ز تب عشق تن مرا　　چون صبح آتشی است نهان در کفن مرا

خار خار عشق باشد در دل دیوانها　　جز خس و خاشاک نتوان یافت در ویرانها

شود گر جلوه در بزم می آن برق مشربها　　بجا ماند ز حیرت جام چون تبخاله بر لبها

باندازشکار کیست چشم عشوه ساز او　　که همچو رشته در دم است مژگان دراز او

ز بزم من بردن چو آن بهار باغ جانم شد　　چو شاخ گل گل فشان ز آتش دل استخوانم شد

ز جوش بیخودی گردید روشن راز پنهانم　　بمحفل بیخودی شعلهٔ شمع زبانم شد

ز تاب حسن چون آتش بجوش آمد دلم ندرت　　چو مینا باده ریز از شعلهٔ عشق استخوانم شد

لہ ب: معلوم نیست که کجائیست و که بود. اما یک بیت او از انتخاب میر معز بنظر در آمده نوشته شد

لہ ب: نمی دانم که کارش بکجا رسیده. یک دو صحبت او را دیده بودم. این دو بیت از وست.

و اورا نظر بر کمال خود تحمّل بر غلط و سهو دشوار بود۔ خود مستغنی ازین کار گشته در اهل خدمت بندگی بجا می آورد۔ چنانچه روزی لفظ طیاره را بطای حطّی نوشته بود حضرت ظلّ الٰهی قلمزده بتای قرشت نوشته و بر زبان مبارک گذشت که اشرف خان عرض کرده است که این لفظ فارسی است وطای حطّی در فارسی نمی آید۔ او در جواب عرض کرد که اینهم کلیه نیست۔ جهت رفع اشتباه۔ صد و شصت وطلا و اکثر الفاظ را بحرفی که در فارسی ممنوع‌ عند می‌نویسند و اگر این لفظ فارسی باشد مخفّف خواهد بود۔ که در یک کلمهٔ فارسی تشدید نیست۔ حکم شد که در درّاج و فرّخ و خرّم چه میگوئی۔ عرض کرد که درّاج عربیست۔ و خرّم معرب و فرّخ دو کلمه است که ترکیب یافته فر بمعنی زینت و در این قسم کلمات بسیار است۔ مثل شپّر و شبّو و شبّار۔ حرف آخر کلمهٔ اول و اول کلمهٔ آخر اگر از یک جنس یا قریب المخرج باشد مدغم میسازند یا تخفیف میدهند مثل اینکه در وضو کن به نیم من استنجا۔ ظاهر میشود که درین لفظ مصطلح توشخانه است که جانور هرگاه از کره بر می آید میگویند طیار شده۔ بر زبان مبارک گذشت که فلانی بسیار تند و تلخ و نا قباحت فهم است۔ او باین سبب از خدمت استعفا نمود یا هیچ یک امیری ملتجی نگردید در سنه چهل و پنج عالمگیری که رایات ظفر آیات به تسخیر قلاع دکن متوجه بود با التماس تولیت درگاه حضرت قطب الاقطاب یافته در کسب سعادت دنیوی و اُخروی میکوشید۔ از منتخب غزلیات او این چند بیت است ؎

چون خس فتاده ایم بگرداب اضطراب | چون رشته مانده ایم در آغوش تابها
در غمت بیخودی گشت گریبان گیرم | تا برم نام رفو پیرهن از یادم رفت
فتنه را نسبت بچشم می پرستش میدهیم | نیم مستش دیده ام ساغر بدستش میدهم
سر کرد غمت بر لب دل تا زدم انگشت | خاری . . . . . آمد ز فنم . . . . بر ساقم

مثنوی[۱] در شکایت روزگار گفته۔ این چند بیت از آن نیز قلمی میگردد ؎

فلک در چارهٔ آنکس هلاک است | که فکر جا کمانش سنگ خاکست
دهد افسر هر آنکس را که افسار | طپید از نام او چون نبض بیمار

---

[۱] ذکر این مثنوی از بعض نسخه ها افتاده است۔

میانی را که باید تنگ خر بست — کمرهای مرصع در کمر بست
سری کو از صدا افگار گشته — ز بالائش همای کم گذشته
بجز خاک مذلت افسرش نه — بجز غم صندل درد سرش نه
چو دیدم اندرین نطاق افلاک — بود چون گنجفه اوراق افلاک
قماشش کم غلامش بیشتر شد — بندرت نکتهٔ آن معتبر شد
زر سرخ و سفیدش خرج داده — بکف تیغ و بسر تاجش نهاده
بچنگ او برات شادمانی — همیں میر و وزیرش کامرانی
چه میران کاندرین بازی شده خوار — ای کلوشان که عکسش سوخت ناچار(؟)
درین بازی مرا سر و اگرفته — تحکم نیست از غم جا گرفته
ز ضعفم زور بر من میبر ساند — ندانم زیر دست کنشاند

از انجا که بالیست خان معزالیه خواند چند بیت در مدحش گفته این قطعه از انست ؎

شود گر ابر لطفش سایه افگن — برای مزرع امید چون من
شود زان خشک سالیها گریزان — بود بالیدگی چندان که دهقان
بهنگام درو آید هراسش — که تا باید خوشه پروین بداسش

بملاحظهٔ آن که خان مذکور تکلیفی کند این چند بیت در عذر آن خواند ؎

ز همت دادن جان در بر من — بود آسان ترا چیزی گرفتن
گرفتن آنچنانم هست مشکل — که نگذارم بگیر و از غمم دل
گرفتن بد بود چندان برایم — نگیرد شاید از سرمه صدایم

رباعی

خوش باش بنا کامی و مقصد مطلب — بگذر ز طلب دولت سرمد مطلب
از صورت این لفظ بمعنی پی بر — یعنی مطلب ز هر چه باشد مطلب

دل واشد و هر چه بود در من دیدم — یک غنچه بهار کرد و گلشن دیدم

میپر داز اشتیاق بیخودی چشم حباب — وصل را در نیستی جو خانهٔ هستی خراب
بشکند از جور گردون گر نسوزد دل ز عشق — دانه کز برق سالم جست رزق آسیاست

آمد بتی بجلوه دل برق آب کن　　از زین فرو نیامده پا در رکاب کن

مگر بخواب برو بتو وا شود چشم　　خدا کند که بخواب آشنا شود چشم

برنگ آهِ نومیدی بچرخ آهنگ کین دارم　　چو ناوک گرچه دست کوتهی در آستین دارم

تا در آمد یار در آغوش از خود رفته ام　　عمر ما چو برق قدر یک بغل واکردنست

در قصیده[1] منقبت معنی تازه ایجاد نموده ــ

بود یک سایه در دو گوهر پاک　　جسمک در جسمش بیان باشد

باعتقاد فقیر بانی این معنی شیخ بهاؤالدین بهائی در نعت بسته و این هر دو توفیق یافته اند ــ

بهاؤالدین　　مرا ز روی تعصب معاندی پرسید　　پدر ز روی چه معنی نداشت روح الله

جواب دادم و گفتم که او مبشر بود　　با حمد عربی جمع خلق را ز الله

مبشر از پی آنکو بشارت آرد زود　　روا بود که دو منزل یکی کند در راه

۱۵۷ ناطق[2]

کلامش بحسن کلامش ناطق است. خوشگو و معنی بند بوده - ازوست ــ

دل دران زلف اگر راه نیابد غم نیست　　گو بما باش پریشانی ما هم کم نیست

جنونم نالهٔ زنجیر را افسانه میداند　　دلم سرگشتگی را گردش پیمانه میداند

مفلس تر تهی ز توانگر ندیده است　　کس رشته را بآب گهر تر ندیده است

نازک تنان به نقش حصیر آشنا نیند　　اوراق گل شکنجهٔ مسطر ندیده است

۱۵۳ ملا نسبتی تهانیسری

شاعر پخته بود بطرز قدیم و بزبان هندی نیز شعر میگفت[3] نس بتی یعنی ماه تخلص میکرد - این چند بیت انتخابی ازوست ــ

جدا ز ما دلِ ما را بزیر خاک کنید　　باین ستم زده دریک کفن نتوان بود

هم ز دل وزدید صبر و هم دل دیوانه را　　دزد ما با خانه میدرد و متاع خانه را

[1] در نسخهٔ ج و - این قصیده به ملا ندیم منسوب است [2] ا - ناظم [3] ب - نسبتی دران زبان تخلص میکرد یعنی ماه - نس بزبان هندی شب را میگویند بتی ابروی شب که ماه است همچنین در همه نسخه ها -

چون پی دل برون آمد عقل اول ربود — وز دو دانا میکشد اول چراغ خانه را

در پردهٔ خاک نغمه ها هست بسی — آنگه شنوی که گوش بر خاک نهی

سینه روزن چه کنی چون ز برم خواهی رفت — گر تو همسایه شوی رخنه بدیوار خویش است

بسبتی دل بدرد معتبر است — لاله با داغ آبرو دارد[۱]

قاضی نوری

در عهد جهانگیر شاه بر مسند سخنوری متکی بوده ـ از وست ـ

چنان که در دل آید اہل ماتم را عزا پرسی — فغان از بلبلان برخاست چون من در چمن رفتم

بتاراج دل ما هر زمان ای غم چه می آئی — متاع خانهٔ درویش غارت را نمی شاید

میرزا طاهر وحید

با صائب همسر بوده و معاصر. هر بیتش ورد زبان سخنوران است و دیوانش محراب نماز معنی گستران. فکر هایش همه تلاشی و الفاظش مزین بخوش تماشی. چندگاه که از شغل خدمت بتقریبی معزول شده بود. بشاه جم جاه نوشته ـ

چون کمان حلقه بیکاریم با چندین هنر — زور بازو دست ما را بر قفا پیچیده است

چند بیت از اشعار او که انتخابی خوشخیالان است نوشته میشود ـ

وحید چنان که ز سنگ و آهن آتش سوزان شود پیدا — زنی گر بهم دو عالم را بهم جانان شود پیدا

ز فانوس گلی نتوان فروغ شمع را دیدن — چو بنشیند غبار چشم نور جان شود پیدا

میرود از دل تردد و اکنی گم دیده را — خضر بیداری بود در خواب گم گردیده را

---

[۱] د. داراشکوه یکمرتبه پیش خود طلبیده بود این دو بیت در جواب نوشت ـ

برون نیامده ام هیچگه ز خانهٔ خویش — سفر چه داند عنقا ز آشیانهٔ خویش

نمی پرم به پر و بال عاریت چون تیر — نشسته ام چون کمان در وز دشت بخانهٔ خویش

در نسخه (ک) این واقعه به قاضی نوری منسوب است ـ ب: سرو سرکردهٔ سخن پردازان زمان و قبلهٔ معنی طرازان میرزا طاهر وحید المشهور بواقعه نویس با میرزا صائب همسر و معاصر بوده. بهند نیامده درین رایام، بمنصب وزارت شاه سلیمان والی ایران سربلند و سرفراز است در اصفهان همیشه کوس خوشخیالی می نواخته و علم معنی تازه یابی می افراخته. هر بیتش ورد زبان سخنوران است و دیوانش مهر معنی گستران است. و بر بعضی فکرهایش میرزا صائب و دیگر شعرا میخندند و اکثر تلاشهائش گاره داشت بسته است که حد بشر نیست ـ

چون نماز قصر غربت زادگان راه عشق
با وجود ناتمامیها قبول درگه اند

ز شرم حسن تو آبی و من افتاده چون خاکم
بمن افتاد چون گذرت هزاران ننگ می آئی

گل به پیش عارضت از شرم پیرنگی گم است
سرمه در چشمت چو خال چهرهٔ زنگی گم است

شیشه را از وحدتش دست تصرف کوته است
کی تواند دیدهٔ احوال دو دیدن روزنه را

اشک ریزان است گوهر در کفش وقت شمار
مال منعم گریه بر احوال منعم میکند

ز یاران کینه هرگز در دل یاران نمی ماند
بروی آب جای قطرهٔ باران نمی ماند

میبرد آخر ترا خواب عدم بیدار باش
آمد و رفت نفسها جنبش گهواره است

درد اگر یکی نیست بعاشق سخن تو
بادام دو مغز است زبان و دهن تو

شه امروز است این سرگشتگی ما را که چون گوهر
نشان از ما نبود و کشتی ما بود دریائی

اعتبارات جهان رفته است پیش از آمدن
نامها در وقت کندن از نگین افتاده است

رشک چشم احولم سوزد که از اسباب جهان
هر چه می بیند بیک دیدن مکرر میشود

بسان مغز بادامی که از توام جدا ماند
در آغوشم نمایان است خالی بودن جایت

تا بخوانی از رخم حال درون تنگ را
شرم میگرداند اوراق کتاب رنگ را

باستقبال عیشم تا بمنزل میدود محنت
بگوش آید شکست شیشه ام از سینه خارا

فتادگیست که پرواز آن فلک پیماست
ببال سایه گرفتست اوج قدر هما

وحشتم بست بزنجیر و بصیاد سپرد
نقش صید چو در سینه به پیچیده دام است

مانند شان موم که ریزد نه شمع زد
شد خانه ها خراب که سروقت[1] نهال شد

ز شرمم در پس دیوار چون برگ گل رعنا
اگر با لاله روی خویش در یک پیرهن باشم

لبی که زمزمه خواستن بود سازش
صدای ریختن آبروست آوازش

شد هر گره رشتهٔ من تار صنوبر
از بسکه در و ناخن تدبیر شکستم

نباشد از ضعیفان عشق عالم سوز را عاری
قبای شعله چسپانست بر اندام هر خاری

مانده بر خار انشان صورت شیرین هنوز
شیشهٔ دل را بدین فریاد چون بر سنگ زد

---

[1] ب: به سرودش بهار دیار —

نگاه گریه آلودم چو گوهر — ز لغزش دیده پوشیده پیداست

یک بیتش را میر معز و فقیر جواب گفته. هر سه نگاشته می آید —

وحید — اگر نالم ز رنج خار در پا رفته نامردم — ولی در زیر پای من شکست این میکند دردم

میر معز — قدم بر مجلسم افسون تکلیف وطن هر دم — که هیچ عضو از جا رفته افزون میشود دردم

سرخوش — بعریانی مراد لگیری دیگر بود هر دم — چو اخگر جبه سنجاب پوشیدن کند سردم

وحید یک بیت را معنی خوب بسته فقیر نیز بیتی نزدیک رسانده هر دو قلمی میگردد —

منه — کی کسی پنهان تواند شد ز دست انداز مرگ — شمع کافوریست در دست اجل موی سپید

سرخوش — پیک پیری چون رسد سامان رفتن کن ز بر — نامه پیچیده مرگ است هر موی سپید

محمد رفیع واعظ ۱۵۶

در صفاهان بفضائل و کمالات مسند آرای افادت و افاضت است. و بلآلی آبدار وعظ و نصائح گوش هوش عالمیان را مزین میدارد. و در سخنوری و معنی گستری بازوی پهلوانی با صائبا و میرزا طاهر وحید میزند. دیوانش را میر معز بهند آورده شهرت داده[1]. مثنوی جنگ شاه عباس با اسلم خان اوزبک بسیار خوب گفته و اقوال دوازده امام را جمع نموده کتاب مسجع و رنگین و پر مضامین نوشته. ابواب الجنان نام نهاده. قطعه در حمد آن گفته —

عطا کرده از گنج انعام خویش — بدل یاد خویش و بلب نام خویش
نفس در میان شد چنان بیسکون — که یکپا درونست و یکپا برون

من اشعاره —

عرق ناکرده پاک از محفل ما شد نگار ما — درین گلشن سبکتر غاست از شبنم بهار ما
گذشت یک شب در میان سرو سهی بالای ما — کربلائی شد لباس تیره بختیهای ما
بزمین برد فرو خجلت محتاجانم — بی زری کرد بمن آنچه بقارون زر کرد
باز دارد راحت دنیا ترا از بندگی — از خدا غافل شدن تعبیر خواب مخمل است

۱ـ ب. الحق صفا سخن سنجیده و استاد فن است فکرهای خوب دارد. ۲ـ فقط در نسخه (ک) اسلم خان نوشته است در دیگر نسخه‌ها رستم خان است و سپرینگر رستم خان قرار داده —

شبی بر ما اسیران نگذرد بی روی چون ماهش — که از چشم سفید عاشقان نبود سحرگاهش

ز آتش پاره خود گرمی وا میکشم امشب — چو اشک شمع در هر گام میگیرم سر راهش

دلم مجنون و لیلی آن نگاه عشوه ساز او — طناب خیمهٔ لیلی ست مژگان دراز او

نماید خاک راه هر دم بانگشت عصا پیری — که امروز است یا فردا که خواهد بود جا اینجا

از بزرگان وحشی و با خاکساران همدمیم — کوه گر باشی تو ما سیلیم و گر خاکی نمیم

همچو حرفی کز کتاب افتاده باشد بر کنار — گر بصورت دور از یاران بمعنی همدمیم

چنان زشتم که ترسم چشم رحمت نگردد سویم — نگر فردا کشد رنگ[2] خجالت پرده بر رویم

ندانستم ز حیرت یار کی برخاست از مجلس — طپیدنهای دل هر چند دستی زد به پهلویم

بدرد عشق کاهیدن ز کافر نعمتی باشد — چو چین جبهه می باید ز غم بر خویش بالیدن

چون نگردد حال بر مفلس ز شرم قرض خواه — میپرد از دیدن خورشید رنگ از روی ماه

به پیری از چه رو می افگنی کار جوانی را — نمیدانی که سلخی هست ماه زندگانی را

کسی کز بار پیری حلقه شد قد چو شمشادش — سراپا چشم گردیداست و می جوید جوانی را

در آفت خانهٔ دنیا تلاش خاکساری کن — زمین بودن سپر باشد بلای آسمانی را

قد چون خمیده جمله حواست زبون شود — لشکر شود شکسته علم چون نگون شود

منظور ما ز ترک جهان نیست جز جهان — چون باز بهر صید بود چشم بستنیم

برگشته‌ایم از جهان ز انسان که بر و واپس تکنیم — مرد نقاشی که مستقبل کشد تصویر ما

بخون ریزی همانا داده الفت چشم جادو را — که از مژگان نهد انگشت هر دم تیغ ابرو را

محبت طرفه صحرائیست کز غیرت در آن وادی — گریبان چاک نتوان دید نقش پای آهو را

نقطهٔ جیم جمال آن غنچهٔ خندان اوست — مستزاد مصرعهٔ ابرو صف مژگان اوست

میرزا حسن بیگ واثق ۱۵۷

فکر عالی داشت در معنی یا بی استاد۔ در اوائل جلوس عالمگیری[3] منصب گذاشته رخصت ولایت گرفت۔ یکدو مرتبه فقیر را با وی اتفاق صحبت افتاد یک بیت

له ۵ا ب۔ ز آتش پاره خون گرمم چون دامن کشم بیرون ۳ه ب۔ زنگ ۳ه ب۔ والا۔

تازهٔ مرا بخط من در بیاض خود نویسانید و مرا گفت که تحفه که از هند میبرم این بیت برجستهٔ تست ؎

سرخوش پوشیده به خرقهٔ پشمینه کشم می — چون ابر بود آب نهان در نمد من

این چند اشعار از وست ؎

واثق راست بودن با کج اندیشان بلاست — عکس سرو از آب مواج اژدهاست

بانگین کنده همگامیم در افشای راز — میتوان فهمید حال دل ز نقش پا مرا

آئینه ایست بر سر راه عدم وجود — هر کس رسید کرد نگاهی و در گذشت

کوه و صحرا همه یک لعل بدخشانی شد — رنگ گل بسکه ز شوق تو بیابانی شد

حیرت گداز آن مژهٔ سرمه سای را — آمد شد نگاه شمار نفس بود

دُرد حرف صاف خاموشیست لب خاموش دار — این سخن از طوطی از عکس طوطی گوش دار

[1]جز نام تو بر زبان نگردد فاش — صد بار اگر زبان بگردانم من

ای جوان در قامت خم گشتهٔ پیران نگر — رفته رفته زندگی بار گرانی میشود

پیر شدی واثق و از کبر نرستی — کوه بزیر آمد و پلنگ نیامد

۵۸ محمد اخلاص واثق تخلص

نومسلم در صغر سن صحبت حقائق آگاه شیخ محمد درویش دریافته کسب کمال میکرد. وتوفیق اسلام یافت. مدتی از معارف پناه اسلام خود را پوشیده می داشت. پدرش که قانونگوی کلانور بود خبر یافته قصد هلاکش کرد. از انجا گریخته بخدمت فضائل دستگاه مولوی عبد الله خلف مولوی عبد الحکیم سیالکوتی رفت. برفاقت ایشان در سنه بیست و دویم جلوس والای عالمگیری بحضور پرنور آمده احراز ملازمت نموده. بتلقین بادشاه دین پناه شرف اسلام دریافت. در علوم ظاهری و انشاپردازی نظیر ندارد. گاه گاهی بتقریبی مصرعی موزون میکند این چند بیت از زادهای طبع اوست ؎

---

[1] ب. جز نام تو بر زبان نگردد. صد بار اگر زبان بگردد ۔ ۲. محمد اخلاق واثق ۔

محتسب سنگدلی از دست تو مشکل شده است　　شیشهٔ می به بغل آبلهٔ دل شده است
از طپش آسودن دل شاهد مرگ دل است　　نبض از جنبش چو آسا بد رگ خواب فناست
بیتو میریزد نمک در ساغر من ماهتاب　　گر دو کلفت میشود به بغل من ماهتاب
میرسی ظالم بفریادم اگر وقتست وقت　　میزند ورنه شبیخون بر سر من ماهتاب

۱۵۹ درویش واله

بطرف بنگاله بسر میبرد، صاحب معنی بود یک بیت او که برابر لک بیت میتوان گفت تحریر می یابد از وست

آسمان گو خلعت منت مپوشان بر تنم　　زانکه همچون نغمهٔ تاری لبس بود پیراهنم

فقیر در جوابش مطلعی رسانده

سر خوش زیر بار خلعت منت کجا باشد تنم　　چون حباب است آبروی خویشتن پیراهنم

۱۶۰ ملا ولی

از حقیقتش کماهی اطلاعی و آگاهی نیست دو بیت او بدست افتاده

دلی　درمانده[1] احوال خودم این چه حجابست　　فارغ بگذر طاقت نظاره که دارد
تهمت زده ام کرد بعشق دگری کاش　　پرسید[3] که غیر از تو بعالم دگری هست

۱۶۱ عبدالواحد وحشت

جوانیست از تهانیسر لو لبف کرد در آمده تلاش لفظهای شوخ و استعارات بلند دارد از وست

چشم را خالی کن از دیدن تماشا نازک است　　آرزو در سینه بشکن جلوه آرا نازک است
صد بیابان ناله پرداز خموشی گشته ام　　سرمه میداوند فریاد دل ما نازک است
شوخ چشمی قابل کیفیت دیدار نیست　　شیشه از حیرانی دل کن که صهبا نازک است
بسکه از یاد تو حیرانی قیامت شور بود　　جوهر آئینه سر باد دل رنجور بود
در بیابانی که چشم بیخودی وا کرده ایم　　هر کف خاکی تجلی خانهٔ منصور بود

[1] ابجد دانی [2] د، ـ درمانده باحوال خودم [3] ب، پرسند.

خانمان پردازی همت تماشا کرده ایم صد بیابان عالم از ویرانی ما دور بود

۱۶۲ محمد عاشق همت

جوان صاحب همت و طبع خوشخیال است. فکرهای تازه دارد. این شعرها زادهٔ طبع اوست

کی جدا حسن از خیال عاشق دلتنگ بود آتشی بود آن پری تا شیشه با سنگ بود
در انتظار او نگهم خون شد و چکید چشمم جدا ز دوست گاهی بریده است
بیا هنوز غمم از خمار حسرت نیست بجام آینه تا جرعهٔ نفس باقیست

۱۶۳ همت خان

خلف اسلام خان بخشی والا شاهی از امرای عمده بود. طبع مثل همت خود بلند داشت گاه گاه مصرعی فکر میکرد

من چه گویم که چه مقدار بدل نزدیکی چشم بد دور که بسیار بدل نزدیکی
بجز خاری که مجنون داشت در دل بیابان جنون خاری ندارد

۱۶۴ محمد هاشم

پدر زن فقیر سرخوش. مرد صاحب کمال بوده. هفت قلم مینوشت گاهی فکر رباعی میکرد. از وست

رو فقر گزین که فقر بهتر ز غنا کان سایه کند در آفتاب فردا
دولت ندهد نجات ز آتش چون فقر خسخانه به از قصر بود در گرما

۱۶۵ میر یحیی کاشی

از شعرای پای تخت. روشناس شاهجهان بادشاه بود. تاریخ آبادی شاهجهان آباد را خوب یافته از وست ع

شد شاهجهان آباد از شاهجهان آباد

ذکرش از نسخهٔ ج، افتاده است. ب: میرزا محمد هاشم. ج: در آفتاب فردا.

پنجهزار[له] روپیه صله یافت۔ ازپیشگاه خلافت حکم نظم کردن بادشاه نامه نیز بوی شده بود داستانی موزون کرده گذرانید۔ دران نظم بسته بود ؎

سر راجپوتان جگت سنگه بود   که بر شیشهٔ نه فلک سنگ بود

محمد علی ماهر هرچند گفت که سنگه و سنگ قافیه نمیشود۔ گفت که ما مخلیم تفریق این چنین الفاظ را چه میدانیم۔ معذوریم۔ آخر به همیں بیت از نظر افتاده۔ بسبب این که جگت سنگه در چه شمار بود که سر راجپوتان گفته۔ بادشاه فرمود از قافیه هم خبر ندارد۔ از وست ؎

حرف تو میبرد ز دل شوق می شبانه را   لب بکشا و باز کن قفل شرابخانه را
خرمی در خاک غربت نیست من همچو نهال   مشت خاکی از وطن ای کاش بر میداشتم
این هوسها از وجود دل توالد میکند   هر تا در سینه دارد دل زمین آبستن است

این بیت با تاریخ وفات او بر لوح مزارش نوشته بودند ؎

ای که از دشواری راه فنا ترسی مترس   بسکه آسان است این ره میتوان خوابیده رفت

تاریخ وفاتش۔ مصرعه

احیای سخن چو کرد یحیی جان داد

دیگر شاعری که سرحرف تخلصش یا باشد یافته نشد ناچار همین صاحب سخن ختم تذکره نموده آید۔ اگرچه شعرای نامدار در عالم بسیار اند و سخنوران بی شمار و بی حد و اینهم نمیتوان گفت که انتخاب اشعار تازه گویان همیں قدر است که درین نسخه ایراد یافته۔ ظاهر است ع

"در هر وطن تنگ نباتی دگر است"

اما فقیر بر احوال و اقوال همیں عزیزان که نام ایشان درین اوراق مرقوم شد اطلاع داشت و این اشعار که از هر کس نوشته انتخاب نموده سرآمد سخن سنجان میر معز موسوی خان که در سفینهٔ خویش بی قرینه بخط خویش نوشته بود و گلشن فطرت موسوم ساخته

له ب: حضرت خلافت مرتبت بسیار خوش شده پنجهزار روپیه صله آن عطا فرمودند۔ د۔ ذ ق :-

نقل گرفته شد و بعضی انتخاب میر محمد زمان راسخ و میر محمد علی ماهر که بر سخن فهمی ایشان همه را اتفاق است. تحریر یافته اجازتست که اگر شعر خوب و معنی برجسته از تازه گوی بگوش خورده باشمه از احوال و موافق ترتیب که مقرر گشته در حاشیه یا درمتن داخل کنند. حقا که اگر بچشم انصاف نظر کنند عجب مجموعهٔ کمالات خوشنیالانست و طرفه گلدستهٔ رنگین صاحب کمالان عبارتش از استعارات مبرا و الفاظش از تکلفات لغات معرا. فارسی صافش همچون آب روان است و روزمرهٔ شسته و رفته شیرازیان. نظمش از نظم پروین سبقت جو. نثرش بر نثر گلستان سخن گو

سزد این نسخه را گر برنویسد به برگ گل ز آب زر نویسد

هر که[۱] این کتاب سراپا انتخاب را بدست آرد. با انتخاب نمودن هیچ دیوانی احتیاج ندارد زیرا که اکثر شعرا که بتازه گوی مشهوراند اشعار خوب و برجستهٔ ایشان در اینجا مسطور است..

والسلام علی من اتبع الهدیٰ. هر انتخاب چون پنجه ایست اما پنجهٔ ید بیضا. اگر یکی ازان کم کنی عیب است و اگر برای میفزای حماقت و این نمیگویم که این اعزه سوای این اشعار منتخب دیگر ندارند بفقیر بوساطت میر معز و غیره اعزه همین قدر رسیده.

تاریخی چند که صاحب طبعان بلند فکر از آیات قرآن مجید استخراج نموده اند بلکه زیادتی بعضی را تعمیه درست کرده اند و بعضی تاریخات وقوعی و نادر که بگوش فقیر خورده قلمی میگردد.

تاریخ فتح روم که امیر کبیر صاحب قران امیر تیمور گرگان انار الله برهانه کرده شیخ صوفی رضوان الله بطریق تفاؤل فرموده. غلبت[۲] الروم ادنی فی الارض یافته اند شاهجهان خوش کرده فرموده که از کتابهای تاریخ تحقیق تاریخ کنند که در هشتصد که عدد "ضاد" است این فتح دست داده است.

---

[۱]- این عبارت در نسخهٔ (ه) نیست و بجای این عبارت ذیل است که در دیگر نسخه ها نیست:-

از وقتیکه به تسوید این نسخهٔ عزیزه پرداخته ام چهار پنج مسوده خود نگاشته مرتب ساخته ام هر مسوده را یاران از غایت شوق بی رفت و در عقب نظر ثانی دست بدست نقل گرفته بردند و جا بجا شهرت داده - اگرچه مقصود حاصل یکیست اما در اکثر عبارات تغییر و تبدیل واقع گشته و اشعار بعضی اعزهٔ دیگر داخل شده قصه کوتاه که این نسخه ناسخ جمیع مسوده هاست هر که سابق دارد بشوید و این را بجان برابر دارد و از کاتب این نسخه التماس آنکه بنوعی که فقیر نظم را نظم و نثر را نثر نوشته همین قسم سطر موافق سطر بنگارد والسلام [۲]- غلبت الروم فی ادنی الارض -

چون دیدند ظاهر شد که در سنه هشتصد و پنج فتح روم شده. بادشاه فرمود که تفاوت پنج بسیار است. افضل خان وزیر اعظم بعرض رسانید که ضاد ملفوظی بگیرند فن تعمیه است مضائقه ندارد ـ

تاریخ جلوس شاه عالمگیر عبد الرشید صاحب فرهنگ رشیدی. اطیعوا الله و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم یافته

تاریخ فتح بیجاپور که بادشاه عالمگیر نمود قابل خان ولد میر کاظم منشی بتعمیه. اخرجناهم من جنات وعیون و کنوز و مقام کریم یعنی حرف هم را بر آورده حساب باید نمود ـ

تاریخ حمامی ان کنتم جنبا فاطهروا یافته اند ـ

تاریخ فوت شیخ حاتم سنبهلی عند ملیک مقتدر یافته اند

و تاریخ فوت شیخ عبد الواحد که از خلفای شیخ سلیم چشتی بود کان من المخلصین یافته اند ـ

فقیر تاریخ والده خود فی جنة عالیة یافته ـ

تاریخ فوت عزیزی دخل الجنة بلا حساب یافته یعنی عدد لفظ حساب باید بر آورد ـ

تاریخ وفات نواب زیب النسا بیگم وادخلی جنتی یافته ـ

جلوس شاه طهماسپ صفوی اهل توران مذهب ناحق یافته بودند. ایرانیان مذهبنا حق درست کرده ـ

تاریخ فوت اکبر شاه در فارسی هم الف کشید ملائک ز فوت اکبر شاه ـ

تاریخ فتح بلخ و گریختن نذر محمد خان والی توران نصیرا بسیار خوب گفته ـ

والی توران برآرا ز ملک توران بعد ازین　　ثانی صاحب قران بنشان بجایش کن حسب

تاریخ شکست ملک عنبر حبشی از فوج داراب خان خلف خانخانان سپه سالار در کتاب ماثر رحیمی آورده ـ

عنبر سیه که عنبر برادر کهرکی　　بکشتی که شد از گرد روز روشن شب
بیمن دولت و اقبال خانخانانی　　شکست دادش داراب خان شکست عجب
برای ساعت تاریخ فتح شان گفتم　　سر غلام جدا کن و حساب طلب

تاریخ فوت شیخ ابو الفضل که باشاره جهانگیر شاه بقتل رسید تیغ اعجاز رسول الله سر باغی برید

تاریخ فوت حافظ رخنه که بانی باغ نولکهه سهرند است ـــ باغ را رخنه شد و آب نماند

وقتیکه شاه عباس صفوی نهر آب بروضهٔ منوّره رضویه آورده حاکم بیگ اعتماد الدوله تاریخ یافت ـ آب آمد بروضه داخل شد ـ

درهمین ایام میر محمد باقر داماد تصنیفی کرده بحلیهٔ ملکوتیه موسوم ساخته بود باعتماد الدوله تکلیف تاریخ آن کرد ـ اعتماد الدوله پرسید که تصنیف شما در چه علم است ـ گفت در کل علوم ـ اعتماد الدوله بی تامل گفت ـ کل علوم از حلیهٔ ملکوتیه بیرون رود ـ تاریخ است که چون حساب کردند درست بود ـ

بادشاه روزی بمیر حیدر معمائی تکلیف کرد که برای انگشتری من که نو ساخته ام تاریخی بگو ـ میر گفت انگشتری تاریخ است ـ بعد ازان انگشتری دیگر برآورد که برای هر دو تاریخ بگو ـ گفت دو انگشتر تاریخ است ـ مورد عنایات گردید ـ

تاریخ فتح بیجاپور و حیدرآباد که شاه عالمگیر کرده محمد علی جواهر کن متخلص ع زروی فضل بیجاپور شد فتح یافته ـ

تاریخ فتح حیدرآباد ـــ مدد جو از علی وانگاه برگو مبارکباد فتح حیدرآباد

تاریخ فوت حافظ داود مغنی ـــ از نغمهٔ داود بدر دل شد آهنگ یافته اند ـ

تاریخ حوضی که شیخ لطیف نام بزرگی ساخت ـ از حوض لطیف آب بردارند تاریخ یافته اند ـ

تاریخ حسین نام شخصی حوضی ساخت ـ دم آبی بخور بیاد حسین ـ بکی تصرف کرد که دم آبی بخور گفتن جنت است ـ جام آبی بخور بیاد حسین ـ درست کرد ـ

فقیر سرخوش حوض و فوّاره در خانهٔ خود ساخته بود ـ حوض و فوّاره ـ تاریخ شد[1]

تاریخهای چند وقوعی که بسمع فقیر رسیده

تاریخ فتح گجرات نواب خانخانان در چهار زبان گفته اعجاز است ـ

عربی یوم الاحد ثانی ربیع الاول

---

[1] ب :- فقیر تاریخ خلافت و سجاده نشینی خود را بیان واقع بنعمیه لطیف درست کرده و رباعی بسته ـ

سرخوش چو رسید کار فقیرش بکمال | مرشد دادش خلافت از استقبال
ردی طلب آور د جهانی به نیاز | تاریخ شده خلیفهٔ شاه جلال

ہندی	انوار ربیع الاول کی دوجی
ترکی	برشنبہ ایکی ربیع الاول (۹)
فارسی	روز یکشنبہ دویم ربیع الاول

تاریخ تولد بابر شاہ شش محرم یافتہ شش درحساب عدد خبراست خبر نیز تاریخ است۔

تاریخ جلوس طہماسپ شاہ ظل اللہ یافتہ اند۔

تاریخ فوت شاہ طہماسپ و جلوس شاہ عباس ؎

دوازدہ امام گفت بنشست　　دوازدہ امام گفت برخاست

تاریخ جلوس شاہ عالمگیر ملا شاہ ظل الحق یافتہ[1]۔

تاریخ جلوس شاہ جہان بادشاہ۔ شاہ جہان باشد شاہجہان۔

تاریخ فوت شاہ جہان بادشاہ غازی۔ ز عالم سفر کرد شاہجہان۔

تاریخ فوت جہانگیر۔ جہانگیر از جہان رفت۔

تاریخ فوت زمانہ بیگ مہابت خان۔ زمانہ آرام گرفت۔ یافتہ اند۔ عجب تاریخ است مشتمل بر مدح و ذم زیراکہ مہابت خان بشرارت و غرور مشہور بود۔

تاریخ فوت شیخ سلیم چشتی خوشگاہ فقیر است و تاریخی بہ ازین منتعذر است۔ کہ اتفاق می افتد تمام قطعہ نوشتہ شد۔ قطعہ

معیشت ملت و دین شیخ اسلام آنکہ در قربت　　بہ شبلی و جنید ار باز پرسی گو بمیش ثانی
ربود از عرصہ دنیا و دین گوی کمالیت　　ز درویشان بدرویشی ز سلطانان بسلطانی
فنا از خود بقا باحق بود معلوم درویشان　　ازان شد سال تاریخش بحق باقی ز خود فانی

تاریخ ہمایوں بادشاہ از بام افتاد۔ مشہور است۔

روزی اکبر بادشاہ باشہزادہ سلیم کہ جہانگیر باشد بخانہ عزیز کوکہ کہ اعظم خان خطاب داشتہ مہمان شد۔ مہمان عزیز اندیشہ و شہزادہ۔ تاریخ یافتند۔

تاریخ فوت زن فدائیخان جہانگیری۔ زن فدائیخان مرد۔ بزبان ہندی فدائیخان کی جورو موئی۔

---

[1] ب: تاریخ تولد عالمگیر شاہ۔ آفتاب عالمتاب۔ یافتہ۔

تاریخ فوت نواب جعفر خان دیوان اعلی شاه عالمگیری بزبان هندی میرمعز یافته جعفر خان جیو موی۔

تاریخ فوت همت خان۔ های همت خان رفت۔ بطریق تعمیه یافته اند "ها" را دور کرده حساب باید کرد۔

رسول خان روز بهانی[1] در راه عیدگاه کشمیر پل بسته بود۔ تاریخ آن۔ بر ره دین رسول پل بسته۔

تاریخ مسجد عیدگاه که شاه جهان بادشاه ساخته۔ کرد بنا عیدگاه شاهجهان بادشاه۔

تاریخ چند که فقیر بسر خوش یافته

چهار کس از آشنایان فقیر در اکبرآباد در یکسال فوت کردند۔ از نام هر چهار تاریخ بر آورده وای از دلکام وطاس فولاد وسیاهی یار محمد و عبد الواحد۔

تاریخ تولد پسر میرزا قطب الدین مائل محمد امان الله بن باقی که رکن الدین نام داشت۔ رکن الدین محمد بن قطب الدین محمد امان الله باقی۔ یافته۔

تاریخ تولد پسر خود۔ اکمل محمد افضل۔ یافته ام۔

تاریخ دو حویلی خود در یک رباعی بسته بر دروازه کنده۔ رباعی

از لطف عمیم واهب[2] عز و جل چون گشت عمارتم همه مستکمل
شد سال بنای خانه سابق و حال آن مسکن اکمل این مقام افضل[3]

تاریخ تولد اسکندر[4] شان پسر اعظم علی خان عالیجاه فقیر وزارت سکندر آمد۔ یافت۔

تاریخ کتخدائی شاهزاده محمد اکبر۔ قران سعد اکبر شد بناهید۔ یافت۔

تاریخ مسجد خود را که پیش دروازه خود ساخته ام ـــ

چون گشت ز فضل ایزد عز و جل آراسته این مسجد پر زیب[5] و حلل
اندیشه ز طبع سال اتمامش خواست دل گفت که مسجد محمد افضل

تاریخ مسجد زیب النساء بیگم که در کشمیر ساخته کعبه حاجات شد مسجد زیب النساء یافته ام۔

تاریخ گریختن رانا۔ ندا آمد که کافر از میان رفت۔

تاریخ فوت شیخ سلیمان[6] ـــ

---

[1] ا، بهانی [2] ا، - واجب [3] ل، اکمل [4] ب، اسکندر شاه پسر اعظم شاه [5] ب، یا زیب و حلل [6] ب، تاریخ فوت شیخ سلیمان که فضائل خان شده بود، فقیر از نامش بر آورده چنین نسبه شده بود۔

شد شیخ سلیمان بسوی دار البقا — وارست ز قید هستی بی سروپا
هم شیخ سلیمان شده تاریخ وفات — پیمانهٔ عمر بود نامش گویا

خدمت مشرفی عدالت ذخیره که در حسن ابدال بفقیر شده بود، تاریخ اشرف عدالت یافته ام۔
تاریخ۔ فقیر در خواب می بیند که شخصی میگوید که تاریخ فوت محمد علیخان میر سامان شاه عالمگیر بگو۔
فقیر میگوید مرا چه مطلب که در فکر بیهوده وقت ضائع کنم۔ گوینده میگوید مرو خوب بود۔ البته بگو۔
چون بیدار شدم و حساب میکنم۔ محمد علیخان بمرد۔ تاریخ بی کم و زیاد بر آمده۔
فقیر سرخوش رباعی بعضی الفاظ را هم عدد یافته[1] بسته۔

از غیر بر بست ذات یزدان صمد — بگذار دوئی بگوی الله احد
سر رشتهٔ وحدت مکن از کثرت گم — چون هست یکی وجود واحد بعدد
سرخوش اگرت تشنهٔ وصل خداست — بشتاب براهی که پیمبر بلداست
بر ذات رسول رهنمائی شده ختم — زانرو که رسول راهنما یک عدد است
اسلام بضد کفر بی شبه و شک — از تقویت شیر خدا شد[2] تبرک
با اول حرف آخر آمد بحساب — اعداد علی ابن ابیطالب یک
بر حسب مناسبت چو کردیم نظر — آمد بعدد نیز موافق یکسر
تلخی و غم و یاس و هوس هم بحساب — عامی الهی عشق و دوست مهر و مادر
سرخوش دگر این عجب که از روی حساب — افتاد بتعداد موافق دریاب
شعر و کشمیر فقر و عیش و گل و می — قرب و شب و سبز و هندی راحت و خواب
سرخوش عجب این که زاتفاق بیحد — افتاد موافق بحساب ابجد
ناز و محبوب عاشقی و آفت — بی عقل و دراز و فتنه و کوته قد

تمت کلمات الشعر تصنیف سرخوش محمد افضل

---

[1] ب:۔ تاریخ تولد برادر زادهٔ خود که اسد اللہ نام داشت۔ شیر خدا۔ یافته [2] ب:۔ هم عدد۔

ز محمد صدیق عباسی خوشنویس لاهور

یہ کتاب اور دوسری ہر قسم کی کتب

ملنے کا پتہ

شیخ مبارک علی تاجر کتب

اندرون لوہاری دروازہ لاہور